فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات

(مقالہ برائے ایم. فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

رضوان علی

رول نمبر: 3

نگران مقالہ

ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

منہاج یونیورسٹی لاہور

سیشن: 2009-2011

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

۞ محدثین اور بالخصوص امام بخاریؒ کے نام جنہوں نے حضور نبی مکرمﷺ کی تعلیمات، سیرت، کردار، اخلاق، اقوال وفرامین کے ہر گوشہ کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

۞ بزرگ ہستیوں اور والد گرامی قدر (مرحوم ومغفور) اور والدہ ماجدہ کے نام جنہوں نے اس مادہ پرستانہ اور پرفتن دور میں تمام تر مشکلات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مجھے قلم تھمایا اور حصول علم کی روشن شاہراہ پر گامزن کیا۔

۞ انتہائی معزز اور قابل قدر اساتذہ کرام کے نام جن کی توجہ اور شفقت سے کچھ لکھنے کے قابل ہوا، اور بالخصوص استاذی المکرّم ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری کے نام جن کی کمال شفقت اور خصوصی راہ نمائی سے یہ مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

اظہار تشکر

الحمد لله والصلوٰة والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔

قال الله تعالیٰ:

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم ، بسم الله الرحمٰن الرحیم

"لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُم "()

سورۃ ابراھیم : ۷

اگر تم میرا شکریہ ادا کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔

ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ ہر لحہ اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکر گزار رہے کیونکہ وہی ایسی ذات ہے جو ہر طرح کی حمد وثنا اور شکر وستائش کے لائق ہے ، اور یہ قانون باری تعالیٰ بھی ہے کہ اگر اس کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عنایات اور نوازشات میں مزید اضافہ فرما دیتے ہیں ،تو اللہ رب العزت کا بے حد شکر ہے جس عظیم ذات نے مجھے دین اسلام کے علوم حاصل کرنے اور ایم فل میں علوم حدیث جیسے عظیم موضوع پر مقالہ لکھنے کی توفیق عطا کی ۔

اس کے ساتھ ساتھ نبی مکرم ﷺ کے فرمان عالیشان:

"من لم یشکر الناس لم یشکر الله"

جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی ناشکرا ہے

کے تحت میں اپنے والدین و اساتذہ کرام کا بے حد شکر گزار ہوں جن کی دعاوں اور محنت و شفقت سے میں یہ مقالہ لکھنے کے قابل ہوا، منہاج یونیورسٹی کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں جن کے معیاری ماحول اور معیار تعلیم سے با آسانی اسی تحقیقی عمل سے گزرا اور میں منہاج یونیورسٹی کے اپنے تمام اساتذہ کرام اور بالخصوص اپنے مشرف اور معزز استاد ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری حفظھم اللہ تعالیٰ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جن کی براہ راست ،فون پر ، e.mail اور گویا ہر ممکن ذریعے سے ہر موقعہ پر مسلسل اور مربوط مشاورت اور راہ نمائی میرے لئے مشعل راہ بنی رہی ، اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا کہ سعادتوں سے مالا مال کریں ۔ آمین۔

مقدمہ

تمہید

ان الحمدلله والصلوٰة والسلام علی من لانبی بعده ، فاعوذ بالله من الشیاطین الرجیم ، بسم الله الرحمٰن الرحیم.

قال الله تعالٰی فی القرآن الکریم:

" وَأَنزَلْنَا إِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"

سورۃ النحل :۴۴

اسلام دین فطرت ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ضابطہ حیات ہے ، لہذا اس کی حقیقی تعلیمات کا قیامت تک محفوظ رہنا ایک بدیہی عمل ہے ۔

شریعت محمدیہ ﷺ دین اسلام کی تکمیلی صورت ہے اور انسانیت کا راہ نمائی کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم سے شروع ہوا تھا وہ نبی مکرم ﷺ کے دور میں اپنی تکمیل کو پہنچ گیا ، اب شریعت محمدیہ ہی شریعت اسلامیہ اور اصل دین اسلام ہے جو سابقہ تمام شریعتوں کو جامع ہے ۔

دین اسلام کا ماخذ اول کلام اللہ ، یعنی قرآن کریم ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالٰی اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور شریعت اسلامیہ کا ماخذ ثانی ''حدیث رسول ﷺ'' ہے جو کہ اپنی تشریعی حیثیت برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تشریح وتوضیح بھی ہے ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالٰی نبی مکرم ﷺ کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

ارشاد باری تعالٰی ہے:

"..... وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ ...."

سورۃ الاعراف : ۱۵۷

ترجمہ: اور وہ (نبی ﷺ) ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام قرار دیتے ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"

سورۃ النحل: ۴۴

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ ذکر اس لئے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے جو ان پر نازل کیا گیا ہے اس کو واضح کر کے بیان کردیں۔

مذکورہ دونوں آیات میں سے اول الذکر نبی مکرمﷺ کی تشریعی حیثیت کو واضح کرتی ہے جبکہ ثانی الذکر آیت نبی مکرمﷺ کی تشریحی حیثیت کو بیان کرتی ہے۔ آپ شارع اور شارح ہر دو اتھارٹی کے حامل تھے یوں آپﷺ کی احادیث بھی دین اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جن کے بغیر اسلام کی تعلیمات پر عمل ناممکن ہے۔

قیامت تک زندہ رہنے والے دین کی اساس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے احادیث کی جمع وتدوین کے لئے محدثین کی ایک جماعت کو مامور کیا جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اس کار عظیم کو انجام دیا اور صرف آپﷺ کے اقوال وافعال اور سیرت وکردار ہی کو محفوظ نہیں کیا بلکہ ان روایات کو بیان کرنے والے رواۃ کے بارے معلومات اور ان کے احوال و واقعات تک کو قلم بند کرڈالا تاکہ کسی بھی وقت یہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ روای کون تھا؟ اس نے کہاں کہاں سے علم حاصل کیا؟ اس کا حافظہ کیسا تھا؟ یہ علمی قابلیت اور دیانت وصداقت کے لحاظ سے کیسا تھا؟ کسی لالچ وغیرہ میں آکر احادیث کو تبدیل کرنے یا گھڑنے والا تو نہ تھا؟ وغیرہ۔

احادیث کی جتنی زیادہ اہمیت ہے اتنی ہی ان کی حفاظت کی ضرورت واہمیت ہے اس مقصد کے لئے محدثین نے باقاعدہ طور پر "فن اسماء الرجال" کی بنیاد ڈالی جس کو احادیث کی حفاظت اور صحیح احادیث کو سقیم وضعیف احادیث سے الگ اور محفوظ کرنے کے لئے بنیادی ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

فن اسماء الرجال ایسا فن ہے جس میں احادیث کے رواۃ کے نام، ولدیت، نسب، کنیت اور لقب سے لے کر ان کے اساتذہ، تلامذہ، علمی رحلات، علمی فضل وکمالات اور ان کے حافظہ اور عدل واتقان بارے محدثین کی آراء تک کو قلم بند کر کے ان کی بات کے قابل حجت یا ناقابل اعتبار ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

دین اسلام کی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فن اسماء الرجال یا رجال پر کلام کرنا کوئی نیا کام نہیں بلکہ اس کی بنیادیں ہمیں قرآن کریم اور نبی مکرمﷺ کے فرامین سے ہی ملتی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رجال پر خود کلام کیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ .أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُون .“

سورۃ البقرۃ:۱۱

ترجمہ:اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، آگاہ رہو بلاشبہ وہی فسادی ہیں اور لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں ہے۔

اللہ تعالٰی نے خود کسی بات کی خبر دینے والے کی تفتیش وتحقیق کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“

سورۃ الحجرات:۶

ترجمہ:اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس طرز عمل کو بطور خاص قرآن کریم میں ذکر کیا جس میں ان کو ان کے مطیع پرندے نے جب خبر لا کر دی تو انہوں نے فرمایا:

”قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ“

سورۃ النمل:۲۷

ترجمہ: (حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا: ہم دیکھیں گے کہ کیا تو نے سچ بولا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے فرامین بھی اس فن کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں،

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”ومن كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار“

البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۰۷، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض۔

ترجمہ:اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی مکرم ﷺ کو ادراک تھا کچھ لوگ اپنے مخصوص اور مذموم مقاصد کے لئے لازمی طور پر میری احادیث بارے جھوٹ بولیں گے تو آپ نے یہ فرمان جاری کر کے ان کو سخت ترین وعید سنا دی اور ساتھ ساتھ حاملین حق اور خدام حدیث کو بھی چوکس رہنے کا اشارہ دیا۔

بوقت ضرورت آپ ﷺ نے بھی رجال پر کلام کیا ہے، جس کو آپ کی احادیث میں دیکھا جا سکتا ہے، رجال پر آپ ﷺ کے کلام کو باب اول، فصل ثانی، مبحث ثالث میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

نبی مکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے احادیث کے مسئلہ میں خاص احتیاط سے کام لیا، اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل مثالی ہے خلفاء کے طرز عمل کو تفصیل سے باب اول، فصل ثانی، مبحث ثالث میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام نے تو اس سلسلہ میں کمال احتیاط کی روش اختیار کی اور ہر حدیث بیان کرنے والے کے متعلق معلومات جمع کرنے کا سلسلہ بڑے اہتمام سے شروع ہوگیا اور حدیث بیان کرنے والے کے متعلق یوں تحقیق و تفتیش کی جاتی کہ بعض اوقات دیکھنے کو گمان گزرتا کہ ممکن ہے اس محدث نے اس راوی سے کوئی رشتہ داری کا تعلق بنانا ہے جو اتنے اہتمام سے اس کے کردار، اخلاق، زہد و تقویٰ اور دیانت و صداقت کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

یہ سلسلہ مزید مربوط اور منظم ہوتا چلا گیا حتی کہ فن اسماء الرجال میں با قاعدہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور اس فن میں جن محدثین نے ابتدائی اور بنیادی کتب تالیف کیں ان میں لیث بن سعد، یحییٰ بن معین اور امام بخاری رحمہم اللہ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

امام بخاریؒ نے اس فن میں "التاریخ الکبیر"، "التاریخ الاوسط"، "التاریخ الصغیر"، "الکنی" اور "الضعفا الکبیر والصغیر" وغیرہ تالیف کیں۔

امام بخاریؒ کا شمار ان مایہ ناز محدثین کرام میں ہوتا ہے جو احادیث کے متون کے ساتھ ساتھ ان کی اسناد اور رجال اسناد کے احوال میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ابتداء ہی سے متن حدیث اور سند حدیث پر توجہ دی اور ان میں مہارت تامہ حاصل کی، آپؒ کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی جب آپ نے اپنے استاد کی بیان کردہ سند میں غلطی کی نشاندہی کر کے تمام حاضرین مجلس کو چونکا دیا تھا۔

یہ مقالہ فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی کاوشوں کے متعلق: "فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات" کے عنوان سے لکھا جا رہا ہے۔

تعارف موضوع

یہ مقالہ علوم حدیث کی اہم شاخ فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی خدمات پر مشتمل ہے

تحدید کار: یہ مقالہ علوم دینیہ میں سے علوم حدیث کے متعلق ہے، حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: سند اور متن اس تحقیقی مقالہ کا تعلق حدیث کے پہلے حصہ "سند" سے جس کو ابن حجر نے "طریق المتن" کا نام دیا ہے۔

سند: رجال کے اس سلسلہ کا نام ہے جس سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ فلاں حدیث کس کس واسطے سے ہو کر ہم تک پہنچی ہے۔

اب ان واسطوں یعنی رجال سند کے متعلق معلومات جمع کر کے ان کے ثقہ یا عدم ثقہ ہونے کے متعلق چھان بین اور تحقیق وتفتیش کرنا ہی "فن اسماء الرجال" ہے۔

اس فن کی بنیاد اور ارتقاء میں محدثین کی ایک بڑی جماعت نے خدمات سرانجام دیں۔

لیکن! اس مقالہ میں صرف امام بخاریؒ کی خدمات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

یوں مقالہ کا عنوان یہ بنے گا:

عنوان مقالہ:

"فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات"

اہمیت موضوع

حدیث شریعت اسلامیہ کا ماخذ اور قرآن کریم کی توضیح وتشریح ہے حدیث کی خدمت اور حفاظت درحقیقت اسلام کی خدمت اور حفاظت ہے اور فن اسماء الرجال حفاظت حدیث ہی کا دوسرا نام ہے۔

یوں فن اسماء الرجال گویا حفاظت دین اسلام ہے، جس سے "فن اسماء الرجال" کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

اور فن اسماء الرجال میں جن لوگوں نے بنیادی کردار ادا کیا ان میں ایک نام محمد بن اسماعیل البخاری کا ہے جن کی کتب اور بالخصوص التاریخ الکبیر اس فن کی بنیادی کتاب ہے جو بعد والے محدثین کے لئے بنیادی مصدر ومرجع کی حیثیت اختیار کر گئی، جس سے "فن اسماء الرجال" میں خدمات سر انجام دینے والے محدثین میں امام بخاریؒ کی قدر ومنزلت اور اہمیت خوب واضح ہے۔

یوں ہر دو لحاظ سے یہ عنوان:

"فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات"

ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

امام بخاریؒ کی عمومی خدمات یا علم الجرح والتعدیل پر درج ذیل کام ہوا ہے:

☆امام بخاری بحیثیت فقیہ، رفعت پروین، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، پی ایچ ڈی

☆الجرح والتعدیل امام ترمذی، غزل کاشمیری، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، ۱۹۷۴ء، ایم اے

☆علم جرح وتعدیل کے تاریخی ارتقاء (چوتھی صدی ہجری تک) کا تحقیقی جائزہ، محمد خالد سیف، علامہ اقبال یونیورسٹی ،اسلام آباد ۲۰۰۵ء۔ایم فل۔

☆فقہ اسلامی اور امام بخاریؒ کی فقہی خدمات، حافظ محمد یونس، جامعہ سندھ جامشورو، ۱۹۹۴ء، پی ایچ ڈی۔

☆منہج الامام البخاری فی تصحیح الاحادیث وتعلیلها (من خلال الجامع الصحیح)، ابوبکر کافی، جامعہ الامیر عبدالقادر للعلوم الاسلامیہ بقسطنطینیة الجزائر، ۱۴۱۸ھ، ماجستیر۔

☆منہج الامام البخاری فی الجرح والتعدیل محمد سعید حوی مجلس کلیۃ العلوم، جامعہ بغداد، ۱۹۹۶ء، پی ایچ ڈی۔

آخر الذکر مقالہ حاصل کرنے کے لئے باحث نے جامعہ بغداد کے لائبریری انچارج سے بذریعہ ای میل رابطہ کیا جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ مقالہ لائبریری میں ہارڈ کاپی کی شکل میں تو موجود ہے لیکن سافٹ کاپی میسر نہیں۔

اسباب اختیار موضوع

☆علوم حدیث کی اہمیت اوران میں سے فن اسماء الرجال کے مقام ومرتبہ کی بناء پر اس موضوع کو اختیار کیا۔

☆علم الرجال حفاظت حدیث کی ایک بنیادی شکل ہے، یوں حدیث کے شرف ومنزلت اور اس کی نبی مکرمﷺ کی طرف نسبت کی وجہ سے سعادت دارین کے حصول کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا۔

☆پاکستان میں اور بیرون ملک مشہور جامعات میں میری اطلاع کے مطابق اس موضوع پر کام نہیں کیا گیا، جرح وتعدیل یا امام بخاری کی خدمات کے حوالے سے مقالہ جات موجود ہیں لیکن فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی خدمات اور آپ کا اپنی رجال پر بنیادی کتب میں منہج واسلوب پر ابھی تک کام نہیں ہوا۔

☆یہ مقالہ پاکستان کی قومی زبان اردو میں لکھا جارہا ہے، یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اردو زبان میں یہ واضح کیا جائے کہ فن اسماء الرجال کیا ہے، اس کے مقاصد اوراہمیت کیا ہے، اوراس عظیم فن میں امام بخاریؒ کی خدمات کیا ہیں تا کہ عربی زبان سے نابلد احباب بھی اس علم اور امام موصوفؒ کے کارہائے نمایاں سے آگاہ ہوسکیں۔

طریق تحقیق

اس مقالہ میں تحقیق کا انداز بیانیہ ہوگا۔

تقسیم کار

یہ مقالہ تین ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول: فن اسماء الرجال اور امام بخاریؒ کا تعارف

فصل اول: تعارف امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

مبحث اول: امام بخاری کا نام ونسب اور خاندانی پس منظر

مبحث ثانی: ابتدائی تعلیم اور تحصیل علم کے لئے سفر

مبحث ثالث: علمی مقام ومرتبہ

مبحث رابع: امام بخاریؒ کے شیوخ کا تذکرہ

مبحث خامس: امام بخاریؒ کے تلامذہ

مبحث سادس: وفات وتدفین

فصل ثانی: فن اسماء الرجال کا تعارف، اہمیت، جواز اور ارتقاء

مبحث اول: فن اسماء الرجال کا تعارف

مبحث ثانی: فن اسماء الرجال کی اہمیت وضرورت

مبحث ثالث: فن اسماء الرجال کا قرآن، حدیث اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل سے ثبوت

مبحث رابع: بحیثیت فن ابتداء وارتقاء

فصل ثالث: کتب رجال کی اقسام اور تراجم کے ذکر کرنے میں محدثین کا طریق کار

مبحث اول: رواۃ کے تراجم میں محدثین کا طریق کار

مبحث ثانی: اسماء الرجال پر لکھی گئی کتب اور ان کی اقسام

باب ثانی: علوم حدیث اور بالخصوص علم الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات

فصل اول: علوم حدیث اور فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی تالیفات کا تعارف

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سی کاوش کو قبولیت کا درجہ دیں اور سعادت دارین کا ذریعہ بنائیں۔آمین۔

رضوان علی بن مقصود علی

باب اول

فن اسماء الرجال اور امام بخاریؒ کا تعارف

اس باب میں امام بخاری اور فن اسماء الرجال کا تفصیلی تعارف پیش کیا جائے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

اس باب میں تین فصول ہیں جن کی تفصیل اور تقسیم درج ذیل ہے:

فصل اول: تعارف امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

فصل ثانی: فن اسماء الرجال کا تعارف ، اہمیت ، جواز اور ارتقاء

فصل ثالث: کتب رجال کی اقسام اور تراجم کے ذکر کرنے میں محدثین کا طریق کار

فصل اول

تعارف: امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمه الله تعالیٰ

یہ فصل امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعارف پر مشتمل ہے، اس میں چھ مباحث ہیں جن کی تقسیم درج ذیل ہے:

مبحث اول: امام بخاری کا نام ونسب اور خاندانی پس منظر

مبحث ثانی: ابتدائی تعلیم اور تحصیل علم کے لئے سفر

مبحث ثالث: علمی مقام ومرتبہ

مبحث رابع: امام بخاری کے شیوخ

مبحث خامس: امام بخاری کے تلامذہ

مبحث سادس: وفات

فصل اول

مبحث اول

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ونسب

مبحث اول

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ونسب

نام ،کنیت ولقب

آپ کا نام :محمد،کنیت : ابو عبداللہ ،لقب:امام المحدثین وامیر المومنین فی الحدیث ہے۔

شجرہ نسب

محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة بن بردزبه(۱) بن بذذبه(۲)

بردزبہ کے والد بذذبہ کا نام صرف علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں لکھا ہے(۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

[کان بردز فارسیا علی دین قومه](۴)

بردز اپنی قوم کے دین پر فارسی تھے۔

علامہ سبکی لکھتے ہیں :

[وقیل بدل بردذبه : الاحنف وقیل غیر ذلک](۵)

ان کو بردذبہ کی جگہ احنف اور اس کے علاوہ بھی کچھ کہا گیا ہے۔

امام بخاری نے اپنے والد گرامی کا تذکرہ یوں کیا ہے

[اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة الجعفی ابو الحسن رای حماد بن زید صافح ابن المبارک بکلتا یدیه وسمع مالکا](۶)

---

(۱)خطیب بغدادی،احمد بن علی ابوبکر ،تاریخ بغداد، ۲: ۴،دارالکتاب العربی بیروت لبنان.سن: ند

(۲)سبکی،تاج الدین ابو النصر عبد الوهاب بن علی بن عبد الکافی السبکی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیه الکبریٰ ،۲: ۲۱۲،دار احیاء الکتب العربیة.

(۳)ایضاء ۲: ۲۱۲

(۴)ابن حجر ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، هدی الساری مقدمه فتح الباری،ص:۴۷۷ ،المطبعة السلفیة ومکتبیها، ۱۲شارع الفتح بالروضة.سن :ند

(۵)طبقات الشافعیه الکبریٰ ،۲: ۲۱۲

(۶)بخاری ، محمد بن اسماعیل ، الامام ،التاریخ الکبیر ، ۱: ۳۴۲،دائرة المعارف حیدر آباد ،هند.

ترجمہ: اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرہ الجعفی ابو الحسن، انہوں نے حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، اورانہوں نے امام مالک سے سماع کیا۔

جعفی لکھے جانے کی وجہ

مغیرہ امام بخاری کے پردادا نے بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا میں آکر بود وباش اختیار کی اس وقت کا اسلامی دستور تھا کہ جو آدمی جس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتا اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا جس کو اسلام میں نسبت ولاء کہتے ہیں ۔اس لئے مغیرہ خود اوران کی آنے والی نسلیں حتیٰ کہ امام بخاری بھی جعفی کہلائے (۱)

حافظ ابن حجرؒ اور دیگر محدثین نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

[فنسب الیه (الجعفی)نسبة ولاء عملا بمذهب من یری ان من اسلم علی شخص کان ولاء ه له وانما قیل له الجعفی لذالک](۲)

پیدائش

امام بخاریؒ کی ولادت خراسان کے مشہور ومعروف شہر بخارا میں ہوئی،آپ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے (۳)

امام بخاریؒ نے یتیمی میں پرورش پائی آپکی والدہ نے آپکی تربیت کی اورآپ کے ایک بڑے بھائی بھی تھے جن کا نام [احمد] تھا (۴)

(۱)مبارک پوری ،عبدالسلام ،مولانا،سیرۃ البخاری،ص: ۴۹ ،نشریات اردو بازار،لاہور ۲۰۰۹ء.

(۲)ھدی الساری ،ص:۴۷۷ ☆الکامل ،ابن عدیؒ ا:۱۴۰

☆طبقات الشافعیه الکبریٰ،۲:۲۱۲ ☆تاریخ بغداد ،ج: ۲،ص:۶

☆ابن حجر ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری،۵:۳۸۴،دار عمار اردن ،۱۹۸۵ء .

☆ مزی، ابو الحجاج یوسف ، جمال الدین،تهذیب الکمال فی اسماء الرجال،۲۴:۴۳۱،دارالفکر للطباعةوالنشر والتوزیع بیروت لبنان،۱۴۱۴ھ.

(۳)☆تاریخ بغداد ،ج: ۲،ص:۲

☆تهذیب الکمال، ج: ۲۴،ص:۴۳۸

(۴)ذھبی ، محمد بن احمد بن عثمان الذھبی ،سیر اعلام النبلاء ، ص: ۳۹۳،،موسسة الرسالة بیروت ، ۱۴۰۳ھ .

فصل اول

مبحث ثانی

حصول علم اور تحصیل علم کے سفر

مبحث ثانی

حصول علم اور تحصیل علم کے لئے سفر

حصول علم کا آغاز

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ آپ صغیر السن ہی تھے کہ آپ کے والد وفات پا گئے (۱)

اور آپ کی کفالت وتربیت آپ کی والدہ ماجدہ ہی نے کی۔

امام بخاریؒ کی عمر دس برس سے کم تھی کہ آپ محدثین کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق (کاتب بخاری) کہتے ہیں میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ کے دل میں جس وقت حفظ احادیث کا شوق پیدا ہوا آپ کی عمر اس وقت کیا تھی؟

آپ نے فرمایا:

"عشر سنین او اقل"(۲)

ترجمہ:　　دس سال یا اس سے کچھ کم

آپ نے تحصیل علم کا آغاز اپنے شہر بخارا ہی سے کیا اور چند سالوں میں جملہ شیوخ سے استفادہ مکمل کرلیا ،آپ ابتدا ءہی سے ذہین اور ضابط تھے۔

گیارہ سال کی عمر میں شیخ کے سہو کی نشاندہی کرنا

علامہ داخلیؒ (جو بخارا میں اس وقت کے بڑے پائے کے محدث تھے)،نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی:

"سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم"

امام بخاریؒ نے عرض کیا:

"ان ابا الزبیر لم یرو عن ابرهیم"

علامہ داخلیؒ چونک اٹھے ،امام بخاری نے کہا کہ اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس کی طرف رجوع کریں علامہ داخلیؒ گھر تشریف لے گئے اصل کو ملاحظہ کیا تو امام بخاریؒ کا ٹوکنا درست نکلا علامہ داخلیؒ نے امام بخاریؒ سے پھر امتحانا پوچھا:

"کیف هو یا غلام؟"

امام بخاریؒ نے جواب دیا:

"الزبير وهو ابن عدى عن ابراهيم"

علامہ داخلیؒ نے امام بخاریؒ کی بات تسلیم کرلی۔کسی نے (بعد میں)امام بخاریؒ سے سوال کیا کہ جس وقت علامہ داخلیؒ کی آپ نے غلطی کی نشان دہی کی تھی اس وقت آپ کی اس وقت عمر کیا تھی؟

آپ نے فرمایا گیارہ برس۔(۳)

اس سے اندازہ کیاجاسکتا ہے کہ جس طرح امام بخاری کے دل میں کم سنی ہی سے احادیث یاد کرنے کا شغف پیدا ہوگیا تھا اسی طرح آپ کے دل میں کی اسنادصحت اورضعف وعلل کو پہچاننے کا شوق بھی پیدا ہو گیا تھا۔

بخارا کے علمی حلقات میں تحصیل علم

امام صاحب نے ابتدائی تعلیم :محمد بن سلام بیکندی،محمد بن یوسف بیکندی،عبداللہ بن محمد مسندی ،ہارون بن الاشعث رحمهم الله تعالىٰ وغیرہ کی درسگاہوں اورحلقات سے حاصل کی۔

امام بخاری نے بخارا کے اساتذہ سے ملنے والی تمام احادیث ازبر کرلیں انہی ایام میں علامہ سلیم بن مجاھد ایک روز امام بخاری کے استادمحمد بن سلام بیکندی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محدث رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے پہلے تم آتے تو ایک ایسالڑکا دیکھتے جس کوستر ہزاراحادیث یاد ہیں (۴)

یہ سن کرعلامہ سلیم بن مجاہدؒ آپ کی تلاش میں نکلے اور جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ آپ ہی کوستر ہزاراحادیث یاد ہیں؟ امام رحمہ اللہ نے جواب دیا جی ہاں ! مجھے اسی قدراحادیث یاد ہیں بلکہ اس سے بھی زائد اور اکثر رواۃ کی وفات ،جائے سکونت اوردیگر حالات کا پتہ بھی دے سکتا ہوں اور جوقول یافعل صحابی یا تابعی کا روایت کروں گا اس کے ساتھ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ان کا قول یافعل کس آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے(۵)

---

(۱)طبقات الشافعية للسبكي، ج:۲،ص:۲۱۳

(۲)تاريخ بغداد ،ج:۲،ص:۶

☆سير اعلام النبلاء،ج:۱۲،ص:۳۹۳

(۳)تاريخ بغداد،ج:۲،ص:۷

☆طبقات الشافعيه،ج:۲،ص:۲۱۶

☆سير اعلام النبلاء،ج:۱۲،ص:۳۹۳

(۴)هدى السارى،ص:۴۸۳

(۵)سير اعلام النبلاء،ج:۱۲،ص:۴۱۷

☆تاريخ بغداد ،ج:۲،ص:۲۴

ایک بار محمد بن سلام بیکندیؒ نے امام بخاریؒ سے کہا کہ میری کتاب کو دیکھو اور اس میں جو اغلاط ہوں ان کی تصحیح کر دو، کسی نے علامہ بیکندیؒ سے پوچھا کہ یہ کون لڑکا ہے؟ جس کو آپ اپنی کتاب کی غلطیاں درست کرنے کا فرما رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا:

"ھذا الذی لیس مثلہ"(۱)

ترجمہ: یہ ایسا انسان ہے جس کی نظیر نہیں ہے۔

علامہ بیکندی کے یہ الفاظ بھی ابن حجرؒ نے نقل کئے ہیں:

"کلما دخل علی محمد بن اسماعیل تحیرت ولا ازال خائفا"(۲)

ترجمہ: جب کبھی محمد بن اسماعیلؒ البخاری میرے پاس آتے تو میں حیرت زدہ اور محتاط رہتا۔

یہ تمام احوال اس وقت تک کے ہیں جب ابھی تک آپ نے بخارا سے کہیں اور تحصیل علم کے لئے سفر نہ کیا تھا۔

حصول علم کے لئے سفر

امام بخاریؒ نے اپنی عمر کے سولہویں سال تک اپنے ہی ملک کے اساتذہ سے تحصیل علم کیا وطن سے فارغ ہو کر پہلے آپ نے ملک حجاز کا قصد کیا جو علوم اسلامیہ کا ماویٰ اور رسول اللہ ﷺ کا مسکن تھا یوں آپ نے ۲۱۰ھ میں حصول علم کی خاطر پہلی رحلت کی (۳)

کاتب ابن ابی حاتمؒ وراق نے بیان کیا کہ امام بخاریؒ نے فرمایا: جب میری عمر ۱۶ برس ہوئی تھی تو میں نے عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیعؒ کی تصنیفات کو ازبر کر لیا اور اہل الرائے کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لیا پھر میں نے اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کیلئے حجاز کا سفر کیا (۴)

---

(۱) تاریخ بغداد، ج: ۲، ص: ۲۴
☆ھدی الساری، ص: ۴۸۳
(۲) ھدی الساری، ص: ۴۸۳
☆سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۴۱۷
(۳) ھدی الساری، ص: ۴۷۸
(۴) سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۳۹۳
☆طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج: ۲، ص: ۲۱۶
☆تاریخ بغداد، ج: ۲، ص: ۷
☆ھدی الساری، ص: ۴۷۸

مکہ میں آپ نے دوسال تک ابو الولید احمد بن الازرقی ،عبداللہ بن یزید ،اسماعیل بن سالم الصائغ،ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر رحھم اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء سے استفادہ کیا۔مکہ کے بعد آپ نے مدینہ کا رخ کیا اور ۲۱۲ھ میں مدینہ پہنچے اور یہاں : ابراھیم بن المنذر، مطرف بن عبداللہ ،ابراھیم بن حمزہ، ابو ثابت محمد بن عبید اللہ ، عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی رحمھم اللہ اور دیگر شیوخ سے کسب فیض کیا۔اسی سفر میں آپ نے مدینہ میں اپنی مایہ ناز تصنیف ﴿التاریخ الکبیر﴾ کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا (۱)

مدینہ طیبہ کے بعد آپ نے بصرہ کا قصد کیا مقدمۃ الفتح میں آپ کا قول کا یوں منقول ہے:

"دخلت...الی البصرۃ اربع مرات"(۲)

یہاں آپ نے محمد بن سنا ن ،امام عار م ،ابو الولید الطیالسی ، سلیمان بن حرب ، محمد بن عرعرہ، عفان بن مسلم ، حرمی ابن عمارہ ،بدل بن محبر ،صفوان بن عیسیٰ ، ابو عاصم النبیل اور دیگر اساتذہ رحمھم اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا

بصرہ کے بعد آپ کوفہ تشریف لے گئے کوفہ کے متعلق امام رحمہ اللہ کا قول ہے:

"ولا احصی کم دخلت الی الکوفۃ والبغداد مع المحدثین"(۳)

ترجمہ: میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں کتنی بار کوفہ اور بغداد میں محدثین کے پاس گیا۔

کوفہ میں جن شیوخ سے آپ نے استفادہ کیا ان کے نام امام نوویؒ نے یوں ذکر کئے ہیں:

"عبید اللہ بن موسیٰ ، انو نعیم احمد بن یعقوب، اسماعیل بن ابان ،الحسین بن ربیع ،خالد بن مخلد ،سعید بن حفص ،طلق بن غنام، عمر بن حفص ،عروہ ،قبیصہ بن عقبہ،ابو غسان" (۴)

انہی ایام میں سلطنت عباسیہ کی علمی قدر افزائی کی وجہ سے بغداد مرجع علوم بنا ہوا تھا لہذا آپ نے متعدد بار بغداد کا سفر کیا اور امام احمد بن حنبلؒ محمد بن عیسیٰ الطباعؒ محمد بن سابقؒ سریج بن النعمانؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا۔اس کے علاوہ آپ

---

(۱)سیر اعلام النبلاء، ۱۲ : ۴۰۰
☆تاریخ بغداد، ج: ۲، ص:۷
☆ھدی الساری، ص:۴۷۸
(۲)تغلیق التعلیق، ۵:۳۸۸
(۳)ھدی الساری، ص:۴۷۸
☆تغلیق التعلیق، ۵:۴۷۸
(۴) نووی ، محی الدین بن شرف النووی ، ابو زکریا ، تھذیب الاسماء و اللغات،امام نووی، ۱ : ۶۷ ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ، سن : ندارد

نے شام ،مصر،جزیرہ اور خراسان کے اقطاع ومضافات میں واقع :مرو،بلخ ،ہرات،نیشاپور،رے،سمرقند اور تاشقند وغیرہ میں موجود شیوخ سے علم حاصل کیا۔تاریخ بغداد میں مرقوم ہے:

"رحل البخاری الی محدثی الامصار وکتب بخراسان والجبال ومدن العراق کلها وبالحجاز والشام ومصر و ورد بغداد دفعات"(۱)

ترجمہ:امام بخاری نے مختلف ملکوں کے محدثین کی طرف سفر کیا، اور خراسان ،عراق، حجاز ،شام ،مصر کے محدثین سے احادیث لکھیں، اور کئی بار بغداد میں تشریف لائے۔

(۱)تاریخ بغداد،۲: ۴

فصل اول

مبحث ثالث

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا زہد وتقویٰ

مبحث ثالث

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا زہد وتقویٰ

جہاں پر اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو حدیث کے متن وسند میں مہارت اور کمال حافظہ عطا کیا تھا اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے اپنے اس پسندیدہ بندے کو اعمال صالحہ اور نیکی وبھلائی کی بھی خوب توفیق سے نوازا تھا، امام بخاری ایک عالم باعمل اور شب خیزی کرنے والے زاہد وعابد بھی تھے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور عنایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بیک وقت علم وکمال اور زہد وتقویٰ جیسی عظیم نعمتوں سے نوازے۔

مندرجہ ذیل سطور میں آپ کی حیات سعیدہ سے کچھ ایسے واقعات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن سے امام موصوف کے زھدو ورع، عجز وانکساری، خودی، صبر واستقامت، قناعت اور عمدہ اخلاق کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

محمد بن ابی حاتم وراقؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک بار طالبعلمی کے زمانہ میں آدم بن ابی ایاسؒ (آپ کے شامی اساتذہ سے ہیں) کے پاس جانے میں راہ کا خرچ ختم ہوگیا تو میں نے کئی روز گھاس کھا کر گزار دیئے، کسی کو اس بارے بتلایا نہ کسی سے سوال کیا جب تیسرا دن ہوا تو میرے پاس ایک اجنبی آیا اس نے مجھے اشرفیوں کی ایک تھیلی تھما دی اور کہا کہ اسے اپنی ذات پر خرچ کرو(۱)

امام ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ: ایک مرتبہ آپ بیمار پڑ گئے علاج کے لئے طبیب کو آپ کا قارورہ دکھایا گیا تو اس نے قارورہ دیکھ کر کہا یہ قارورہ تو ان درویشوں کے قاروروں سے مشابہ ہے جو روٹی کے ساتھ سالن کا استعمال نہیں کرتے اور جن کا گزران صرف خشک روٹی ہی پر ہوتا ہے آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے تصدیق کی اور بتلایا کہ میں نے تو چالیس سال سے سالن نہیں کھایا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں سالن تجویز کیا ہے، یہ سن کر آپ نے علاج سے انکار کر دیا ان کے شیوخ اور دیگر اہل علم نے مجبور کیا تو روٹی کے ساتھ شکر کھانی منظور کی(۲)

ایک روز ابو معشر ضریر سے فرمایا: اے ابو معشر مجھے معاف کر دو، اس نے حیران ہو کر پوچھا کس بات کی معافی؟ تو آپ نے فرمایا ایک دن آپ خوشی میں حدیث بیان کر رہے تھے اور فرط مسرت سے سر اور ہاتھوں کو ہلا رہے تھے یہ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی ابو معشر نے عرض کی:

"انت فی حل رحمک اللہ"(۳)

---

(۱)طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ۲:۲۲۷

(۲)ھدی الساری، ص:۴۸۱

☆تغلیق التعلیق، ج:۵، ص:۳۹۸

(۳)سیر اعلام النبلاء، ج:۱۲، ص:۴۴۴

اللہ تجھ پر رحم کرے تجھے اجازت ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپکی داڑھی سے ایک تنکا نکال کر وہیں مسجد میں پھینک دیا تو آپ نے لوگوں سے نظر بچا کر وہ تنکا اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا اور بعد میں اسے مسجد سے باہر ڈال دیا (۱)

محمد بن ابی حاتم وراق نے بیان کیا کہ کتاب التفسیر لکھتے وقت رات میں پندرہ بیس بار اٹھتے چراغ جلا کر حدیثوں پر نشان دیتے حالانکہ ان کے پاس میں موجود ہوتا تھا، ایک روز میں نے عرض کی کہ آپ مجھے کیوں نہیں جگا دیتے ؟ میں چراغ جلایا کروں یا جو کام ہو مجھے فرمایئے ۔آپ نے فرمایا:

"انت شاب فلا ارید ان افسد علیک نومک" (۲)

تو تو جوان ہے اور میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تیری نیند میں خلل ڈالوں۔

امام بخاری عالم وزاہد ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے تیر انداز بھی تھے کیونکہ اس احادیث میں اہمیت بہت زیادہ وارد ہوئی ہے۔ وراق نے بیان کیا :میں نے دو مرتبہ کے سوا کبھی امام بخاری کا تیر خطا ہوتے نہیں دیکھا حالانکہ میں مدتوں ان کی صحبت میں رہا (۳)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہم لوگ (وراق اور امام بخاری وغیرہ) فربر سے تیر اندازی کے لئے نکلے اور تیر اندازی شروع ہوئی ،اتفاقا امام بخاری کا تیر ایک (نہر کے) پل کی میخ پر جا کر لگا اور پل کو اس سے نقصان ہوا ،آپ سواری سے اتر کر پل کے پاس گئے اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا ابو جعفر تم اس پل کے مالک کے پاس جاو اور کہو کہ ہم سے تمھارا پل خراب ہوگیا ہے اگر اجازت دو تو ہم اس کو ٹھیک کر کے بنا دیں یا ہم سے اس کی قیمت وصول کر لو اور ہمارا قصور معاف کر دو ۔پل کے مالک نے کہا کہ امام بخاری کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اگر پل کو نقصان ہوا تو کوئی بڑی بات نہیں میری ساری دولت آپ پر قربان ہے آپ پریشان مت ہوں ،امام بخاری یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور اس خوشی میں آپ نے تین سو درہم غرباء اور مساکین کو تقسیم کئے اور پانچ سو احادیث روایت کیں (۴)

---

(۱) تاریخ بغداد، ج: ۲، ص: ۱۳
☆ھدی الساری، ۴۸۱
(۲) تاریخ بغداد ، ج: ۲، ص: ۱۳
☆طبقات الشافعیه الکبری، ج: ۲، ص: ۲۲۰
(۳) سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۴۴۴
☆طبقات الشافعیه الکبری، ج: ۲، ص: ۲۲۲
(۴) سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۴۴۳
☆ھدی الساری، ص: ۴۸۱
☆تغلیق التعلیق، ج: ۵، ص: ۳۹۲

امام بخاری کے والد گرامی نے ترکہ میں آپ کے لئے بہت زیادہ سرمایہ چھوڑا تھا جس کو امام بخاری مضاربت پہ لگاتے تھے ۔اس سرمائے کو آپ اپنے سے زیادہ دوسروں پر خرچ کرتے (جیسا کہ گزر چکا کہ آپ نے چالیس سال تک روٹی کے ساتھ سالن تک نہیں کھایا اور بعض علمی رحلات میں گھاس تک کھا کر گزارا کیا) بالخصوص اس کو طالبعلموں پر خرچ کرتے تھے اوررفاہ عامہ کے کام کرواتے ۔

آپ نے اپنے شہر بخارا کے باہر مہمان خانہ بنوانے کا کام شروع کروایا اور تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ مل کر خود اینٹیں اٹھاتے رہے اور سر پہ اینٹیں رکھ کر معماروں کو دیتے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ آپ کو اس مشقت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا

[هذاالذی ینفعنی]

یہی تو وہ کام ہے جو (قیامت کے دن) مجھے فائدہ دے گا(۱)

امام بخاری کی خدادادقوت حافظہ

امام بخاری کو اللہ تعالٰی نے انتہائی قوی اور بے مثال قوت حافظہ سے نوازا تھا ،آپ کی قوت حافظہ کے بارے کئی واقعات ملتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل واقعہ سے آپ کی اس خداداد صلاحیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاریؒ جب بغدادتشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے آپ کا چرچا تو سن ہی رکھا تھا لہذا انہوں نے آپ کا امتحان لینے کا پروگرام بنایا اور ایک سو احادیث کی اسناد کو آپس میں خلط ملط کر دیا اور یہ دس طلباء کو دس دس احادیث یاد کروا دیں ۔امام بخاری جب تشریف لائے تو انہوں نے مجمع عام میں باری باری اپنی احادیث سنائیں امام بخاری ہر حدیث سن کر یہ فرماتے [لا اعرفه] وہ اگلی حدیث سناتا آپ اس کے متعلق بھی یہی فرماتے حتیٰ کہ دس کے دس طلباء نے احادیث سنا لیں ۔مجمع میں عامۃ الناس نے سمجھا کہ اس کو تو کسی حدیث کا بھی علم نہیں ہے یہ کیسا محدث ہے؟ پھر امام بخاری کھڑے ہوئے اور پہلے طالبعلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"اما حدیثک الاول فبهذا الاسناد خطا وصوابه کذا"

آپ نے جو پہلی حدیث سنائی وہ یہ ہے (آپ نے اس کی غلط سنائی ہوئی حدیث اسی طرح پڑھ ڈالی)اور یہ اس سند کے ساتھ درست نہیں جبکہ درست اس سند کے ساتھ ہے ۔ یوں آپ نے ان دس حفاظ کی ہر ہر غلط سند والی حدیث اسی ترتیب

---

(۱)سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۴۵۰

☆تغلیق التعلیق، ج:۵،ص:۳۹۸

☆هدی الساری، ص:۴۸۱

کے ساتھ سنائی اور ساتھ اس کی تصحیح کر کے صحیح سند سے بھی آگاہ کیا۔یوں سارا مجمع اور اہل بغداد آپ کی ذکاوت اور تبحر علمی سے مرعوب ہو گئے اور انہیں آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا یقین آگیا(۱)

(۱)تاریخ بغداد،۲: ۲۰، ۲۱

فصل اول

مبحث رابع

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کرام کا تذکرہ

مبحث رابع

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کرام کا تذکرہ

امام بخاری نے صغرسنی ہی سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، ابتداء میں آپ نے بخارا کے اساتذہ کرام سے بنیادی علوم اور علم حدیث حاصل کیا، اس کے بعد آپؒ نے پہلا سفر مکہ مکرمہ اور اس کے بعد متعدد ملکوں کی طرف علم حاصل کرنے کے لئے سفر کئے اور متعدد اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا۔

اساتذہ کرام کی تعداد بارے امام بخاری کا اپنا ہی قول ہے جس کو محدثین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ:

"قال البخاری : كتبت عن الف وثمانين نفسا ليس فيهم الا صاحب حديث" (۱)

ترجمہ:امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) لوگوں سے کتابت حدیث کی جو کہ تمام کے تمام صاحب حدیث تھے (یعنی محدثین تھے)۔

تاریخ بغداد میں آپ کا علم حاصل کرنے کے لئے مختلف شہروں اور ملکوں کے اساتذہ کرام کے پاس جانا یوں ذکر کیا گیا ہے:

"رحل فی طلب العلم الی سائر محدثی الامصار ، وكتب بخراسان ، والجبال ، ومدن العراق كلها ، وبالحجاز ، والشام ، ومصر. " (۲)

ترجمہ:آپ نے طلب علم کے لئے تمام شہروں کے محدثین کی طرف سفر کیا، اورخراسان، جبال،عراق کے شہروں اور حجاز اور شام ومصر کے محدثین سے احادیث لکھیں۔

امام ذہبی نے امام بخاری کے شیوخ و اساتذہ کو بڑے عمدہ انداز میں شہروں اور علاقوں کے لحاظ سے تقسیم کر کے ذکر کیا ہے جن کومختصر انداز میں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

بخارا میں امام بخاری کے اساتذہ کرام:

☆عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی المسندیؒ

☆محمد بن سلام البیکندیؒ اوران کے علاوہ اور کافی شیوخ (۳)

(۱)جمال الدین ، محمد القاسمی الدمشقی ، الشیخ ، حیاۃ البخاری ، ص:۱۲ ، دارالنفائس ، بیروت ،لبنان ، ۱۴۱۲ھ

(۲) تاریخ بغداد ، ۲:۴

(۳) سیر اعلام النبلاء ، ترجمہ نمبر: ۴۹۲۹

بلخ میں جن سے کسب فیض کیا

☆مکی بن ابراہیمؒ (۱)

مرو میں امام بخاری کے شیوخ

☆عبدان بن عثمانؒ

☆علی بن الحسن بن الشقیقؒ

☆صدقہ بن الفضلؒ و دیگر (۲)

نیشاپور میں جن سے علم حاصل کیا

☆یحیٰی بن یحیٰیؒ و دیگر (۳)

رے میں امام بخاری کے استاد

☆ابراہیم بن موسیٰ (۴)

بغداد میں امام بخاری کے شیوخ

☆محمد بن عیسیٰ الطباعؒ

☆سریج بن النعمانؒ

☆عفانؒ

☆محمد بن سابقؒ (۵)

بصرہ میں امام بخاری کے اساتذہ کرام

☆ابو عاصم النبیلؒ

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ترجمہ نمبر: ۴۹۶۹

(۲) ایضا: ۴۹۶۹

(۳)ایضا: ۴۹۶۹

(۴) ایضا: ۴۹۶۹

(۵) ایضا: ۴۹۶۹

☆عبدالرحمن بن حماد الشعیؒ

☆محمد بن عرعرةؒ

☆حجاج بن منہالؒ

☆بدل بن المحبرؒ

☆عبداللہ بن رجاءؒ ودیگر (۱)

کوفہ میں امام بخاری کے اساتذہ کرام

☆عبیداللہ بن موسیٰؒ

☆ابونعیمؒ

☆ خالد بن مخلدؒ

☆طلق بن غنامؒ

☆خالد بن یزید المقریؒ (۲)

مدینہ منورہ میں شیوخ بخاری

☆عبدالعزیز الاویسیؒ

☆ایوب بن سلیمان بن بلالؒ

☆ اسماعیل بن ابی اویسؒ (۳)

مصر میں شیوخ بخاری

☆سعید بن ابی مریمؒ

☆احمد بن اشکابؒ

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ترجمہ نمبر: ۴۹۲۹

(۲) ایضا: ۴۹۲۹

(۳) ایضا: ۴۹۲۹

☆ عبداللہ بن یوسفؒ

☆ امام اصبغؒ و دیگر (۱)

شام میں امام بخاری کے شیوخ

☆ ابو الیمانؒ

☆ آدم بن ابی ایاسؒ

☆ علی بن عیاشؒ

☆ بشر بن شعیبؒ

☆ ابو المغیرۃ عبدالقدوسؒ

☆ احمد بن خالد الوھبیؒ

☆ محمد بن یوسف الفریابیؒ

☆ ابو مسہرؒ و دیگر (۲)

ابن مندہ الاصبھانی نے اسامی مشائخ الامام البخاریؒ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کو ابن مندہ نے الفبائی ترتیب سے مرتب کیا ہے اور اس میں امام بخاری کے ۳۰۶ اساتذہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔(۳)

یہ امام بخاری کے اساتذہ کرام کا مختصر تذکرہ ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ امام بخاری نے ایک ہزار سے زائد ایسے اساتذہ کرام سے سماع و کتابت حدیث کی جو مایہ ناز اور مقبول محدثین کرام تھے جن کا مختلف کتب رجال میں تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے، علامہ مزی نے بھی تفصیل کے ساتھ امام موصوف کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء، ترجمہ نمبر: ۴۹۲۹

(۲) ایضا: ۴۹۲۹

(۳) ابن مندہ، محمدبن اسحاق، الاصبھانی، اسامی مشائخ الامام البخاری، مکتبۃ الکوثر، المملکۃ العربیہ السعودیۃ، ۱۴۱۲ھ

فصل اول

مبحث خامس

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ

مبحث خامس

امام بخاریؒ کے تلامذہ

امام بخاری کے تلامذہ کا سلسلہ غیر محدود نظر آتا ہے

امام فربری کہتے ہیں کہ امام المحدثین سے بلا واسطہ نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) محدثین نے صحیح بخاری کی سماعت کی (۱)

آپ کی درسگاہ میں آپ کے قدیم شیوخ بھی آکر زانوائے تلمذ تہ کرتے اور آپکے دروس ضبط کرتے (۲)

امام ذہبی نے "جزء فيه ترجمة البخاری" کے نام سے آپؒ کے مکمل تعارف پر ایک رسالۃ قلم بند کیا ہے، جس میں وہ امام بخاری کے تلامذہ کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"حدث عنه خلائق" (۳)

ترجمہ: امام بخاری سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے امام بخاری کے تلامذہ سے چند اہم کے نام بھی درج کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆امام مسلم بن الحجاجؒ

☆ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

☆ابو حاتمؒ الرازی

☆ابن ابی الدنیاؒ

☆ابراہیم الحربیؒ

☆ صالح جزرةؒ

☆ابن خزیمہؒ

☆ ابراہیم بن معقل النسفیؒ

☆محمد بن یوسف الفربریؒ

---

(۱)تاریخ بغداد، ۲: ۹

☆سیر اعلام النبلاء، ج: ۱۲، ص: ۳۹۸

(۲)ھدی الساری، ص: ۴۹۲ ☆تغلیق التعلیق، ۵: ۴۳۷

(۳)الذھبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابو عبداللہ، جزء فیہ ترجمۃ البخاری، ص: ۳۶

☆محمد بن سلیمان بن فارسؒ

☆عبداللہ بن الاشقرؒ

☆ابن ابی داودؒ

☆القاضی المحاملیؒ

☆محمود بن عنبرؒ

☆منصور بن محمد البز دویؒ (۱)

کیا امام نسائی نے امام بخاری سے سماع کیا؟

امام بخاری کی سیرت پر لکھی گئی کچھ کتب میں امام نسائی کو بھی امام بخاری کے تلامذہ میں ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ برصغیر سے طبع ہونے والی کتاب ''سیرۃ البخاری'' میں مرقوم ہے، لیکن امام ذہبی کے اس کے رائے کی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وقیل : ان النسائی روی عنه فی الصیام من ((سننه)) ، ولم یصح لکن قد حکی النسائی فی کتاب الکنیٰ له اشیاء عن عبدالله بن احمد الخفاف ، عن البخاری" (۲)

ترجمہ: اور یہ کہا گیا ہے کہ امام نسائی نے اپنی سنن میں روزے کے بارے امام بخاری سے روایت کیا ہے، اور یہ بات درست نہیں ہے، تاہم امام نسائی نے اپنی کتاب الکنی میں امام بخاری سے کچھ چیزیں ذکر کی ہیں اور وہ بھی عبداللہ بن احمد الخفاف کے واسطے سے۔

---

(۱) جزء فیه ترجمة البخاری، ص: ۳۶،۳۷

(۲) سیر اعلام النبلاء، ترجمه نمبر: ۲۹ ۴ ۹

فصل اول

مبحث سادس

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات

مبحث سادس

امام بخاریؒ کی وفات

امام بخاری رحمہ اللہ کے وفات کے ایام کا بیان کافی تفصیل طلب ہے ذیل میں اس کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے: خالد بن احمد ذہلی حاکم بخارا نے آپکو پیغام بھیجا کہ آپ حرم شاہی میں آکر مجھے بخاری پڑھائیں آپ نے اس کو محدثین کی شان کے خلاف قرار دے کر جانے سے انکار کر دیا جس وجہ سے وہ آپ کا مخالف ہوگیا اور اس نے آپ کے ہم عصر کی آپ سے مخالفت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ پر خلق قرآن کے عقیدہ کا الزام لگوایا جس سے امام بخاری کے حامی اور مخالفین کے درمیان ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔خالد بن احمد ذہلی نے اس کو بنیاد بنا کر آپ کو شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام رحمہ اللہ بخارا سے نکل کر بیکند پہنچے لیکن وہاں بھی ہنگامہ ہوا اور اہل بیکند دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ،آپ نے وہاں سے بھی کوچ کا ارادہ کیا اہل سمرقند کو خبر ہوئی تو انہوں نے آپ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی آپ نے دعوت قبول کی اور سمرقند سے ۳ فرسخ پر واقع خرتنک میں اپنے عزیز کے گھر رہائش اختیار کر لی محمد بن ابی حاتم رواق نے غالب بن جبریل (جس عزیز کے گھر آپ نے قیام کیا تھا) کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے بیان کیا: امام بخاری صحیح اور تندرست تھے مگر چند روز بعد بیمار ہو گئے اور ان ہی ایام میں سمرقند والوں کی طرف سے بہت زیادہ زور دیا گیا کہ آپ سمرقند تشریف لے آئیں ،آپ نے حالت مرض ہی میں جانا منظور کر لیا لیکن جب امام رحمہ اللہ کو علم ہوا کہ بخارا کا فتنہ سمرقند بھی پہنچ گیا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''اللهم انه قد ضاقت علی الارض بما رحبت،فاقبضنی الیک''

اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے مجھ پر تیری زمیں کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی ہے ،اختلاف کے بعد سمرقندیوں نے اس الزام کے غلط ہونے پر اتفاق کر لیا اور آپ کے سمرقند لے جانے پر بہت زور دیا آپ نے سواری طلب کی اور چلنے کے لئے تیار ہوگئے موزے پہنے ،عمامہ باندھا،میں (غالب بن جبریل)اور دوسرے آدمی نے آپ کو سہارا دیا آپ سواری کی طرف تقریباً بیس قدم ہی چلے ہوں گے کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو مجھ میں ضعف بڑھ رہا ہے ،آپ نے وہاں دعائیں کیں اور لیٹ گئے اور آپ کی روح پرواز کر گئی،آپ نے شب عید الفطر ۲۵۶ھ کو ۱۳دن کم ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔وفات کے وقت آپ کے بدن سے بہت زیادہ پسینہ جاری ہوا جو مسلسل جاری رہا یہاں تک کہ ان کو کفن میں لپیٹ دیا گیا (۱)

---

(۱)طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ۲:۲۳۳

☆ ھدی الساری،ص:۴۹۳

☆تغلیق التعلیق، ۵:۱ ۴۴

امام بخاری کی تدفین

آپ کو اسی بستی خرتنگ میں عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر دفن کیا گیا اور دفن کرنے کے بعد آپ کی قبر سے سفید ہیولا اٹھا جو آسمان تک چلا گیا اور آپ کی قبر سے [مسک] سے بھی اچھی خوشبو پھوٹنا شروع ہوئی جس لوگوں میں جب چرچا ہوا تو لوگوں نے قبر کی مٹی اٹھانا شروع کر دی حتی کہ قبر ننگی ہوگئی، پھر آپ کی قبر پر لکڑی کا مضبوط جال رکھ کر اس کی حفاظت کی گئی تو لوگوں نے اس قبر کے اردگرد کی مٹی اٹھانا شروع کر دی اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔امام بخاری کے مخالفین کو جب اس سب کا علم ہوا تو انہیں شدید ندامت ہوئی اور ان میں بعض تو آپ کی قبر پر آکر باقاعدہ معافی مانگتے رہے(۱)

علامہ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ **عبدالواحد بن آدم الطواویسی** کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں نبی مکرم ﷺ کو دیکھا ک آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ایک جگہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں میں سلام کر کے عرض کیا کہ کس کا انتظار ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا [**انتظر محمد بن اسماعیل**] کہ میں محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں ۔چند روز کے بعد جب امام بخاری کے انتقال کی خبر مجھے معلوم ہوئی تو میں نے اپنے خواب اور وقت کو ملایا تو امام رحمہ اللہ کے انتقال کا وہی دن اور وقت تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا ۔(۲)

امام بخاری کی مدح اور فضیلت میں آپ کے معاصرین ،آپ کے شیوخ اور متاخرین محدثین کے بہت زیادہ اقوال منقول ہیں جو ایک تفصیلی مقالہ کے متقاضی ہیں ۔

---

(۱)سیر اعلام النبلاء، ۱۲ :۴۶۷

☆طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ۵:۲۳۳

☆ھدی الساری ،ص:۴۹۳

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، تھذیب التھذیب، ۵: ۳۵۴، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ، فی الھند حیدرآباد الدکن. ۱۳۲۵ھ.

☆تغلیق التعلیق، ۵:۱۴۱

(۲)تاریخ بغداد، ۲: ۳۴

☆تھذیب الکمال، ۲۴:۴۶۶

☆سیر اعلام النبلاء، ۱۲ :۴۶۸

☆طبقات الشافعیہ الکبریٰ ، ۲: ۲۳۲

☆ھدی الساری، ص:۴۸۴

☆تغلیق التعلیق، ۵:۴۴۱

ماحاصل فصل اول

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیر ۃ بن بردزبۃ البخاری ۔ سن ولادت : ۱۹۴ھ۔

۲۔امام بخاریؒ دس سال سے کم عمر کے تھے کہ آپ نے علم حاصل کرنا شروع کردیا ، ابتداء بخارا کے اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا پھر مکہ ، مدینہ اور دیگر بلاد کا رخ کیا اور حفظ وضبط میں شہرت دوام حاصل کی ۔

۳۔ آپ انتہائی زاہد ، متقی ، منکسر المزاج ، نحیف البدن اور متن وسند ہر دو کے ماہر و حافظ تھے۔

۴۔آپ کے اساتذہ کرام کی تعداد ایک ہزار سے زائد اور تلامذہ کا سلسلہ غیر محدود ہے ۔

۵۔آپ نے ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور سمرقند کے قریب خرتنک نامی بستی میں مدفون ہوئے ۔

باب اول

فصل ثانی

فن اسماء الرجال کا تعارف ، اہمیت، جواز اور ارتقاء

اس فصل میں فن اسماء الرجال کا تعارف پیش کیا جائے گا، یہ فصل کل ۴ مباحث پر مشتمل ہے جن کی فہرست یوں ہے:

مبحث اول: فن اسماء الرجال کا تعارف

مبحث ثانی: فن اسماء الرجال کی اہمیت وضرورت

مبحث ثالث: فن اسماء الرجال کا جواز (قرآن ،حدیث اور خلفائے راشدین کا طرز عمل)

مبحث رابع: بحثیت فن ابتدا اور ارتقاء (تابعین کا دور)

فصل ثانی

مبحث اول

تعارف فن اسماء الرجال

☆فن اسماء الرجال سے مراد، اس کا موضوع اور غرض و غایت

☆ سند کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

☆ جرح و تعدیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

مبحث اول

تعارف فن اسماء الرجال

فن اسماء الرجال کا معنی ومفہوم

فن اسماء الرجال ،علوم حدیث کی ایک اہم شاخ ہے یہ بات واضح رہے کہ حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے :
۱۔سند ۲۔متن۔

کسی متن کی صحت اور عدم صحت کے بارے فیصلہ کرنے کے لئے ایک اہم اور بنیادی ذریعہ اس متن تک رسائی دینے والی یا خبر دینے والی سند ہی ہے اسی وجہ سے ابن حجر العسقلانیؒ نے سند کو [طریق المتن] کہا ہے۔

سند کی لغوی تعریف

هو ما ارتفع من الارض ...... والجمع اسناد، وكل شيء اسندته الى شيء فهو مسند ، ويقال اسند في الجبل اذا ما صعده ، ويقال فلان سند اى معتمد (۱)

ترجمہ: وہ چیز جو زمین سے بلند ہو ۔۔۔۔اور اس کی جمع ''اسناد'' ہے ۔اور ہر وہ چیز جس کو تو کسی کے ساتھ سہارا دے وہ ''مسند'' ہے ۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''فلان سند'' ہے یعنی معتمد ہے ۔

سند کی اصطلاحی تعریف

دکتور اکرم ضیاء العمری لکھتے ہیں :

''یراد بالاسناد الطریق الموصل الی المتن''(۲)

ترجمہ: اسناد سے مراد وہ راستہ ہے جو متن تک لے جانے والا ہے۔

تدریب الروای میں یوں مرقوم ہے:

''واما السند فقال البدر ابن جماعة هو الاخبار عن طريق المتن ..... وقال ابن جماعة المحدثون يستعملون السند والاسناد لشيء واحد ''(۳)

(۱)ابن منظور، لسان العرب ، ماده ''سند'' ، دارالمعارف القاهرة.

(۲)اكرم ضياء العمري ، الدكتور،بحوث في تاريخ السنة المشرفة، ص: ۴۴ ، مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة ، ۱۳۸۷ھ

(۳)سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر ، جلال الدین ، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ص: ۵،المكتبة العلمية ، بالمدينة المنورة،۱۳۷۹ھ

ترجمہ:سند کے بارے ابن جماعۃ نے کہا کہ اس سے مراد متن کے طریق کے بارے خبر دینا ہے ---اور ابن جماعۃ نے یہ بھی کہا کہ محدثون سند اور اسناد دونوں لفظوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

الغرض سند سے مراد رواۃ حدیث کا وہ سلسلہ ہے جو چلتے چلتے حدیث کے کہنے والے تک محدثین کو رسائی دیتا ہے۔

اب کسی سند کے بارے فیصلہ کرنا کہ آیا یہ سند قابل قبول اور معتبر ہے یا نہیں ،اسی وقت ممکن ہوگا جب اس سند میں مذکور رجال کے احوال سے مکمل آگاہی حاصل ہوگی کہ آیا یہ لوگ کیسے تھے؟ ان کا عقیدہ کیسا تھا؟ ان کا حافظہ کیسا تھا؟ یہ کس زمانے میں پیدا ہوئے؟ انہوں نے کس کس استاد سے کہاں کہاں جا کر علم حاصل کیا؟ ان کا زہد وتقویٰ کیسا تھا؟ ان سے کن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا؟ دین کے معاملے میں یہ کس قدر مضبوط ، راسخ العقیدہ اور صاف گو تھے؟ ان کے اپنے علاقے اور علماء ومحدثین یعنی اہل علم میں ان کی شہرت کیسی تھی؟ کیا واقعتا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ دین جیسے اہم معاملے میں ان کی بات کو ٹھیک تسلیم کرلیا جائے،وغیرہ۔

تو رواۃ حدیث یا رجال سند کے متعلق مکمل آگاہی حاصل کرنا اور ان کے احوال کی چھان بین کرکے ان کے قابل اعتبار ہونے اورنا قابل اعتبار ہونے کا فیصلہ کرنا ہی فن اسماء الرجال ہے۔

محدثین نے علم الرجال کی اپنے اپنے انداز میں متعدد تعریفات کی ہیں ،جن سے چند کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے

فن اسماء الرجال کی تعریف

محدثین نے اپنے اپنے انداز میں فن اسماء الرجال کی تعریفات کی ہیں لیکن ان میں عمومی چیزیں مشترک ہی ہیں کہ راوی کے احوال سے واقفیت حاصل کرکے اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کرنا۔

دکتور صبحی صالح لکھتے ہیں:

"وهو علم يعرف به رواة الحديث من حيث انهم رواة للحديث" (۱)

ترجمہ:یہ ایسا علم ہے جس سے رواۃ الحدیث کی بحیثیت رواۃ جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔

محمد عجاج الخطیب نے واضح کیا ہے کہ اس فن میں رواۃ کی کس کس لحاظ سے جانچ پڑتال کی جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"بيان احوال الرواة : وكان لابد للصحابة والتابعين ومن تبعهم من معرفة رواة الحديث معرفة

---

(۱) صبحی الصالح، الدکتور، علوم الحدیث ومصطلحه، دارالعلم للملایین، بیروت لبنان، ۱۳۸۴ھ

تمکنهم من الحکم بصدقهم او کذبهم حتی یتمکنوا من تمییز الحدیث الصحیح من المکذوب"
(۱)

ترجمہ: جہاں تک تعلق ہے رواۃ کے احوال کے بیان کا تو صحابہ کرام ، تابعین عظام اور ان کے اتباع کے لئے لازمی ٹھہرا کہ وہ رواۃ حدیث کے بارے معلومات حاصل کریں ان کے صدق ، ان کے کذب کے بارے جانیں تا کہ وہ صحیح حدیث کو جھوٹی احادیث سے الگ کرنے کے قابل ہو جائیں۔

دکتور اکرم العمری نے بڑی وضاحت سے بیان کیا کہ علم الرجال کیا ہے؟

"اهتم العلماء بالتعریف بهؤلاء الرجال فمیزوهم بضبط اسمائهم و کناهم والقابهم وانسابهم لآبائهم وامهاتهم ، وذکر بعض شیوخهم وطلابهم وتسجیل رحلاتهم فی البلدان ولقائهم مع علمائها ، وبیان احوالهم واخلاقهم مماله اهمیة فی توثیقهم وتضعیفهم ، وباطلاق حکم صریح علیهم وذلک باستعمال عبارات الجرح والتعدیل ، وذکر نماذج من مرویاتهم ممایدل علی مکانتهم فی العلم وطبقتهم بین العلماء ، وضبط سنی وفیاتهم "(۲)

ترجمہ: علماء نے ان رجال (سند) کے متعلق بڑے اہتمام سے کام کیا ، اور ان کے ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے ان کے اپنے اسماء ، کنیتوں ،القابات اور ان کے آباء اجداد اور نسب ناموں کو احاطہ تحریر میں لائے ، اور انہوں نے ان کے بعض شیوخ اور تلامذہ کا تذکرہ بھی کیا ، اور ان رجال نے کن شہروں کی طرف سفر کیا اور کن علماء سے ملاقاتیں کیں یہ سب قلم بند کیا، اور ان کے حالات اور اخلاق درجہ واضح کیا جس سے ان کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا پتہ چل سکے ، اور جرح وتعدیل کی عبارات کا استعمال کرتے ہوئے ان کے متعلق صریح حکم بھی لگایا (کہ یہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف وغیرہ) ، اور ان کے چند مرویات کو بطور نمونہ ذکر کیا جس سے ان کے علماء کے درمیان علمی مقام ومرتبہ کا اندازہ جاتا ہے ، اور انہوں نے ان (رجال سند) کے تواریخ وفیات کو بھی محفوظ کیا۔

عادل زامل الزریجاوی کی ذکر کردہ تعریف

عادل زامل الزریجاوی نے اپنی کتاب : علم الرجال نشأته وتطوره عندالامامیة میں علم الرجال کی متعدد تعریفات ذکر کرکے ایک جامع اور مانع تعریف ذکر کی ہے ، وہ لکھتے ہیں:

"فالاحسن فی تعریف علم الرجال ان یقال : ((انه مایبحث فیه عن احوال الراوی من حیث

(۱) محمد عجاج الخطیب ، السنة قبل التدوین ، ص: ۲۳۳ ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع ، ۱۳۸۳ھ
(۲)بحوث فی تاریخ السنة المشرفة ، ص: ۵۸

اتصافه بشرائط قبول الخبر وعدمه)) ()() علی کنی ، توضیح المقال فی علم الرجال : ۲۹
ویظهر ان هذا التعریف هو افضل التعریفات المارة الذکر ، وذاک لانه بهذا الحد مانع وجامع لجمیع
مسائل علم الرجال ، ....''(۱)

ترجمہ:علم الرجال کی سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ:''کسی خبر کے درجہ قبولیت یا عدم قبولیت کی شرائط سے کسی راوی کے متصف ہونے کے اعتبار سے اس کے احوال کے بارے بحث کرنا۔''، یہ بات واضح ہے کہ یہ تعریف مذکورہ تعریفات (جو مصنف نے اپنی کتاب میں پہلے ذکر کیں) میں سے سب سے عمدہ ہے، کیونکہ یہ علم الرجال کے تمام مسائل کے لئے جامع اورمانع تعریف ہے

مذکورہ بالا تعریفات کومدنظر رکھ کر ہم کہ سکتے ہیں کہ

فن اسماء الرجال سے مراد:

''وہ فن ہے جس میں رواۃ حدیث کے احوال سے بحیثیت راوی مکمل آگاہی حاصل کی جاتی ہے تاکہ ان کے بارے جرح وتعدیل کے اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر ثقہ یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔''

رواۃ کے جن احوال کے متعلق آگاہی حاصل کی جاتی ہے ان کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔

فن اسماء الرجال کے عناصر

اگر ہم فن اسماء الرجال یا علم الرجال بارے محدثین کی تعریفات اور اس فن میں ان کی خدمات کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس فن میں محدثین نے کسی بھی راوی پر درج ذیل حوالے سے بحث کی ہے

☆راوی کا نام

☆راوی کے والد اور دادا وغیرہ کا نام

☆راوی کی نسبت (علاقہ ،شہر،فقہی مذہب یا خاندان وقبیلہ کی طرف نسبت)

☆روای کا لقب

☆راوی کی کنیت

☆یہ راوی اپنے اصل نام سے مشہور ہے یا کسی لقب یا کنیت سے

(۱)عادل زامل الزریجاوی ، علم الرجال نشأته وتطوره عند الامامیة ، ص: ۳۱، ۳۲ ، مرکز دراسات الکوفة ،

☆راوی کا مسکن

☆راوی نے کن کن علاقوں کی طرف سفر کیا

☆راوی نے کن کن اساتذہ سے علم حاصل کیا

☆راوی سے کن لوگوں نے علم حاصل کیا

☆اس راوی کا حافظہ کیسا تھا

☆اس راوی نے کوئی کتاب وغیرہ لکھی یا کون کون سی کتب لکھیں

☆راوی کا عقیدہ کیسا تھا؟

☆راوی کے بارے اس کے معاصرین یا بعد والے محدثین کی رائے کیسی ہے

☆اس راوی کو ثقہ قرار دیا گیا ہے یا ضعیف اور نا قابل اعتبار

☆یہ کس درجہ کے معتبر راوی ہے

☆اس کی حدیث کو کس درجہ میں قبول کیا جائے گا، وغیرہ۔

فن اسماء الرجال کا موضوع

فن اسماء الرجال کی مذکورہ بالا تعریفات سے ہی اس علم کے موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس کا موضوع راویان حدیث کے احوال سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کی چھان بین کرنا ہے،یعنی احادیث کو روایت کرنے والے رواۃ کے متعلق جاننا اس علم کا موضوع ہے۔

یہ رجال سند کے متعلق جاننا ہی علم الرجال کا موضوع ہیں ۔

فن اسماء الرجال کی غرض وغایت

اس علم اور فن کی غرض وغایت دین اسلام کے دوسرے بنیادی ماخذ "حدیث رسول ﷺ" کی حفاظت کرنا ہے ۔ روایان حدیث کے احوال سے آگاہی اسی لئے حاصل کی جاتی ہے تا کہ ان کے احوال و معاملات سے آگاہ ہو کر اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ آیا یہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف ؟ اسی سے آگے ان کی بیان کردہ روایات کے متعلق یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ روایات سند کے اعتبار سے صحت کے کس درجہ میں ہیں، دین اسلام کے احکام ومسائل اور قرآن کریم کی تشریح وتوضیح میں ان کو کس حد تک اہمیت دی جاسکتی ہے ۔

فن اسماء الرجال کے ایک اہم عنصر "جرح وتعدیل" کا معنی ومفہوم

یہ بات واضح رہے کہ فن اسماء الرجال میں کسی راوی کے حالات زندگی جمع کرنا، اور اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کا اہم اور بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے بارے جرح وتعدیل کے حوالے سے یہ طے کیا جائے کہ یہ راوی کیسا ہے؟ اور احادیث کے قبول کرنے میں اس کی بات کو اہمیت دی جائے گی یا نہیں اور اگر اہمیت دی جائے گی تو کس درجے تک؟ تو یوں "جرح وتعدیل" فن اسماء الرجال کا اہم اور بنیادی جزء ہے اور یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہی اصل مقصود ہے، جرح وتعدیل میں جاننے کے لئے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ذیل میں جرح وتعدیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی جارہی ہے:

لفظ جرح کے لغوی معنی

لسان العرب میں مرقوم ہے

" الجرح بالفتح التاثير في الجسم بالسلاح"(۱)

ترجمہ: لفظ جرح کو جب "فا" پر زبر کے ساتھ پڑھیں گے تو اس سے مراد اسلحہ سے جسم میں زخم لگانا ہے۔

اور معروف عربی لغت؛ تاج اللغۃ میں ہے:

" والجرح بالضم اسم للجرح"(۲)

ترجمہ: اور لفظ "جرح" کو جب ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس سے مراد: زخم ہے

اور کچھ ماہرین لغت نے یوں بھی کہا ہے:

"الجرح –بالضم– يكون في الابدان بالحديد ونحوه، والجرح –بالفتح– يكون باللسان في المعاني والاعراض ونحوها"(۳)

ترجمہ: لفظ جرح –ضمہ کے ساتھ– سے مراد کسی لوہے وغیرہ سے بدن میں زخم کرنا ہے، اور لفظ جرح –زبر کے ساتھ– سے مراد کسی کو زبان اور الفاظ سے مجروح کرنا وغیرہ ہے۔

ہر چند لفظ "جرح" کے معانی کسی کو "زخمی کرنا"، "طعنہ زنی کرنا" یا تنقید وغیرہ کرنا کے ہیں۔

(۱) لسان العرب: ۲/۴۲۲، مادہ: جرح)

(۲) جوهری، اسماعيل بن حماد الجوهری،الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ۱/۳۵۸، ماده : جرح) ، دار العلم للملايين.

(۳) زبیدی، محمد مرتضىٰ الحسينی الزبيدی، السيد،تاج العروس من جواهر القاموس، ۲: ۱۳۰، ماده: جرح)، التراث العربی، مطبعة حكومة الكويت.

لفظ جرح کے اصطلاحی معنی

محدثین نے جرح کو اصطلاحی معانی میں ایک وصف قرار دیا ہے جو جب کسی راوی میں پایا جائے تو اس کا قابل اعتماد ہونا مشکوک ہو جاتا ہے اور اس کی بات کو قبول نہیں کیا جاتا۔

"وصف الراوی بما یقتضي تلیین روایته او تضعیفها او ردها"(۱)

ترجمہ: کسی راوی کا ایسا وصف جو اس کی روایت کے کمزور، ضعیف یا مردود ہونے کا تقاضا کرے

ابن اثیر لکھتے ہیں:

"الجرح وصف متی التحق بالراوی والشاھد سقط الاعتبار بقوله وبطل العمل به" (۲)

تعدیل کے لغوی معنی

تعدیل کے لغوی معانی ہیں کسی چیز کو برابر کرنا، دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا، وغیرہ

لسان العرب میں موجود ہے:

" التسویة وتقویم الشيء و موازنته بغیر "(۳)

ترجمہ: برابری، کسی چیز کو سیدھا کرنا اور کسی چیز کا کسی دوسری چیز سے موازنہ کرنا۔

تعدیل کے اصطلاحی معنی

تعدیل کو محدثین کرام نے راوی کا ایسا وصف قرار دیا ہے جس کی وجہ سے اس روایت کو درجہ قبولیت کو پا لیتی ہے اور اس کی بات اور قول پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

" وصف الراوی بما یقتضي قبول روایته"(۴)

ترجمہ: کسی راوی کا وہ وصف جو اس کی روایت کو قابل قبول بنا دے۔

---

(۱) عبدالعزیز بن محمد بن ابراهیم العبداللطیف، ضوابط الجرح والتعدیل؛ ص: ۱۰، مکتبة العبیکان، الریاض.

(۲) ضوابط الجرح والتعدیل، ص: ۱۰

(۳) لسان العرب؛ ۱۱: ۴۳۲، ماده – عدل

(۴) ضوابط الجرح والتعدیل، ص: ۱۱

علم الجرح والتعدیل سے مراد

علم الجرح والتعدیل کی علماء ومحدثین کرام نے اپنے اپنے انداز میں تعریفات کی ہیں:

کشف الظنون میں مرقوم ہے:

"هو علم يبحث فيه عن جرح الرواة وتعديلهم بالفاظ مخصوصة وعن مراتب تلك الالفاظ."
(۱)

ترجمہ: ایسا علم جس میں مخصوص الفاظ کے ساتھ رواۃ پر جرح وتعدیل کے بارے بحث کی جاتی ہے اور ان (جرح وتعدیل) کے الفاظ کے مراتب کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کے نزدیک:

"سئل عبدالرحمٰن بن ابی حاتم : ماالجرح والتعديل ؟ فقال : اظهر احوال اهل العلم من كان منهم ثقة او غير ثقة." (۲)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی حاتم سے جرح وتعدیل کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اہل علم کے احوال کا اس انداز سے اظہار کرنا تا کہ پتہ چل جائے کہ ان میں سے کون ثقہ اور کون غیر ثقہ ہے۔

ڈکتور اکرم ضیاء العمری یوں رقمطراز ہیں:

" هو علم يتعلق ببيان مرتبة الرواة من حيث تضعيفهم او توثيقهم بتعابير فنية متعارف عليها عند العلماء" (۳)

ترجمہ: (علم الجرح والتعدیل) ایک ایسا علم ہے جو محدثین کے ہاں مشہور فنی تعابیر کے ساتھ رواۃ حدیث کے ضعیف یا ثقہ ہونے کا تعین کرتا ہے

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "الجرح والتعدیل" سے مراد ایسا فن ہے

"جس میں محدثین کے نزدیک معروف الفاظ الجرح والتعدیل کا استعمال کرتے ہوئے کسی روای کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کا تعین کیا جاتا ہے۔"

---

(۱)حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ ،المورخ، کشف الظنون ، ۱: ۵۸۲ ، المكتبة الاسلامية ، الجعفری بطهران، ۱۳۸۷ھ

(۲)خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت ، ابوبکر، الكفاية فی علم الرواية: ۸۲ ، دائرة المعارف العثمانية، دکن هند

(۳)بحوث فی تاریخ السنة المشرفة ، ص: ۸۳

مراتب الجرح والتعدیل

سب سے قبل امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے تقسیم مراتب جرح وتعدیل کا اہتمام کیا اور ان کے بعد دیگر ائمہ نے اس پر بحث کی جن میں ابن الصلاح ،امام ذھبی ،العراقی اور السخاوی رحمھم اللہ تعالی وجل شانہ شامل ہیں جنھوں نے اپنے اپنے انداز میں ان کی تقسیم کی ہے۔اسی طرح ابن حجر العسقلانیؒ نے بھی تقریب التھذیب کے مقدمہ میں مراتب جرح وتعدیل پر خاصی بحث کی ہے ۔(۱)

ضروری ہے کہ ان ائمہ کی آراء اور نظریات کے بیان سے قبل جرح وتعدیل کی تعریف کی جائے ۔

امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ کے نزدیک مراتب جرح وتعدیل

امام ابن ابی حاتمؒ نے جرح وتعدیل کو ۴،۴ مراتب میں تقسیم کیا ہے

مراتب التعدیل

۱۔جب کسی راوی کے متعلق یہ کہا جائے کہ:انه [ثقة]او [متقن،ثبت]تو اس کا شمار ان راویوں میں کیاجائے گا جن سے حدیث لی جائے گی۔

۲۔اور جب اس کے لئے کہا جائے کہ:انه [صدوق]او [محله الصدق]او[لاباس به]اس کی حدیث لکھی تو جائے گی لیکن اس کی تحقیق بھی کی جائے گی اور یہ دوسرا درجہ ہے۔

۳۔اور جب کہاجائے [شیخ]فهو بمنزلة الثالثة اس کی حدیث لکھی جائے گی اور تحقیق بھی کی جائے گی مگر یہ (عدالت) میں دوسرے درجہ سے کم ہوگا۔

۴۔اور جب یہ کہا جائے [صالح الحدیث]تو اس کی حدیث صرف اعتبار کے لئے لکھی جائے گی۔

مراتب الجرح

۱۔اور جب کسی شخص کے بارے کہا جائے [لین الحدیث]تواس کا شمار ان میں سے ہو گا جن کی حدیث لکھی جائے لیکن اس کی تحقیق کی جائے گی۔

۲۔اور جب وہ کسی شخص کے بارے کہیں :[لیس بقوی]تو حدیث لکھنے کے اعتبار سے یہ پہلے درجے کی طرح ہی ہے

(۱)ضوابط الجرح والتعدیل ،ص: ۱۸۹

لیکن درجہ میں یہ اس سے کم ہوگا۔

۳۔اور جب وہ کہیں:[ضعیف الحدیث] یہ دوسرے درجہ سے بھی کم درجے میں ہے لیکن اس کی حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

۴۔اورجب وہ کہیں : [متروک الحدیث]یا[ذاھب الحدیث]او[کذاب]پس یہ ساقط الحدیث کہلائے گا اور اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی اور یہ چوتھا درجہ ہے۔(۱)

امام ذہبیؒ کے نزدیک مراتب الجرح والتعدیل

امام موصوف نے الفاظ التعدیل کو چار مراتب اورالفاظ الجرح کو چھ مراتب میں تقسیم کیا ہے

مراتب التعدیل

۱۔[ثبت حجة][ثبت حافظ]و [ثقة متقن]و[ثقة ثقة]۔

۲۔ثقة

۳۔[صدوق]و[لاباس به]و[ولیس به باس]۔

۴۔[محله الصدق]و[جید الحدیث]و[صالح الحدیث]و[شیخ وسط]و[شیخ حسن الحدیث]و[صدوق ان شاء الله]و[صویلح]اوراسی طرح کے دیگر الفاظ۔

مراتب الجرح

۱۔[الضعیف]،[فیه ضعف]،[قد ضعف]،[لیس بقوی]،[لیس بحجة]،[لیس بذاک]،[فیه مقال]،[تکلم فیه]،[لین]،[سیء الحفظ]،[لایحتج به]،[اختلف فیه]،[صدوق لکنه مبتدع]۔

۲۔[ضعیف]،[ضعیف الحدیث]،[مضطربه]،[منکره]۔

۳۔[واه بمرة]،[لیس بشیء]،[ضعیف جدا]،[ضعفوه]،[ضعیف واه]،[منکر الحدیث]۔

۴۔[متروک]،[لیس بثقة]،[سکتوا عنه]،[ذاھب الحدیث]،[فیه نظر]،[ھالک]،[ساقط]۔

۵۔[متھم بالکذب]،[متفق علی ترکه]۔

---

(۱)ابن ابی حاتم ابو محمدعبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس الرازی، الجرح والتعدیل، ۲:۳۷ ؛مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن ، ھند، ۱۳۷۱ھ .

۶۔[دجال]،[کذاب]،[وضاع]،[یضع الحدیث]۔(۱)

امام ابن حجر العسقلانیؒ کے ہاں مراتب جرح وتعدیل

امام ابن حجرؒ نے جرح اور تعدیل کے مراتب ۱۲مراتب میں تقسیم کیا ہے جن میں تعدیل کے اعلیٰ درجہ سے آغاز کرتے بتدریج ادنیٰ درجہ اور جرح کے ادنیٰ درجہ سے شدید جرح کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔

مراتب

۱۔الصحابہ

۲۔من اکد مدحہ یعنی جس کی مدح کرتے ہوئے تاکید کا انداز اختیار کیا گیا ہو یہ خواہ افعل التفضیل کے صیغہ [اوثق الناس] کیساتھ ہو یا لفظی تکرار[ثقة ثقة]یا معنوی تکرار[ثقة حافظ] کیساتھ اس راوی کی مدح کی گئی ہو۔

۳۔جس کے لیے ایک صیغہ عدل استعمال کیا گیا ہو: [ثقة]او[متقن]او[ثبت]او[عدل]۔

۴۔یہ درجہ تیسرے درجہ سے تھوڑا سا کم ہے: [صدوق]او[لاباس به]او[لیس به باس]۔

۵۔یہ چوتھے درجہ سے کم ہے: [صدوق سيء الحفظ]او[صدوق یهم]او[له اوهام]او[یخطی]او [تغیر باخرة]۔

۶۔جس سے بہت کم حدیث لی گئی ہو لیکن اس کو نظر انداز کیے جانے کی وجہ معلوم نہ ہو: [مقبول]ہوگا جہاں اس کا تابع موجود ہو وگرنہ اس کو[لین الحدیث]کہا جائے گا۔

۷۔ایک سے زائد رواۃ نے اس سے حدیث لی ہو مگر اس کی توثیق نہ کی ہو،اس کو :[مستور]یا [مجهول الحال] کہا جائے گا۔

۸۔جس کی معتبر ذریعہ سے توثیق نہ کی گئی ہو اور اس میں مطلقا ضعف موجود ہو خواہ وجہ ضعف نہ بیان کی گئی ہو تو یہ :[ضعیف]ہوگا۔

۹۔جس سے صرف ایک راوی نے حدیث لی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو تو اس کو بھی :[مجهول] کہا جائے گا۔

۱۰۔جس کی بالکل توثیق نہ کی گئی ہو اور اس کا ضعف شدت کے ساتھ بیان کیا گیا ہو تو اس کو

---

(۱)ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،ابوعبدالله،میزان الاعتدال،۱ :۴، داراحیاء الکتب العربیة عیسیٰ الحلبی، ۱۳۸۲ھ۔

[**متروک**]او[**متروک الحدیث**]او[**واھی الحدیث**]او[**ساقط**] کہا جائے گا۔

۱۱۔ جو **متہم بالکذب** ہو۔

۱۲۔جس کو مطلقا **کذاب** اور **وضاع** قرار دے دیا جائے(۲)

(۲)ابن حجر ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ،تقریب التہذیب،۷۴،دارالعاصمۃ للنشر والتوزیع ، ۱۴۱۶ھ.

فصل ثانی

مبحث ثانی

فن اسماء الرجال کی ضرورت واہمیت

مبحث ثانی

فن اسماء الرجال کی ضرورت واہمیت

فن اسماء الرجال کی ضرورت واہمیت کا اندازہ اس کی غرض وغایت سے بخوبی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا کہ اس فن کی غرض و غایت رواۃ حدیث کے احوال سے آگاہی حاصل کر کے ان کی ثقاہت اور عدم ثقاہت کا فیصلہ کرنا ہے، تا کہ ان کی بیان کردہ احادیث میں سے صحیح احادیث کو ضعیف اور ناقابل قبول روایات سے الگ کیا جا سکے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ "حدیث رسول ﷺ" شریعت اسلامیہ کا دوسرا اہم اور بنیادی ماخذ ہے، اور شریعت اسلامیہ کے پہلے ماخذ -قرآن کریم- کو اس کے صحیح معنی ومطالب کے ساتھ سمجھنے کا جو بنیادی اور معیاری ذریعہ ہے وہ بھی احادیث رسول ﷺ ہی ہیں ۔یوں حدیث کی تشریعی اور تشریحی حیثیت بالکل واضح ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور اللہ رب العزت کی منشاء اور چاہت کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے عالم انسانیت کو قیامت تک احادیث کی ضرورت ہے۔

یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ احادیث رسول ﷺ کی جتنی اہمیت ہے اتنی ہی ان کی حفاظت کی ضرورت بھی ہے ،کیونکہ نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد سے ہی فتنوں کا ظہور شروع ہوگیا تھا یہ فتنے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں تو دبے رہے لیکن حضرت عثمان غنیؓ کی دور خلافت میں ان کو سر اٹھانے کا خوب موقعہ ملا اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کا اپنے دور خلافت میں زیادہ وقت ایسے فتن کے مقابلہ اوران کی سرکوبی میں صرف ہوا لیکن حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو اختلاف و افتراق پیدا ہوگیا تھا وہ ختم نہ ہوسکا اور اسی کے نتیجے میں آخر کار مسلمان ایک دوسرے کے خلاف میدان جنگ تک میں اتر پڑے اور امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

ایسے حالات میں مسلمانوں کے روپ میں اسلام دشمن عناصر کو ملت اسلامیہ کو مزید نقصان پہنچانے کا خوب موقعہ ملا ، اس مقصد کے لئے جہاں انہوں نے اور کئی حربے آزمائے ان میں سے ایک انتہائی خطرناک حرکت یہ کی کہ انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول اور مسلمانوں میں مزید انتشار واختلاف پیدا کرنے کے لئے اپنی طرف سے احادیث گھڑنا شروع کردیں ، اسی طرح کچھ اور مفاد پرست یا دنیا کی جاہ وحشمت کے متلاشی لوگوں نے بھی اپنے مقاصد کے لئے احادیث گھڑیں ، اور کچھ بادشاہوں کے خوشامدیوں نے بھی بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے اس گناہ میں اپنا حصہ شامل کیا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا اسی طرح اس عظیم ذات نے اپنے آخری نبی اور رسول ﷺ کی سنت ، سیرت اور اقوال وفرامین کی حفاظت ، ترتیب وتدوین کے لئے محدثین کو اس عظیم کام پر مامور کیا ۔محدثین نے فورا دین اسلام کے ظاہری اور خفیہ مخالفین کی اس ناپاک سازش اور مفاد پرست لوگوں کی خودغرضی کو

محسوس کر کے اس فتنہ کی سرکوبی اور سدباب کی طرف توجہ دی اور انہوں نے احادیث بیان کرنے والے رواۃ کے متعلق چھان بین اور سوال و جواب کرنا شروع کئے ، کہ راوی نے یہ حدیث کس سے سنی ہے اور اس شخص کے بارے میں اس کے اہل علاقہ ، اس کے ہم عصر افراد اور ساتھ علم حاصل کرنے والوں سے معلومات اکٹھی کرنا شروع کیں کہ یہ شخص کیسا ہے ؟ ، اس کی پیدائش کس جگہ کس سال ہوئی ؟ اس نے کس کس سے علم حاصل کیا ہے ؟ اس کے اساتذہ کے کیا نام ہیں؟ اس کے ہم عصر اور اس کے ساتھ علم حاصل کرنے والوں کے کیا نام ہیں؟ یہ دین کے معاملے میں متقی اور پرہیز گار ہے ؟ ، اس کا حافظہ کیسا ہے ؟ یہ جھوٹ تو نہیں بولتا ؟ کسی لالچ یا دنیاوی مقصد کے لئے ضمیر فروشی سے کام تو نہیں لیتا ؟ وغیرہ۔

محدثین نے یہ سارا کام بڑی تن دہی اور جانفشانی سے سرانجام دیا اور کسی حدیث یا خبر کے متعلق یہ جاننے کے لئے کہ کیا واقعی یہ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے یا آپ ﷺ کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے؟ یا جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے واقعتاً وقوع پذیر بھی ہوا ہے یا نہیں ؟ اس لئے روایت بیان کرنے والے یا کسی واقعہ کی خبر دینے والے رواۃ کے احوال، ان کے بارے علماء و محدثین کرام کی آراء ، ان کے علمی مقام و مرتبہ ، دیانت وصداقت اور ذہانت ولیاقت جیسے تمام امور کو قلم بند کر دیا اور ایک ایسے عظیم فن ''فن اسماء الرجال'' کی بنیاد ڈالی جس کی نظیر ساری تاریخ انسانیت میں پہلے کہیں نہیں ملتی۔

محدثین کی اسی کوشش اور کاوش کو محدثین کی اصطلاح میں فن اسماء الرجال کہا گیا ہے ۔

مختصر انداز میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ فن اسماء الرجال میں محنت و کوشش درحقیقت حفاظت حدیث کا دوسرا نام ہے اور احادیث مبارکہ کی خدمت و حفاظت درحقیقت دین اسلام کی خدمت و حفاظت ہے ، یوں فن اسماء الرجال دین اسلام کی اساس و بنیاد کا محافظ فن ہے۔

اس علم کی اہمیت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس سارے علم اور فن کا واحد اور بنیادی مقصد نبی مکرم ﷺ کی احادیث کی حفاظت کرنا اور صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا ہے ۔

اگر محدثین کرام اس عظیم فن کی بنیاد نہ ڈالتے اور احادیث کے راویوں کی جانچ پڑتال کا یہ سلسلہ شروع نہ ہوتا تو آج امت آقائے کائنات کی صحیح احادیث تک رسائی حاصل نہ کر سکتی ، کیونکہ اس فن کے بغیر حفاظت حدیث کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ فن اسماء الرجال ہی ہے جس نے پانچ لاکھ سے زائد راویان حدیث کے حالات زندگی کو تاریخ اسلامی کا حصہ بنا دیا ہے۔

فن اسماء الرجال امت محمدیہ کا خاصہ

فن اسماء الرجال امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے ، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو تاریخ انسانی میں صرف اور صرف امت محمدیہ کے پاس ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

"نقل الثقة عن الثقة يبلغ به النبی ﷺ مع الاتصال ، خص الله به المسلمين دون سائر الملل"
(۱)

ترجمہ: ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ سے بیان کرے اور یہ سلسلہ بغیر کسی انقطاع کے نبی اکرم ﷺ تک جا پہنچے تو ایسی خصوصیت اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف مسلمانوں کو عطا کی ہے، دوسری ساری ملتوں کے مقابلے میں۔

حضرت عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

"الاسناد من الدين و لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء" (۲)

ترجمہ: اسناد کا علم دین کا علم ہے اور اگر اسناد نہ ہوتیں تو کوئی جو چاہتا کہتا رہتا۔

امام ابوعبداللہ کا قول ہے:

"فلو لاالاسناد و طلب هذه الطائفة له و كثرة مواظبتهم على جفظه لدرس منار الاسلام ، ولتمكن اهل الالحاد ، و البدع منه بوضع الاحاديث ، وقلب الاسناد ، فان الاخبار اذا تعرت عن وجود الاسناد فيها كانت بترا" (۳)

ترجمہ: پس اگر اسناد نہ ہوتیں اور اس گروہ کی مسلسل محبت اور جستجو نہ ہوتی تو اس کے نشانات تک مٹ چکے ہوتے اور اہل الحاد اور اہل بدعت احادیث گھڑ کر اور ان کی اسناد تبدیل کر کے غلبہ حاصل کر لیتے، پس یہ احادیث اگر اسناد کے وجود سے خالی ہوتیں تو ــــــ

امام مسلم نے علامہ محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے:

"ان هذه العلم دين ، فانظروا عمن تاخذون دينكم" (۴)

ترجمہ: یہ حدیث کا علم درحقیقت دین ہی ہے لہذا تم اس بات کا اہتمام کرو کہ تم کس سے یہ دین لے رہے ہو۔

یعنی انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہر کسی شخص کی بیان کردہ حدیث قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ دین کی

---

(۱)ابن حزم،الفصل فی الملل والنحل ، ۲:۶۹

(۲)مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، ابوالحسن،مقدمہ صحیح مسلم،رقم الحدیث:۳۲ ، دار السلام،الریاض، ۱۴۲۱ھ.

(۳) حاکم ، محمد بن عبداللہ ،ابو عبداللہ ،النیسابوری، کتاب معرفة علوم الحدیث:۸ ، المکتب التجاری للطباعة والتوزیع والنشر ، بیروت لبنان.

(۴)مقدمة صحیح مسلم ، رقم الحدیث: ۲۶

اساس اور بنیاد کا مسئلہ ہے ، دین میں حلال وحرام کا مسئلہ ہے لہذا جب تم احادیث کا علم حاصل کرو تو کسی با اعتماد سے احادیث لو، اور خوب احتیاط سے کام لو۔

علامہ ابن سیرین ہی کا فرمان ہے:

"لم یکونوا یسالون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینطروا الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلایوخذ حدیثهم" (۱)

ترجمہ: یہ محدثین ابتدا میں اسناد کے بارے زیادہ سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ پڑنے لگا تو محدثین نے حدیث کے راویوں کے متعلق سوال کرنا شروع کر دیا پس وہ دیکھتے تھے کہ اگر وہ راوی سنت کے پابند ہیں تو ان کی حدیث لے لی جاتی تھی اور اگر وہ اہل بدعت سے ہیں تو ان کی حدیث قبول نہیں کی جاتی تھی۔

امام سفیان ثوری نے اسناد کو مومن کا اسلحہ قرار دیا ہے :

"الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معه سلاح ، فبای شیء یقاتل" (۲)

ترجمہ: اسناد مومن کا اسلحہ ہیں ، جب اس کے پاس اسلحہ نہیں ہوگا تو ہو کس چیز سے جنگ کرے گا؟

امام مالک بن انس فرماتے ہیں :

"ان هذا العلم دین ، فانظروا عمن تاخذون دینکم، لقد ادرکت سبعین ممن یحدث قال فلان ، قال رسول الله ﷺ عند هذه الاساطین، و اشارالی مسجد رسول الله ﷺ ، فما اخذت عنهم شیاء ، ان احدهم لو اوتمن علی بیت المال لکان امینا ، لانهم لا یکونوا من اهل هذا الشان ، وقدم علینا ابن شهاب ، فکنا نزدحم علی بابه " (۳)

ترجمہ: بے شک یہ علم دین ہے ، لہذا تم دیکھا کرو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو، بلاشبہ میں نے ستر ایسے لوگوں کو دیکھا جو نبی اکرم ﷺ کے بارے احادیث بیان کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کے اس ستون کے پاس بیٹھ کر یہ فرمایا ، اور وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان کو بیت المال پر مقرر کیا جائے تو وہ امین ثابت ہوں لیکن میں نے ان سے ایک حدیث بھی نہیں لی کیونکہ وہ اس مقام و مرتبہ نہ تھے کہ ان سے حدیث کا علم بھی لیا جائے، اور پھر ہمارے ہاں امام ابن شہاب زہری تشریف لائے تو ہم سب طلب حدیث کے لئے ان کے دروازے پر جمع ہوگئے۔

---

(۱) مقدمة صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷

(۲) الکفایة فی علوم الروایة: ۷۵

(۳) بن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ بن محمد ، ابو عمر، التمهید لمافی الموطا من المعانی والاسانید: ج:۱ ، ص: ۶۷ ، المکتبة القدوسیة ، لاهور. ۱۴۰۴ه

حضرت بھز بن اسدحدیث کے راویوں کے بارے چھان بین کرنے کی اہمیت وضرورت کو یوں مثال سے واضح کیا ہے:

"لو ان علی رجل عشرة دراھم ثم جحدہ لم یستطیع اخذھا منه الا بشاھدین عدلین، فدین الله عزوجل احق ان یوخذ فیه بالعدول" (۱)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی سے دس درہم قرض واپس لینا ہو اور وہ اس سے انکار کر دے تو وہ دو عادل گواہان کے بغیر (دس درہم) وصول نہیں کرسکتا، تو اللہ تعالیٰ کا دین زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ اس کو صرف عادل لوگوں سے ہی لیا جائے۔

ائمہ ومحدثین کے مندرجہ بالا ارشادات عالیہ سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام کی حفاظت کے لئے، حفاظت حدیث شرط اول ہے اورفن اسماء الرجال حفاظت حدیث ہی کا دوسرا نام ہے اسی طرح اسناد اس امت محمدیہ کا خاصہ ہیں جس پر محدثین نے خوب توجہ دی اور وہ احادیث کی صحیح اسناد کو نا قابل اعتماد اسناد سے الگ کرنے کے لئے کمر بستہ رہے۔

(۱) الجرح والتعدیل،۲: ۱٦
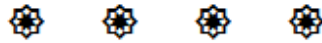
فصل ثانی

مبحث ثالث

فن اسماء الرجال کا جواز اور اس کے دلائل

مبحث ثالث

فن اسماء الرجال کا جواز اور اس کے دلائل

فن اسماء الرجال کے بارے بحث وتحقیق کرنے والے کے ذہن میں ایک شبہ آتا ہے کہ راویوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرنا، ان کے عیوب سے آگاہی حاصل کرنے کی جستجو کرنا اور پھر رواۃ پر جرح کرنا اور ان کے عیوب قلم بند کرنا اور لوگوں میں ان کی تشہیر کرنا ان ممنوعات سے ہے جس سے شریعت مطہرہ نے سختی سے روکا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ"(۱)

ترجمہ: اے ایمان والوں بہت زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کرو، بلاشبہ بعض ظن گناہ ہیں اور جاسوسی نہ کرو، اور نہ ہی تم ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا یقیناً تم اسے ناپسند کرو گے، تو اللہ سے ڈر جاو بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"یامعشر من آمن بلسانه، ولم یدخل الایمان قلبه، لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم، فانه من یتبع عورة اخیه، یتبع الله عورته، حتی یفضحه فی بیته"(۲)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو زبان سے تو اسلام لے آئے ہو لیکن ابھی تک جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیوب تلاش کیا کرو، جو ان کے عیوب تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا پیچھا کرے گا، اور جس کے عیوب کا اللہ تعالیٰ نے پیچھا کرلیا تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کے گھر ہی میں ذلیل ورسوا کردے گا۔

شبہ کا جواب اور جواز کے دلائل

قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے تو یہی اخذ ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے متعلق چھان بین کرکے اس کے عیوب کے متعلق جاننے کی کوشش کرے، لیکن دین اسلام کی تعلیمات کے

---

(۱) سورة الحجرات: ۱۲

(۲) امام احمد بن حنبل، مسند، ۳۳: ۴۰، رقم الحدیث: ۱۹۰۸۰۱، موسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع بیروت لبنان، ۱۴۲۹ ھ

مطالعے سے اس بات کا علم بھی حاصل ہوتا ہے کہ بعض مخصوص حالات میں لوگوں کے احوال سے واقفیت حاصل کرنا ناصرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ اسی طرح علماء نے غیبت کی بھی چند جائز صورتیں ذکر کی ہیں جن کو آگے چل کر بیان کیا جائے گا، ذیل میں قرآن مجید کی چند نصوص کو ذکر کیا جا رہا ہے جن سے رجال پر کلام اور ان کے احوال کے متعلق تفتیش کا حکم دیا گیا ہے

قرآن کریم سے رجال پر کلام کا جواز

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول کو نقل کیا ہے جس میں وہ ایک خبر لانے والے (مطیع پرندے) کو کہ رہے ہیں کہ ہم تیری خبر کی تصدیق کریں گے کہ تو سچا ہے یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِيْن" (۱)

ترجمہ: (حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا: ہم دیکھیں گے کہ کیا تو نے سچ بولا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو کسی خبر دینے والے کے متعلق جانچ پڑتال کرنے کا حکم دے رہے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاء كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا" (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اس آیت کریمہ میں فاسق و فاجر کی بات کو قبول کرنے سے روکا گیا ہے اور اس کی خود تحقیق کرنے کی ہدایت جاری کی گئی ہے، تو کسی کے متعلق یہ پتہ چلانا کہ یہ شخص کون ہے؟ متقی ہے یا فاسق و فاجر؟ یہی فن اسماء الرجال ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود مختلف لوگوں پر جرح کی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِذَا جَاء كَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُون" (۳)

---

(۱) سورۃ النمل: ۲۷

(۲) القرآن: الحجرات: ٦

(۳) القرآن: المنافقون: ۱

ترجمہ:جب آپ کے پاس منافقین آئیں اور کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں ، اور اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافقین جھوٹے ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ" (۱)

ترجمہ: وہ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کی ان کا دل تصدیق نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں جو وہ دلوں میں چھپاتے ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَـكِن لاَّ يَعْلَمُونَ" (۲)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جس طرح یہ دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں ، آگاہ رہو کہ وہ خود بے وقوف ہیں لیکن ان کو اس بات کا علم نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تعدیل بھی کی ہے

اللہ تعالیٰ کا نبی مکرم ﷺ کے متعلق ارشاد ہے:

"وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ" (۳)

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ ﷺ تو اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں ۔

صحابہ کرام کی تعدیل وتوصیف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (۴)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ ان (صحابہ) سے راضی ہوگیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہیں۔

---

(۱) سورة آل عمران : ۱٦۷

(۲) سورة البقرة: ۱۳

(۳)سورة القلم : ۴

(۴)القرآن:المجادلة: ۲۲

"فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَواْ" (۱)

ترجمہ:پس اگر یہ لوگ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پا جائیں گے۔

حدیث سے رجال پر کلام کے جواز کا ثبوت

نبی مکرم ﷺ کی احادیث کے مطالعہ سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے خود احادیث کے بارے احتیاط کرنے اور جانچ پڑتال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور کئی مقامات پر آپ نے خود رجال پر کلام کر کے اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"عن حفص بن عاصم رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع" (۲)

ترجمہ: حضرت حفص بن عاصمؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی آگے بیان کر دے۔

اس روایت میں نبی مکرم ﷺ نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا ہے جو بغیر تحقیق کے سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمۃ بنت قیس رضی اللہ عنھا کی حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے خود رجال پر کلام کیا ہے:

"قالت فلماحللت ذكرت له ،ان معاوية بن ابی سفيان وابا جهم خطبانی فقال رسول الله ﷺ اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه واما معاوية فصعلوک لا مال له انكحی اسامة بن زيد ......"(۳)

ترجمہ:حضرت فاطمہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے نبی مکرم ﷺ سے تذکرہ کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے، تو نبی مکرم ﷺ نے جواب دیا کہ جو ابوجہم وہ تو ہر وقت اپنی لاٹھی کندھے پر ہی رکھتا ہے، اور جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے وہ مالی لحاظ سے کمزور ہے لہذا تو اسامہ بن زید سے نکاح کر لے ۔۔۔"

اس روایت میں بھی نبی مکرم ﷺ کی طرف سے رجال پر کلام کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے ان کو خبر دی کہ

(۱)القرآن:البقرۃ:۱۳۷

(۲)مقدمة صحيح مسلم ،باب النهی عن الحديث بكل ماسمع ،رقم الحديث :۷ ،

(۳) الجامع الصحيح لمسلم بن حجاج،کتاب الطلاق،باب المطلقة البائن لانفقة لها،رقم الحديث :۳۶۹۷

"استاذن رجل علی رسول اللہ ﷺ فقال ائذنوا له بئس اخوا لعشیرة او ابن العشیرة فلما دخل الان له الکلام قلت یا رسول لله ﷺ قلت الذی قلت ثم النت له الکلام ؟ قال :ای عائشه ان شر الناس من ترکه الناس او ودعه الناس اتقاء فحشه"(۱)

ترجمہ:حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی مکرمﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو، (اور ساتھ ہی تبصرہ) فرمایا یہ برے خاندان کا فرد ہے، اور جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپﷺ نے اس سے اچھے اور نرم لہجے میں گفتگو کی، (حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ) میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس بارے میں جو کہا، وہ کہا لیکن آپ نے اس کلام تو بڑے نرم لہجے میں کی، تو نبی مکرمﷺ نے جواب دیا کہ اے عائشہ لوگوں میں سے سب سے برا شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں یا تعلق ختم کر لیں۔

اسی طرح نبی اکرمﷺ نے تعدیل میں بھی ارشادات فرمائے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ

" قال :سمعت رسول الله ﷺ یقول : ان عمرو بن العاص من صالحی قریش" (۲)

ترجمہ:حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی مکرمﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں سے ہیں۔

بعض اوقات آپ نے اجتماعی طور پر بھی لوگوں کی تعدیل فرمائی ہے، اہل یمن کے متعلق آپ کا ارشاد ہے:

"عن ابن مسعود : ان النبی ﷺ قال الایمان ھاھنا واشار بیده الی الیمن ...." (۳)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی مکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہاں ہے اور اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

کیا رجال پر کلام غیبت کے زمرے آئے گا؟

جہاں تک تعلق ہے جرح کو غیبت سے تعبیر کرنے کا تو اس بات کے لئے یہی کافی ہے کہ جس شریعت نے غیبت

(۱)بخاری، محمدبن اسماعیل، ابو عبداللہ، صحیح للبخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب، رقم الحدیث، ۶۰۵۴، دارالسلام، الریاض، ۱۴۱۹ھ.

(۲)ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب:مناقب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث : ۳۸۴۵، دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۰ھ.

(۳) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قدوم الاشعریین واهل الیمن، رقم الحدیث: ۴۳۸۷

سے منع کیا ہے اسی شریعت کے بنیادی مآخذ سے ہم جرح وتعدیل کا جواز پیش کر چکے ہیں ، اور ہر اصول کے مستثنیات ہوتی ہیں اسی طرح غیبت کے مخصوص حالات میں مصلحت کے تحت جائز ہونے کی صورتیں بھی ہیں،جن کو سلف صالحین نے تفصیل سے بحث کر کے بیان کر دیا ہے

امام نووی نے اپنی معروف کتاب ریاض الصالحین میں غیبت کے جائز ہونے کی چھ مختلف صورتیں بیان کی ہیں، جن کو اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جارہا ہے ۔

ابو زکریا یحیٰ بن شرف النووی یوں رقمطراز ہیں:

"اعلم ان الغیبة تباح لغرض صحیح شرعی لا یمکن الوصول الیه الا بها ، وهو ستة اسباب:

الاول: التظلم ، فیجوز للمظلوم ان یتظلم الی السلطان والقاضی وغیر ها ...

الثانی : الاستعانة علی تغییر المنکر ، ورد المعاصی الی الصواب ....

الثالث : الاستفتاء، فیقول للمفتی : ظلمنی ابی ، او اخی ، او زوجی او فلان بکذا......

الرابع: تحذیر المسلمین من الشر ونصیحتهم ، وذلک من وجوه: منها جرح المجروحین من الرواة والشهود ، وذلک جائز باجماع المسلمین ، بل واجب للحاجة .ومنها المشاورة فی مصاهرة انسان .....

الخامس: ان یکون مجاهرا بفسقه او بدعته کالمجاهر بشرب الخمر ، ومصادرة الناس ، واخذ المکس ، وجبایة الاموال ظلما ، وتولی الامور الباطلة ، فیجوز ذکره بما یجاهر به .....

السادس: التعریف ، فاذا کان الانسان معروفا بلقب ، کالاعمش والاعرج والاصم ، والاعمی ، والاحول ، وغیرهم جاز تعریفهم بذلک ، ویحرم اطلاقه علی جهة التنقص ولو امکن تعریفه بغیر ذلک کان اولی۔"(۱)

ترجمہ: یہ جان لو کہ کسی صحیح شرعی مقصد کے لئے غیبت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے بغیر اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو اوراس کے چھ اسباب ہیں:

پہلا: کسی پر ظلم کیا جانا ، پس مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا معاملہ بادشاہ ، جج یا کسی اور متعلقہ اتھارٹی کے پاس لے کر جائے ۔

(۱) نووی ،ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی، ریاض الصالحین ، ۲: ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰ ، المنار للنشر والتوزیع دهلی ، الهند، ۲۰۰۹ء

دوسرا: کسی برائی کو ختم کرنے یا کسی گناہ کا راستہ روکنے کے لئے کسی سے مدد مانگنے کے لئے غیبت جائز ہے ۔

تیسرا: فتویٰ طلب کرنے کے لئے ، پس وہ مفتی سے کہے گا/گی کہ میرے والد، بھائی یا خاوند نے مجھ پر ظلم کیا ہے ، اب مجھے کیا کرنا چاہئے ۔

چوتھا: مسلمانوں کو شر سے بچانے اور ان کے خیر خواہی کے لئے ، اور اس کی کئی جہتیں ہیں: ان میں سے ایک کہ : (احادیث کے) رواۃ میں سے مجروح رواۃ پر جرح کرنا یا گواہوں پر جرح کرنا، یہ مسلمانوں کے اجماع سے جائز، بلکہ بوقت ضرورت واجب ہے ۔ اور اسی طرح کسی انسان سے رشتہ داری قائم کرنے میں مشاورت کرنا ---------

پانچواں: کسی ایسے شخص کی غیبت کرنا بھی جائز ہے، جو کھلم کھلا فسق وبدعت کا ارتکاب کرنے والا ہو، جیسے سر عام شراب نوشی کرنے والا ، لوگوں کا مال ہتھیانے والا ، چنگی وصول کرنے والا ، ظلم کر کے لوگوں سے جگا لینے والا اور برے کاموں کی سرپرستی کرنے والا ہو -----

چھٹا: پہچان کے لئے جب کوئی (عیب وغیرہ) انسان کا لقب بن چکا ہو، جیسے اعمش (چندھا)، اعرج (لنگڑا)، بہرا، اندھا، بھینگا وغیرہ تو اس کے لئے تعارفی نام یا لقب کا استعمال جائز ہے، تاہم توہین اور تنقص کی نیت سے ان الفاظ کا استعمال حرام ہے، اور اگر مذکورہ معروف القاب کے بغیر کسی اور اچھے انداز سے اس کی پہچان ممکن ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے ۔

امام نووی نے یہ چھ اسباب ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں فرمایا کہ ان پر علماء ومحدثین کا اجماع ہے اور پھر ان کے ثبوت میں احادیث بھی ذکر کی ہیں (۱)

(۱) ریاض الصالحین، ۲: ۳۲۱

رجال پر کلام اور صحابہ کرام کا طرز عمل

روایت حدیث کے معاملے میں نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی صحابہ کرام نے انتہائی احتیاط کا رویہ اپنایا اور حدیث رسول بیان کرنے والے سے پوچھ گچھ اور تحقیق وتفتیش کی طرح ڈالی، اس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم اجمعین کا طرز عمل مثالی اور مدح وستائش کے لائق ہے۔

دکتور موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر نے دارقطنی کی کتاب "الضعفاء والمتروکون" کے مقدمہ میں لکھا:

"وبدا التحری فی اخذ السنة فی وقت مبکر منذ عهد ابی بکر وعمر رضی الله عنهما، ثم استمر التفتیش عن احوال الرجال وازداد، فتکلم عند من التابعین فی الجرح والتعدیل" (۱)

ترجمہ: اور حدیث لینے میں احتیاط برتنے کی ابتداء بہت پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دور ہی سے ہوگئی تھی پھر رجال کے بارے تفتیش کا دائرہ مزید وسیع ہوا اور تابعین نے جرح وتعدیل میں کلام کرنا شروع کر دیا۔

خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

ایک بار کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک بوڑھیا آئی اور اس نے بحیثیت دادی وراثت میں اپنے حق کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا:

" مالک فی کتاب الله شیء، وما علمت لک فی سنة نبی الله شیئا، فارجعی حتی اسال الناس، فسال الناس، فقال المغیرة بن شعبة: حضرت رسول الله ﷺ اعطاها السدس. فقال ابوبکر: هل معک غیرک؟ فقام محمد بن مسلمة فقال: مثل ما قال المغیرة بن شعبة، فانفذه ابوبکر "(۲)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس ایک بوڑھیا آئی اور وراثت میں اپنے حق کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ تیرے لئے اللہ تعالی نے کتاب اللہ میں کوئی چیز بیان نہیں کی، اور نہ ہی میرے علم کے مطابق سنت نبوی میں کوئی حکم ہے، آپ واپس چلی جاو میں لوگوں سے اس کے متعلق تحقیق کرلوں، ابو بکر صدیق نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بتلایا کہ میں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا تو آپ ﷺ نے (جدہ) کو چھٹا حصہ دیا تھا، پس حضرت ابو بکر صدیق نے پوچھا کہ کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی یہ اس بات کی گواہی دے گا، تو حضرت محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر اسی بات کا اعادہ کیا تو حضرت ابو بکر نے اس بوڑھیا کو بھی وراثت میں چھٹے حصے کی حق دار ٹھہرا دیا۔

---

(۱) دارقطنی، مقدمہ، الضعفاء والمتروکون، ص: ۵ تحقیق موفق ب عبداللہ بن عبدالقادر.

(۲) مالک بن انس امام، الموطاء، ۲: ۵۱۳، مکتبة الفرقان دبی، ۱۴۲۴ھ.

اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام ابتدا ہی سے روایت حدیث کے مسئلے میں کتنے محتاط ہو گئے تھے۔ یہی انداز دیگر صحابہ کرام کا تھا۔

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر فاروق کا سند حدیث کے متعلق کیا رویہ تھا اور انہوں نے روایت حدیث میں احتیاط کس انداز سے کی وہ اس واقعے سے خوب واضح ہو جاتا ہے کہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری آپ کے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی، آپ سے دروازہ کھولنے میں تاخیر ہوئی اور اتنی دیر میں وہ تین بار دستک ہونے پر واپسی کا رخ کر چکے تھے، حضرت عمر نے دروازہ کھولا اوران کو آواز اور آنے اور پھر واپس چلے جانے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم تین بار سلام کہو، اگر جواب نہ ملے تو واپس چلے جاو۔

تو حضرت عمر نے کہا کہ مجھے اس بات کی دلیل دو کہ واقعی نبی مکرم ﷺ نے ایسے فرمایا ہے وگرنہ میں تجھے سزا دوں گا تو حضرت موسیٰ صحابہ کرام کے پاس آئے اوران سے پوچھا کہ کیا تم میں سے بھی کسی نے یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے تو حضرت ابو سعد خدریؓ نے آ کر حضرت عمر کے سامنے تصدیق کی کہ واقعی یہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے۔

"عن عبيد بن عمير ان ابا موسى استاذن على عمر بن الخطاب فلم يوذن له وكانه كان مشغولا فرجع ابو موسىٰ ففرغ عمر فقال الم اسمع صوت عبدالله بن قيس ائذنوا له قيل قد رجع فدعاه فقال كنا نومر بذلك فقال تاتيني على ذلك بالبينة فانطلق الى مجلس الانصار فسالهم فقالوا لا يشهد لك على هذا الا اصغرنا ابو سعيد الخدري فذهب بابي سعيدالخدري فقال عمر اخفي هذا على من امر رسو ل الله ﷺ الهاني الصفق بالاسواق يعني الخروج الى التجارة." (۱)

ترجمہ: حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ بلاشبہ ابوموسیٰ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملنے کی اجازت طلب کی، وہ مشغول تھے اوراجازت نہ دی جا سکی، حضرت ابوموسیٰ واپس چلے گئے، اسی دوران حضرت عمر فارغ ہوئے اورانہوں نے پوچھا کہ میں نے ابوموسیٰ کی آواز سنی تھی، وہ کدھر ہیں، بتایا گیا کہ وہ واپس چلے گئے، آپ نے حضرت موسیٰ کو بلوایا اور واپس چلے جانے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ (نبی مکرم ﷺ نے) ہم کو اسی بات کا حکم دیا ہے، تو حضرت عمر نے ان سے اس بات پر دلیل طلب کی، ابوموسیٰ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس گئے اوراپنی تائید کے لئے کہا، وہاں سے حضرت ابو سعید خدری ان کے ساتھ آئے اوراس بات کی تصدیق کی، تو حضرت عمر نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا، مجھے اس بات سے تجارت میں مشغولیت نے غافل رکھا۔

ان روایات اور واقعات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کو صحابہ کرام پر اعتماد نہ تھا بلکہ

(۱) صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب الخروج في التجارة، رقم الحديث: ۲۰۶۲

بحیثیت خلیفہ اور حکمران انہوں نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ حدیث رسول کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی تحقیق کی جائے۔جیسا کہ امام شافعی نے "الرسالۃ" میں ذکر کیا ہے کہ:

"ان عمر قال لابی موسیٰ: اما انی لم اتھمک ولکن خشیت ان یتقول الناس علی رسول اللہ ﷺ" (۱)

ترجمہ: بلاشبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے موسیٰ یہ بات واضح رہے کہ میں نے تجھ پر تہمت نہیں لگائی لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگ اپنی طرف سے ہی رسول اللہ ﷺ کے بارے کہنا شروع نہ کر دیں۔

خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے

" عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: کنت اذا سمعت من رسول اللہ ﷺ حدیثا نفعنی اللہ بما شاء ان ینفعنی منه، واذا حدثنی غیری استحلفته، فاذا حلف لی صدقته......" (۲)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰؓ نے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنا کرتا تھا جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جس حد تک چاہا نفع دیا، لیکن جب مجھے کوئی اور حدیث رسول بیان کرتا ہے تو میں اس سے حلف لیتا ہوں (کہ واقعتا یہ حدیث رسول ہی ہے؟)، پس جب وہ قسم اٹھاتا ہے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں ---"

امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ:

" ان ابا بکر وعمر و علیا وزید بن ثابت جرحوا وعدلوا و بحثوا عن صحة الروایات و سقیمها"(۳)

ترجمہ: کہ بلاشبہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت جرح کرتے تھے، تعدیل کرتے تھے اور روایات کے صحیح اور ضعیف ہونے کے بارے بحث و تمحیص کرتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ کے بارے روایت کیا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

"کان عمر یامرنا ان لا ناخذ الا عن ثقة"(۴)

---

(۱)الموطا،۲: ۹۶۴

(۲)مسند احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، ۱: ۲۲۳، رقم الحدیث: ۵۶

(۳)حاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ، معرفة علوم الحدیث: ۵۲، دارابن حزم، بیروت لبنان، ۱۴۲۴ھ

(۴)بیھقی، احمد بن الحسین بن علی، ابوبکر، معرفة السنن والآثار، ۱: ۱۴۰، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب ہم کو حکم کیا کرتے تھے کہ ہم صرف ثقہ افراد سے ہی احادیث لیں۔

اس سے خوب واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے ابتداء ہی سے کس طرح صحت سند کا التزام فرمایا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل ، فیاتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب ، فیتفرقون . فیقول الرجل منھم : سمعت رجلا اعرف وجھہ ، ولا ادری ما اسمہ یحدث"(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ بے شک شیطان ، بندے کی شکل اختیار کرتا ہے ، پس وہ وہ لوگوں کے کسی گروہ کے پاس آکر ان کو جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے ، پس ان لوگوں میں اختلاف پڑ جاتا ہے ، حتی کہ ان میں سے کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ مجھے جس بندے نے یہ حدیث بیان کی ہے میں اس کا نام تو نہیں جانتا لیکن اس کو شکل سے پہچانتا ہوں (اس نے نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا ہے)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ "فن اسماء الرجال" ایک ایسا فن ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت سے ملتی ہے اور صحابہ کرام ہی کے دور سے اس فن پر باقاعدہ کام شروع ہو گیا تھا اور حدیث بیان کرنے والے رواۃ کے بارے تفتیش وتحقیق کے کام کا باقاعدہ آغاز خلفائے راشدین نے خود کیا ہے۔

(۱)معرفۃ السنن والآثار ، ۱ : ۱۴۰

فصل ثانی

مبحث رابع

تابعین کرام اور فن اسماء الرجال کا بطور فن آغاز و ارتقاء

مبحث رابع

تابعین کرام اور فنِ اسماء الرجال کا بطور فن آغاز و ارتقاء

رجال کے بارے تفتیش وتحقیق اور سوال وجواب کا جو سلسلہ صحابہ کرام کے دور میں شروع ہوا تھا وہ تابعین کرام کے دور میں مزید منظم ہوا اور باقاعدہ طور پر ایک فن کی شکل اختیار کر گیا۔

محدثین میں سے اسی شخص کو ماہر جانا جاتا تھا جو احادیث یاد کرنے اور لکھنے کے ساتھ ساتھ اسناد میں بھی مہارت رکھتا تھا۔

تابعین میں سے سب سے پہلے کس نے اس فن میں بحث کی اس کے متعلق رجال کی کتب میں امام شعبی[ت: ۱۰۳ھ] ، امام محمد بن سیرین[ت:۱۱۰ھ] ،حسن بصری [۲۱-۱۱۰ھ]، سعید بن جبیر[۲۶-۹۵ھ] اور ابراہیم نخعی [۴۷-۹۶ھ] کے نام نمایاں ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"واول من زکی و جرح ، عند انقراض عصر الصحابة : الشعبی وابن سیرین ونحوھما، حفظ عنھم توثیق یونس، وتضعیف آخرین. . . . " (۱)

ترجمہ:امام ذہبی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا دور ختم ہونے کے بعد سب سے پہلے جس نے رواۃ حدیث کی تعدیل وتجریح کی ، ان میں امام شعبی اور ابن سیرین وغیرہ شامل ہیں۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں:

" محمد بن سیرین اول من فتش عن الاسناد ، لا نعلم احدا اول منه "(۲)

ترجمہ: امام علی بن مدینی فرماتے ہیں: محمد بن سیرین وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسناد کے بارے تفتیش کی ، ہم ان سے قبل کسی کے بارے نہیں جانتے کہ اس نے ایسا کیا ہو۔

امام شعبیؒ کے متعلق یحیٰی بن سعید القطان نے کہا:

"الشعبی اول من فتش الاسناد"(۳)

---

(۱)ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل، ۲:ب

(۲)ابن رجب الحنبلی ، شرح علل الترمذی، ۱: ۵۲ ، مکتبة المنار ، اردن ، ۱۴۰۷ ھ

(۳) التمهید الابن عبدالبر، ۱: ۵۵ ،المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

ترجمہ: امام یحیٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ شعبی نے اولا اسناد پر پوچھ گچھ کی۔

یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں:

"سمعت علي بن المديني يقول : كان ابن سيرين ممن ينظر في الحديث و يفتش عن الاسناد ، لانعلم احدا اول منه ، ثم كان ايوب ، وابن عون ، ثم كان شعبه، ثم كان يحيىٰ بن سعيد القطان وعبدالرحمٰن بن مهدى" (۱)

ترجمہ: یعقوب بن شیبہؒ فرماتے ہیں: "میں نے علی بن مدینی سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ ابن سیرین احادیث کی جانچ پڑتال کرتے اور اسناد کے بارے تفتیش کرتے تھے، ان سے پہلے اس معاملے میں ہم کسی کو نہیں جانتے، پھر ایوب اور ابن عون نے یہ کام کیا، پھر امام شعبہ نے پھر یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے"

حدیث لینے میں محدثین کی احتیاط اور رجال بارے تفتیش وتحقیق کا اہتمام

تابعین نے اس بات کا بدرجہ اتم اہتمام کیا کہ جس سے بھی حدیث لی جائے اس کے بارے پہلے یہ جانا جائے کہ یہ محدث یا شخص کون ہے؟ کیسا ہے؟

محدثین ہر حدیث بیان کرنے والے سے سماع نہیں کرتے تھے بلکہ اسی سے حدیث لیتے تھے جو اس قابل ہوتا تھا کہ اس سے احادیث سنی جائیں۔

امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

"ان هذا العلم دين، فانظروا عمن تاخذون دينكم ، لقد ادركت سبعين ممن يحدث قال فلان ، قال رسول الله ﷺ عند الاساطين ، واشار الى مسجد رسول الله ﷺ ، فما اخذت عنهم شياء ، وان احدهم لو اوتمن على بيت المال لكان امينا ، لانهم لا يكونوا من اهل هذا الشان ، وقدم علينا ابن شهاب ، فكنا نزدحم على بابه" (۲)

ترجمہ: امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کا علم، دین کا علم ہے لہٰذا تم اس بات کا خیال کیا کرو کہ کس سے یہ علم لے رہے ہو؟ میں نے اس مسجد (مسجد نبوی) کے ستونوں کے نزدیک ستر کے قریب لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا، لیکن میں نے ان سے علم حاصل نہیں کیا، حالانکہ وہ لوگ اتنے ایمان دار تھے کہ اگر ان کو بیت المال کا نگران مقرر کیا جائے تو امین ثابت ہوں، لیکن وہ لوگ اس اہل نہ تھے

(۱) شرح علل الترمذی لابن رجب، ۱: ۵۲
(۲) التمهيد، ۱: ۶۷

کہ ان سے حدیث بھی لی جائے ، اور جب ہمارے ہاں امام ابن شہاب زہری تشریف لائے تو ہم ان کے دروازے پر ازدحام کی صورت میں حصول علم حدیث کے لئے جمع ہوگئے ۔

اسی طرح ایک اورمحدث بھز بن اسدؒ فرماتے ہیں:

"لو ان علی رجل عشرۃ دراھم ثم جحدہ لم یستطع اخذھا منہ الا بشاھدین عدلین، فدین اللہ عزوجل احق ان یوخذ فیہ بالعدول "(۱)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی کے (صرف) دس درہم قرض واپس کرنے ہوں اور وہ اس سے انکار کر دے تو اس سے واپس لینے کے لئے دو عادل گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے ،تو اللہ دین زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو کسی عادل شخص ہی سے لیا جائے ۔

امام شاذان کہتے ہیں:

" سمعت الحسن بن صالح ، یقول : کنا اذا اردنا ان نکتب عن الرجل سالنا عنہ ، حتی یقال لنا : اتریدون ان تزوجوہ"(۲)

ترجمہ:امام شاذان کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ جب ہم کسی شخص سے حدیث لکھنے کا ارادہ کرتے تو اس کے متعلق پوچھ گچھ کرتے یہاں تک کہ ہم سے سوال کیا جاتا کہ کیاتم اس سے کوئی رشتہ داری قائم کرنا چاہتے ہو؟

---

(۱) الجرح والتعدیل، ۲:۱۶

(۲)الکفایۃ: ۹۳

فن اسماء الرجال کا ارتقاء

پہلی صدی ہجری اور فن اسماء الرجال کی بنیادیں

☆رجال پر کلام کا ثبوت سب سے پہلے قرآن کریم سے ملتا ہے جس کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

☆اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی نبی اکرم ﷺ سے افراد پر جرح وتعدیل ہر دو لحاظ سے کلام کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

☆نبی مکرمﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے خصوصا احادیث کے بیان کرنے والے رواۃ کی جانچ پڑتال کی مستقل انداز میں بنیاد ڈالی، اور خلفائے راشدین کا طرز عمل اس بارے بالکل واضح ہے۔

☆ صحابہ کرام کے طرز عمل کے بارے میں تذکرہ کرنے کے بعد امام ابن حبانؒ نے تابعین کرام کا یوں تذکرہ کیا ہے

" . . . . . واهتدى بهديهم فيما استنوا من التيقظ في الروايات جماعة من اهل المدينة من سادات التابعين ، منهم : سعيد بن المسيب ، والقاسم بن محمد ، وسالم بن عبدالله بن عمر ، وعلي بن الحسن بن علي ، وابو سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف ، وعبيد الله بن عتبه بن مسعود ، وخارجة بن زيد، وعروة بن الزبير ، وابو بكر بن الحارث بن هشام وسليمان بن يسار . . . . . فجدوا في حفظ السنن والرحلة فيها ، والتفتيش عنها ، والتفقه فيها ، ولزموا الدين ودعوة المسلمين" (١)

ترجمہ: وہ (تابعین کرام) صحابہ کرام کے طریقے پر چلے اور کبار تابعین میں سے ایک جماعت نے روایات کی جانچ پڑتال میں بیداری مغز کا ثبوت دیا، اور ان میں: سعید بن میسّب، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ بن عمر، علی بن حسن بن علی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود، خارجہ بن زید، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن حارث بن ہشام، سلیمان بن یسار وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے احادیث کو یاد کرنے، طلب حدیث کے لئے سفر کرنے، احادیث کے راویوں بارے تفتیش کرنے، دین کی طرف لوگوں کو راغب کرنے میں بہت محنت سے کام کیا۔

دوسری صدی ہجری اور کبار تابعین کا رجال کی چھان بین میں اہتمام

دوسری صدی ہجری میں امام شعبہ بن الحجاج (ت:١٦٠) کا نام نمایاں ہے انہوں نے رواۃ حدیث کو پرکھنے پر سختی سے عمل کیا۔

(١)مقدمة المجروحين، ١:١ ٥،ندوة علوم الحديث علوم وآفاق، ١:٢٤

☆امام سفیان ثوری (ت:۱۶۱)، ان کا ثور بن یزید کے بارے مشہور قول ہے: "خذوا عن ثور ، واتقوا قرنیہ" کیونکہ وہ قدری تھے اور نصب کی طرف مائل تھے۔

☆ابن ندیم نے ذکر کیا ہے کہ لیث بن سعد (ت:۱۷۵) نے "تاریخ" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔

☆ امام مالک بن انس (ت:۱۷۹) غیر ثقہ سے روایت سننا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

☆امام ابن مبارک (ت:۱۸۱) تو بعض اوقات جرح وتعدیل شعری انداز میں کرتے تھے تاکہ طلاب علم حدیث کو رواۃ کے حالات اوران کے بارے حکم یاد کرنے میں آسانی رہے

☆ابن ندیم نے ذکر کیا ہے کہ ابن المبارک نے اسماء الرجال میں "تاریخ" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

☆امام ذھبی نے ولید بن مسلم الدمشقی (ت:۱۹۵) کے ترجمہ میں ذکر کیا کہ انہوں نے "صنف التصانیف والتواریخ"۔

☆یحیٰی بن سعید القطان (ت:۱۹۸) کا شمار متشددین میں کیا جاتا ہے جو دوسری صدی ہجری کے ممتاز ناقدین سے ہیں۔

☆عبدالرحمن بن مہدی (ت:۱۹۸) کا شمار اس صدی کے معتدل نقاد سے ہوتا ہے۔

تیسری صدی ہجری اور تالیفات وتصانیف کا باقاعدہ آغاز

☆محمد بن سعد (ت:۲۳۰) ان کتاب "طبقات ابن سعد" مشہور کتب سے ہے۔

☆یحیٰی بن معین (ت:۲۳۳) ان ائمہ سے ہیں جنہوں نے رواۃ پر بہت زیادہ کلام کیا ہے۔اوران کی کتب "کتاب الضعفاء" اور "کتاب الکنیٰ" فن اسماء الرجال کی بنیادی کتب سے ہیں۔اوران کے شاگرد عباس نے آپ کے اقوال پر مشتمل ایک کتاب جمع کی جس کا نام انہوں نے "تاریخ" رکھا۔

☆امام علی بن المدینی (ت:۲۳۴) نے اسماء الرجال میں "کتاب الضعفاء"، "العلل ، المدلسون"، "الاسماء والکنیٰ" جیسی عظیم الشان کتب تالیف کیں۔

☆امام ابوخیثمہ (ت:۲۴۱) نے رجال پر نقد وجرح اور تعدیل بارے کافی کلام کیا ،جس کو ان کے بیٹے "احمد بن ابو خیثمہ" نے اپنی کتاب "تاریخ" میں نقل کیا ہے۔

☆امام احمد بن حنبل (ت:۲۴۱) نے بھی رواۃ حدیث پر کافی کلام کیا ہے جس کو ان کے شاگردوں اور بالخصوص ان کے بیٹے "عبداللہ" نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے،اسی طرح ان کی فن اسماء الرجال پر کتاب "کتاب العلل" بھی موجود ہے۔

☆امام محمد بن اسماعیل البخاری (ت:۲۵۶) کی کتب کا شمار فن اسماء الرجال کی بنیادی کتب میں ہوتا ہے ۔ان کی مشہور کتب میں ''التاریخ الکبیر''،''التاریخ الصغیر''، ''الکنی''، ''الضعفاء''، ''التاریخ الاوسط'' وغیرہ شامل ہیں۔

☆امام مسلم بن حجاج قشیری (ت:۲۶۱) نے بھی با قاعدہ طور پر اس فن میں کتب تالیف کیں جن میں: ''التاریخ''، ''الطبقات''، ''الاسماء والکنیٰ''،''المفاريد والوحدان'' شامل ہیں۔

☆ امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (۲۶۱) نے ''کتاب الثقات'' تحریر کی ۔

☆ امام ابو زرعہ رازی (ت:۲۶۴) نے رواۃ حدیث پر کافی کلام کیا ہے ،جس کو امام عبدالرحمن بن ابی حاتم نے اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں ذکر کیا ہے۔

☆امام ابو داود (ت:۲۷۵) سے ان کے شاگرد نے سوالات کر کے حاصل ہونے والے جوابات کو ترتیب دے کر ایک کتاب مرتب کی ۔

☆امام ابو حاتم الرازی (ت:۲۷۷) کے اسماء الرجال پر اقوال اور جرح وتعدیل کو ان کے بیٹے امام عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب ''الجرح والتعديل'' میں نقل کیا ہے۔

☆صالح محمد جزرۃ (ت:۲۹۳) نے ''تاریخ الری'' کے نام سے کتاب تالیف کی ۔

چوتھی صدی ہجری میں اسماء الرجال پر لکھی گئی کتب

☆امام عبدالرحمن النسائی (ت:۳۰۳) نے ''کتاب الضعفاء والمتروكين'' کے نام سے کتاب تالیف کی۔

☆زکریا الساجی (ت:۳۰۷) کی کتاب ''العلل'' مشہور ہے۔

☆ ابو بشر الدولابی (ت:۳۰۱) ان کی کتاب کا نام ''الکنیٰ'' ہے۔

☆ابو جعفر العقیلی (ت: ۳۲۲) کی کتاب ''الضعفاء'' ہے۔

☆امام عبدالرحمن بن ابی حاتم (ت:۳۲۷) نے معروف کتاب ''الجرح والتعديل'' تالیف کی ۔

☆ابو سعید یونس (ت:۳۴۷) نے ''تاریخ مصر'' کے نام سے کتاب تالیف کی ۔

☆ابن حبان (ت:۳۵۴) نے ''کتاب الثقات'' اور ''کتاب الضعفاء'' تالیف کیں۔

☆ابو احمد بن عدی (ت:۳۶۵) نے شہرہ آفاق کتاب ''الكامل في الضعفاء و غيرهم ممن تكلم فيه'' تالیف کی۔

☆امام ابو احمد الحاکم (۳۷۸) نے کتاب "الکنیٰ" لکھی۔

☆امام دارقطنی (ت:۳۸۵) نے کتاب العلل تالیف کی۔

☆امام ابن شاہین (ت:۳۸۵) نے کتاب الثقات لکھی۔

پانچویں صدی ہجری اور اسماء الرجال بارے تالیفات میں اضافہ

☆ابوعبداللہ الحاکم (ت:۴۰۵) نے "تاریخ نیسابور" کے نام سے کتاب لکھی۔

☆امام ابن حزم (۴۵۶) نے بھی رجال پر بہت زیادہ کلام کیا ہے اور آپ کی کتاب "المحلی" لابن حزم کے نام سے مشہور ہے۔

☆امام خطیب بغدادی (ت: ۴۶۳) نے "تاریخ بغداد" جیسی عظیم المرتبت کتاب لکھ کر فن اسماء الرجال میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔

☆امام ابن ماکولا (۴۷۵) نے "الاکمال" کے نام سے کتاب لکھی۔

چھٹی صدی ہجری میں اسماء الرجال پر لکھی گئی کتب

☆امام الشتر ینی (ت:۵۲۲) کی کتاب "رجال مسلم" کے نام سے ہے۔

☆ابوسعد السمعانی (ت:۵۶۲) کی کتاب "الانساب" ہے۔

☆ابن عساکر (ت:۵۷۱) نے "تاریخ دمشق" کے نام سے کتاب لکھی۔

☆امام ابن جوزی (ت:۵۹۷) نے فن اسماء الرجال میں "التاریخ المنتظم" اور کتاب "الضعفاء" تحریر کی۔

☆عبدالغنی المقدسی (ت:۶۰۰) نے کتاب "الکمال" تحریر کی۔

ساتویں صدی ہجری اور کتب رجال

☆ابوالحسن القطان (ت:۶۲۸) نے "الوھم والایھام" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں رواۃ حدیث پر ہونے والے کلام کو ذکر کیا گیا۔

☆ابن الدبیثی (ت: ۶۳۷) نے "تاریخ واسط" جمع کی۔

☆الزکی المنذری (ت:۶۵۶) نے دو جلدوں میں معجم تیار کی۔

آٹھویں صدی ہجری اور کتب اسماء الرجال

☆امام مزی (ت:۷۴۲ھ) نے معروف کتاب "تہذیب الکمال" مرتب کی۔

☆ امام ذہبی (ت:۷۴۸ھ) نے اپنی گراں قدر کتب سے اس فن میں نمایا ں خدمات سرانجام دیں، اور ان کی کتب : "تاریخ الاسلام"، "المیزان"، "تذکرۃ الحفاظ"، "الکاشف"، "المغنی"، "تذھیب التھذیب" نے شہرت دوام حاصل کی ہے۔

☆ امام مغلطای (ت:۷۶۱ھ) نے "اکمال تھذیب الکمال" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

نویں صدی ہجری اور امام ابن حجر العسقلانی کی اسماء الرجال میں خدمات

☆ امام ابن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲) نے "تہذیب التھذیب"، "لسان المیز ان"، "تعجیل المنفعۃ"، "تقریب التھذیب" اور "الدرا لکامنۃ" جیسی عظیم المرتبت کتب تالیف کیں

دسویں صدی ہجری اور امام سخاوی کی اسماء الرجال میں خدمات

☆امام سخاوی (ت:۹۰۱) نے "الضوء اللامع" اور "فتح المغیث" تالیف وتصنیف کیں۔

امام سخاوی نے اپنی کتاب [فتح المغیث] میں جرح وتعدیل کے مایہ ناز ائمہ کی تفصیل سے تذکرہ بھی کیا ہے۔

ماحاصل فصل ثانی

۱۔فن اسماء الرجال سے مراد وہ فن ہے جس میں رواۃ حدیث کے احوال سے بحیثیت راوی مکمل آگاہی حاصل کی جاتی ہے تا کہ ان کے بارے جرح وتعدیل کے اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر ثقہ یا ضعیف وغیرہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔

۲۔فن اسماء الرجال میں : راوی کے نام ، ولدیت ،نسب ،نسبت ،کنیت ،لقب ،علاقہ ، ولادت ، وفات ، اساتذہ ، تلامذہ ، رحلات علمیہ ، حافظہ ، زہد وتقویٰ ،عقیدہ اور اس راوی کے بارے دیگر محدثین کی آراء وغیرہ سے آگاہی حاصل کرنا شامل ہے۔

۳۔سند، سے مراد رواۃ حدیث کا وہ سلسلہ ہے جو محدثین کو حدیث کے قائل تک مربوط انداز میں رسائی دیتا ہے اور یہ اسناد امت محمدیہ کا خاصہ ہیں۔

۴۔جرح وتعدیل فن اسماء الرجال کا اہم حصہ ہے۔

۵۔جرح وتعدیل سے مراد وہ فن ہے جس میں محدثین کے نزدیک مستعمل الفاظ وعبارات ِجرح وتعدیل کو استعمال کرتے ہوئے کسی راوی کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کا تعین کیا جاتا ہے۔

٦۔علوم حدیث میں فن اسماء الرجال محکمہ دفاع کی حیثیت کا حامل فن ہے جو کہ حفاظت حدیث کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

۷۔فن اسماء الرجال کا موضوع رواۃ حدیث کے احوال سے آگاہی ہے اور اس کی غرض وغایت حدیث رسولﷺ کی حفاظت ہے۔

۸۔فن اسماء الرجال کی بنیادیں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے طریقہ کار سے ملتی ہیں۔

۹۔صحابہ کرام کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں یہ علم باقاعدہ فن کی شکل اختیار کر گیا اور اس میں تالیف وتصنیف کا کام منظم انداز میں شروع ہوا۔

۱۰۔فن اسماء الرجال اور رجال پر کلام کرنے کو غیبت کے زمرے میں لا کر ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ کلام اللہ ، نبی مکرمﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل سے رجال پر کلام کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

باب اول

فصل ثالث

اسماء الرجال کی کتب کی اقسام اورتراجم رواۃ میں محدثین کا طریق کار

اس فصل میں کسی راوی کے احوال ذکر کرنے میں محدثین کے طریق کار کو امثلہ کے ساتھ واضح کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اسماء الرجال پر لکھی گئی کتب کو بھی الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالی۔

اس فصل میں دو مباحث ہیں۔

مبحث اول: رواۃ کے تراجم میں محدثین کا طریق کار

مبحث ثانی: اسماء الرجال کی کتب اوران کی اقسام

فصل ثالث

مبحث اول

رواۃ کے تراجم میں محدثین کا طریق کار

مبحث اول

رواۃ کے تراجم میں محدثین کا طریق کار

اسماء الرجال کی کتب میں راوی کے متعلق معلومات اور اس بارے ماہرین کی آراء ذکر کرنے میں محدثین نے مختلف طریقے اپنائے ہیں

کچھ محدثین نے انتہائی اختصار کا طریقہ اختیار کیا جن امام بخاری تقریبا سرفہرست ہیں، انہوں نے مختصر انداز میں رواۃ کے نام، ولدیت اور دادا کا نام، ایک دوشیوخ اور چند ایک تلامذہ کے تذکرہ کے ساتھ رواۃ کے تراجم کو ذکر کیا ہے اور کئی جگہوں پر آخر میں اس راوی کے ثقہ اور عدم ثقہ ہونے کے بارے اپنی طرف سے یا متقدمین میں سے کسی محدث کا قول ذکر دیتے ہیں۔

جبکہ کچھ محدثین نے تفصیل اور طوالت کا طریقہ اپنایا ہے جیسا کہ علامہ مزی نے اپنی کتاب "تھذیب الکمال فی اسماء الرجال" میں کسی راوی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح وہ جس راوی کا تذکرہ کرتے ہیں، اس کی روایات کو بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں یوں یہ کتاب ایک ضخیم کتاب ہے۔اسی طرح تاریخ بغداد میں علامہ ابن خطیب بغدادی نے رواۃ کے حالات کو تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

تاہم کسی راوی کا بنیادی تعارف پیش کرنے تقریبا تمام محدثین کا طریق ایک جیسا ہی کہ وہ:

☆سب سے پہلے متعلقہ راوی کا نام اور اس کی ولدیت وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

☆اسی طرح راوی کی کنیت اور القاب وغیرہ کو بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔

☆راوی اگر کسی علاقے، خاندان یا قبیلہ وغیرہ کی طرف نسبت سے مشہور ہو تو اس کو محدثین بیان کر دیتے ہیں۔

☆کسی راوی کی مزید شناخت کو واضح کرنے کے لئے بعض رواۃ کے پیشہ تک کو ذکر کر دیا جاتا ہے

☆محدثین اس راوی کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس نے کس کس سے علم حدیث حاصل کیا، یا کس کس سے اس نے ملاقات کی اور احادیث کا سماع کیا۔

☆اسی طرح اس راوی سے کس کس نے حصول علم کیا، یعنی اس کے تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

☆راوی کا علاقہ یا شہر کون سا تھا اور اس نے حصول علم کے لئے کن کن علاقوں کا سفر کیا۔

☆اس راوی کے بارے محدثین کی عام رائے کیسی تھی۔

☆اس راوی کے بارے جرح وتعدیل کے حوالے سے حکم لگایا جاتا ہے یا کسی کا قول اس حوالے سے نقل کیا

جاتا ہے۔

☆بعض جگہوں پر اس راوی کے متعلق معاصرین کی آراء کو تفصیل سے ذکر کر دیا جاتا ہے کہ یہ راوی کیسا تھا ؟ یہ آراء راوی کے صدق وعدالت ، امانت ودیانت ، زہد وتقویٰ ، حافظ اور علمی مقام ومرتبہ کے متعلق ہوتی ہیں ۔

☆کتب وفیات میں تو لازمی طور پر تاہم دیگر کتب میں بھی محدثین جہاں تک ممکن ہو اس راوی کی ولادت اور وفات کی تواریخ اور جگہ کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔

یہ وہ عمومی معلومات ہیں جو تقریبا ہر قسم کی کتب میں کسی راوی کا تعارف کرواتے ہوئے پائی جاتی ہیں باقی علم الرجال کے کچھ مخصوص موضوعات کے متعلق معلومات اس خاص موضوع پر لکھی کتب میں اہتمام سے ذکر کیں جاتی ہیں: جیسے ''الموتلف والمختلف'' کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں ان رواۃ کا خاص تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے اسماء لکھنے میں تو ایک جیسے لیکن پڑھنے میں یعنی تلفظ کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

اسی طرح ''الکنیٰ'' کے عنوان سے لکھی گئی کتب میں رواۃ کی کنیتوں کو بڑے اہتمام سے ذکر کیا جاتا ہے ۔وغیرہ

ذیل میں ''رواۃ کے تراجم میں محدثین کے طریقہ کار کو مزید واضح کرنے کے لئے چند کتب سے کسی راوی کا ترجمہ ذکر کرنے میں محدثین کے طریقہ کار کو امثلہ سے ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔رواۃ کے تراجم میں نام اور ولدیت کا تذکرہ کرنا

تاریخ بغداد کی دوسری جلد میں خطیب بغدادی نے امام بخاری کا پینتیس (۳۵)صفحات پر مشتمل تفصیلی تعارف کروایا ہے جس کا آغاز انہوں نے یوں کیا ہے:

۴۲۴۔محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة ، ابو عبدالله الجعفی البخاری، الامام فی علم الحدیث، صاحب ((الجامع الصحیح)) و((التاریخ)) ..... (۱)

ترجمہ:محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیر ہ ، (کنیت :)ابوعبداللہ (نسبت)الجعفی البخاری ،علم حدیث کے امام ، جامع صحیح اور التاریخ کے مصنف ۔

۲۔کنیت سے مشہور رجال کے اسماء کا تذکرہ کرنا

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کا تعارف کرواتے ہوئے یوں لکھا ہے:

---

(۱)تاریخ بغداد ، ۲: ۳۲۲

۱۶۳ ۱۔ "ابو حنیفه الامام الاعظم : فقیه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی مولاهم الکوفی مولده سنة ثمانین ......" (۱)

ترجمہ: ابو حنیفہ امام اعظم: عراق کے فقیہ ہیں، (ان کا نام) نعمان بن ثابت بن زوطا التیمی ہے، آپ کی پیدائش اسی ہجری میں ہوئی

۳۔رواۃ کے تراجم میں ان کی کنیت کو واضح کرنا

محدثین نے رواۃ کے تراجم میں ان کے اسماء کے ساتھ ساتھ ان کی کنیتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے تا کہ کسی راوی کے حقیقی شناخت میں مزید آسانی ہو سکے،

میزان الاعتدال میں "اسماعیل بن زیاد البلخی" کے ترجمہ میں یوں مرقوم ہے:

"اسماعیل بن زیاد البلخی. عن یزید بن الحباب. یکنی بابی اسحاق" (۲)

ترجمہ: اسماعیل بن زیاد البلخی، یہ یزید بن الحباب سے روایات لیتے ہیں، اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔

۴۔تراجم رواۃ میں ان کے القاب کو اہتمام سے ذکر کرنا

کسی راوی کے تعارف کو مزید واضح اور مکمل کرنے کے لئے محدثین جہاں ضروری سمجھتے ہیں رواۃ کے القاب کو بھی احاطہ ضبط میں لاتے ہیں۔

لسان المیزان میں مرقوم ہے:

۷۶۱۔-ز- "احمد بن محمد بن سلیمان الغرناطی، ابو جعفر، یلقب الجبیبهة، ...." (۳)

ترجمہ: احمد بن محمد بن سلیمان الغرناطی، ابوجعفر، اس کو "الجبیبهة" کا لقب دیا گیا۔

۵۔صحابہ کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی رؤیت اور صحبت کا تذکرہ کرنا

رجال حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے محدثین جہاں صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کی نبی مکرم ﷺ سے ملاقات اور مجلس و مصاحبت کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔

---

(۱) ذهبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابو عبدالله، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۶۸، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان.

(۲) ذهبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابو عبدالله، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۱: ۲۳۱، دار المعرفة بیروت لبنان.

(۳) ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ابوالفضل، لسان المیزان، ۱: ۲۶۱، موسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۳۹۰ھ

تھذیب التھذیب میں یوں مرقوم ہے:

۲ . د –"طارق بن عبدالله المحاربی الکوفی . له رویة وصحبة. روی عن النبی ﷺ ....."(۱)

ترجمہ: طارق بن عبداللہ المحاربی الکوفی ، ان کے لئے رویت اور صحبت (ثابت ہے) ۔ نبی اکرم ﷺ سے روایات بیان کی ہیں۔

۶۔ روای کی اس کے علاقے اور خاندان کے طرف نسبت کو بیان کرنا

محدثین کیسی راوی کی شناخت کو مزید آسان کرنے لئے اس کی اس کے خاندان اور علاقے کی طرف نسبت کو بھی اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔

التاریخ الکبیر میں عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ترجمہ میں مرقوم ہے:

۲. "عبدالله بن ابی بکر الصدیق بن ابی قحافة ، وهو عبدالله بن عبدالله بن عثمان التیمی القرشی ، .... "(۲)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بکر الصدیق اب ابی قحافہ، یہ عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان ہیں ۔ الیتمی اور القرشی ہیں ۔

اسی طرح تذھیب تھذیب الکمال میں مرقوم ہے:

۱۰۱. ت:"احمد بن محمدبن نیزک بن حبیب ابو جعفر البغدادی المعروف بالطوسی ...."

(۳)

ترجمہ: احمد بن محمد بن نیزک بن حبیب ، ابو جعفر، البغدادی جو کہ طوسی کے لقب سے معروف ہیں ۔

۷۔ رواۃ کے تراجم میں ان کے اساتذہ اور تلامذہ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے

محدثین رجال سند احادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے تفصیلا یا اجمالا رواۃ کے اساتذہ اور تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

محمدبن انس کے ترجمہ میں امام بخاری اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں یوں رقم طراز ہیں:

۷۰. محمد بن انس ابو انس مولی عمر بن الخطاب القرشی العدوی سمع عاصم بن کلیب

---

(۱)ابن حجر ، احمد بن علی بن محمد بن حجر، العسقلانی، تھذیب التھذیب ، ۵: ۴ ، دائرة المعارف النظامیة الکائنة ، حیدرآباد ، دکن، ۱۳۲۵ھ

(۲) التاریخ الکبیر ، ۵: ۲

(۳)ذھبی، محمد بن عثمان ،ابوعبدالله شمس الدین، تذھیب تھذیب الکمال، ۱: ۱۹۲، الفاروق الحدیثیة ،قاھرہ، ۱۴۲۵ھ

والاعمش، سمع منه ابراهيم بن موسىٰ الرازی۔ (۱)

ترجمہ: محمد بن انس ، ابو انس مولی عمر بن الخطاب ، القرشی العدوی ۔انہوں نے عاصم بن کلیب اور اعمش سے احادیث سنیں اور ان سے ابراہیم بن موسیٰ الرزای نے سماع کیا۔

۸۔رواۃ کے تراجم میں ان پر ہونے والی جرح وتعدیل کا تذکرہ کرنا

رواۃ پر جرح وتعدیل اور اس سے آگاہی یہی فن اسماء الرجال کا اہم مقصود ہے ، راوی کے بارے معلومات اسی لئے جمع کی جاتی ہیں تا کہ احادیث رسول ﷺ جیسے اہم معاملے میں ان کی بات کے قابل اعتبار یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے ، تو محدثین نے رجال کے تذکرہ میں ان پر جرح تعدیل کا اہتمام سے تذکرہ کیا ہے ، اس میں وہ یا تو اپنی رائے بلاواسطہ پیش کرتے ہیں یا اپنے سے متقدمین یا ہم عصر محدثین کی آراء اس متعلقہ راوی کے بارے ذکر کردیتے ہیں۔

امام ذہبی نے الجرح والتعدیل میں رواۃ پر کلام یوں ذکر کیا ہے :

۸۹۰۔سعيد بن ابی سعيد الزبيدی: ضعفه الدارقطنی (۲)

ترجمہ: سعید بن ابی سعید الزبیدی: اس کو امام دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے ۔

۸۹۵۔سعيد بن عبدالرحمٰن الجمعی : ضعفه ابن الجوزی (۳)

ترجمہ: سعید بن عبدالرحمن الجمعی : اس کو امام جوزی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

اسی طرح التاریخ الکبیر میں امام بخاری "عبدالملک بن عبدالرحمٰن" نامی راوی کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

۱۳۷۲۔ عبدالملک بن عبدالرحمٰن ابو العباس اصله شامی نزل البصرة عن الاوزاعی وابن ابی عبلة ، ضعفه عمرو بن علی جدا ، منكر الحديث ۔ (۴)

ترجمہ: عبدالملک بن عبدالرحمن ابو العباس ، یہ اصلا شامی تھے ، بصرہ میں قیام پذیر ہوئے ، اوزاعی اور ابن ابی عبلہ سے روایت کی۔ان کو عمرو بن علی نے "ضعيف جدا" کہا ہے ، یہ "منكر الحديث" ہیں۔

---

(۱) التاريخ الكبير، ۱:۱ ۴

(۲) ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،الجرح والتعديل، ۱: ۱۹۲ ، الفاروق الحديثية للطباعة والنشر ، ۱۴۲۴ھ

(۳) ايضاً، ۱:۱۹۳

(۴) التاريخ الكبير ، ۴۲۲:۵

۹۔رواۃ کے تراجم میں روای کے سن وفات اور مقام وفات وغیرہ کا تذکرہ

محدثین رواۃ کے احوال ذکر کرتے ہوئے ان کے ولادت ووفات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں تا کہ دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ لقاء وسماع کے معاملے میں تحقیق وتفتیش میں آسانی رہے۔

التاریخ الکبیر میں مرقوم ہے:

۵. " عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب ، ابو العباس الهاشمي. قال الحسن عن ضمرة: مات سنة سبعين وهو بالطائف، ......"(۱)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ، ابو العباس الھاشمی ، حسن نے ضمرہ کے حوالے سے کہا: یہ ستر (۷۰) ہجری کو فوت ہوئے اوراس وقت وہ طائف میں تھے۔

(۱)التاریخ الکبیر ، ۳:۵

فصل ثالث

مبحث ثانی

اسماء الرجال کی کتب اوران کی اقسام

مبحث ثانی

اسماء الرجال کی کتب اوران کی اقسام

کتب رجال پر بحث وتحقیق کرنے والے ماہر محدثین نے کتب رجال کے مطالعہ میں آسانی کے لئے ان کو متعدد اقسام میں تقسیم کیا ہے، اورمتقدمین مولفین نے بھی ابتداء ہی سے اس فن کو اس کی مکمل حیثیت کے مطابق بڑی اہمیت دیتے ہوئے محنت اورجستجو سے کتب تالیف کیں اوراس علم کی ہر ہر شاخ اورفرع پر ضخیم کتب تالیف کرڈالیں۔

دکتوراکرم ضیاءالعمری اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:

"وقد اتبع المصنفون الاوائل في علم الرجال اساليب متعددة في تاليفهم مما ادى الى تنوع مصنفاتهم ، فمنها ما اقتصر على التعريف الصحابة وهي كتب معرفة الصحابه ، ومنها ما شمل الصحابة والتابعين والاتباع ومن تلاهم وهي كتب الطبقات ، ومنها ما اهتم ببيان درجة توثيق الرجال او تضعيفهم وهي كتب الجرح والتعديل التي تنوعت ايضا ، فمنها مااقتصر على ذكر الثقات فقط ، ومنها ما اقتصر على ذكر الضعفاء فقط ، في حين جمع صنف ثالث منها بين الثقات والضعفاء وبعد قرن من الزمن ظهرت مصنفات في رجال الحديث المذكورين في احد مجاميع الحديث ، ....ثم اخذ بعض المصنفين يقتصر على رجال الحديث في بلدة معينة.....ولكثرة عدد رواة الحديث واحتمال حدوث التباس بسبب تشابه الاسماء او الكنىٰ او النسبة ، لضبط الاسماء وتمييز الموتلف والمتفق والمتشابه . ثم ظهرت في اواخر القرن الخامس كتب في انساب المحدثين بعد ان اصبح لكل راو عدة انتسابات الى القبيلة والمدينة والصنعة"(۱)

ترجمہ: پہلے محدثین نے رجال میں کتب تالیف کرنے میں متعدد اسالیب اختیار کئے ہیں، پس ان میں سے کسی نے صرف صحابہ کے تعارف تک محدود رکھا اور یہ کتب معرفۃ الصحابہ کے نام سے جانی جاتی ہیں، اور کچھ نے صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور دیگر کا تذکرہ کیا اور یہ کتب "طبقات" کے نام سے جانی جاتی ہیں، اوران میں سے کچھ نے رواۃ کے ثقہ اور ضعیف ہونے کو بھی واضح کیا ایسی کتب کو کتب جرح وتعدیل کہا جاتا ہے، ان کی ابھی آگے اقسام ہیں: کچھ صرف ثقات رواۃ کے ساتھ خاص ہیں، کچھ صرف ضعفاء کے ساتھ، اور کچھ ضعفاء اور ثقات دونوں کے تذکرہ پر مشتمل ہیں ۔۔۔ پھر کچھ محدثین نے ایک خاص علاقے کے رجال حدیث پر کتب لکھیں، رواۃ کے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ہونے کے خدشہ کے پیش نظر اسماء والکنی، موتلف والمختلف اور متفق والمفترق پر کتب لکھی

(۱) بحوث في تاريخ السنة المشرفة، ص: ۶۱، ۶۲

گئیں ، اور پانچویں صدی کے آخر میں رواۃ کی نسبتوں پر کتب لکھی گئیں ، کیوں مختلف راوی مختلف نسبتوں سے معروف تھے کوئی قبیلہ، کوئی شہر اور کوئی پیشے کی نسبت سے معروف ہوا۔

دکتور کی مندرجہ بالا تفصیل بحث کو مدنظر رکھ کر علم الرجال کی کتب کو بنیادی طور پر درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

☆ کتب الطبقات

☆ کتب معرفة الصحابة

☆ کتب فی الجرح والتعدیل

☆ کتب تواریخ المدن

☆ کتب فی معرفة الاسماء وتمییزها

☆ کتب الرجال المذکورین فی مصنفات معینة (۲)

آئندہ صفحات میں ان کتب کی اقسام کے تحت آنے والی کتب کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۲) محمد بن مطر الزهرانی، الدکتور، علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۳۲، ۳۳، دار الخضیری للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۸ھ

ا۔"طبقات" کے لحاظ سے لکھی گئی کتب رجال

لفظ طبقہ کے لغوی معانی:

"وسموا كل ما غطى شيئا (طبقا) لانه لايغطيه حتي يكون مساويا له ، ثم لا يغطيه حتي يكون فوقه ،فسموا مراتب الناس ومنازل بعضهم فوق بعض (طبقات) " (١)

ترجمہ:اورانہوں نے ہراس کوطبقہ کا نام دیا جس سے کوئی چیز ڈھانپی جائے ، کیونکہ وہ اس وقت تک اس کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے سکتی جب تک اس کے برابر نہ ہو، پھر اس وقت تک نہیں ڈھانپ سکتی جب تک اس کے اوپر نہ ہو، پس انہوں (محدثین) نے لوگوں کے مراتب اور ایک دوسرے کے اوپر ان کے درجات کو"طبقات کا نام دیا ہے۔

اصطلاحی معانی:

"امام تعريف الطبقة في اصطلاح المحدثين فهو : قوم تقاربوا في السن والاسناد او في الاسناد فقط "(٢)

ترجمہ:جہاں تک تعلق ہے"طبقہ" کی محدثین کے نزدیک اصطلاحی تعریف کا تواس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عمر یا سند میں ایک دوسرے سے قریب ہوں یا صرف سند میں ہی۔

اہم کتب:

☆ [الطبقات] محمد بن عمر الواقدی (ت ۲۰۷ ھ)، اور یہ طبقات پر لکھی گئی پہلی کتاب ہے (۳)

☆[طبقات من روى عن النبي ﷺ من اصحابه] ،ہیثم بن عدی (ت ۲۰۷ ھ) (۴)

☆[الطبقات الكبرىٰ] محمد بن سعد الواقدی (۲۳۰ ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الطبقات] ،،علی بن عبداللہ المدینی (۲۳۴ ھ) (۵)

---

(١) الصحاح تاج اللغة للجوهري ، ۴: ١٥١١ ، ١٥١٢

(٢) علم الرجال نشأته وتطوره ، ص: ٣٧

(٣)ابن نديم ، محمد بن ابي يعقوب اسحاق، ابوالفرج،الفهرست، ص: ١١١ ، دارالكتب العلمية بيروت لبنان ، ١٤٢٢ھ

(۴) ايضا، ص:١١٢

(۵) معرفة علوم الحديث ، ص: ٧١

☆[الطبقات] ، ابراھیم بن منذر الحزامی (۲۳۶ھ)(۱)

☆[الطبقات] ،خلیفہ بن خیاط (ت ۲۴۰ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الطبقات] ، ابو القاسم محمود بن ابراھیم بن سمیع الدمشقی (۲۵۹ھ)(۲)

☆[الطبقات] مسلم بن حجاج القشیری ، (ت ۲۶۱ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الطبقات] ، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم البرقی (ت ۲۴۹ھ)(۳)

☆[الطبقات التابعین]، ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (ت ۲۷۷)(۴)

☆[الطبقات] ، ابو زرعۃ عبدالرحمن بن عمرو النصری الدمشقی (ت ۲۸۱ھ)(۵)

☆[طبقات الاسماء المفردۃ من الصحابۃ والتابعین واصحاب الحدیث] ، ابو بکر بن ھارون البرذعی (ت ۳۰۱ھ)(۶)

☆[طبقات المحدثین باصبھان] ،عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری الاصبھانی (ت ۳۶۹ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الطبقات] ، ابوعمر محمد بن العباس بن حیوۃ الخزاز (ت ۳۸۲ھ)(۷)

☆[طبقات المحدثین] ، ابو القاسم عبدالرحمن بن مندہ (ت ۴۷۰ھ)(۸)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱)سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن ، ابو عبداللہ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، ۴: ۳۹۲ ، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ بالجامعۃ السلفیۃ بنارس، ۱۴۰۷ھ

(۲) تذکرۃ الحفاظ ، ۲: ۲۱۴

(۳) التھذیب لابن حجر ، ۲: ۳۲، ۳۳

(۴) کتانی، محمد بن جعفر، السید، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشھور کتب السنۃ المشرفۃ، ص: ۱۳۹ ، دارالبشائر الاسلامیۃ ، بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ

(۵) علم الرجال نشأتہ وتطورہ ، ص: ۶۵

(۶) بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ ، ص: ۸۱

(۷) ایضا، ص: ۸۱

(۸) ایضا ، ص: ۷۷

۲۔صحابہ کے بارے لکھی گئی کتب رجال

بلاشبہ صحابہ کے بارے علم حاصل کرنا ایک اہم کام ہے جس سے علوم حدیث حاصل کرنے والا شخص فرار حاصل نہیں کر سکتا، اور یہ صحابہ کرامؓ کے احوال کی معرفت ہی ہے جس سے ایک طالب حدیث مرسل حدیث،جس کی سند سے صحابی کا نام ساقط ہو جائے(۱)اور مسند حدیث جس حدیث کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو (۲) میں فرق کر سکتا ہے اور فرق کو پہچان سکتا ہے، محدثین نے صحابہ کرام بارے کتب میں ان کے اسماء، انساب، احوال، سیرت وکردار، وہ کہاں کہاں گئے، کن کن غزوات میں شرکت کی، اور کب ان کی وفات ہوئی یہ سب کچھ جمع کر دیا ہے (۳)

صحابی کسے کہتے ہیں؟

امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

"ومن صحب النبی ﷺ او راہ من المسلمین فھو من اصحابہ"(۴)

ترجمہ: جس کو نبی مکرم ﷺ کی مجلس حاصل ہو یا مسلمانوں میں سے جس نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا ہو وہ آپ کے صحابہ سے ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"اصحاب رسول اللہ کل من صحبہ شھرا او یوما او ساعۃ او رآہ " (۵)

ترجمہ: جن نے بھی نبی مکرم ﷺ کی مصاحبت میں خواہ ایک ماہ گزارا، یا دن یا ایک گھڑی یا صرف ایک نظر دیکھ لیا وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ یوں رقمطراز ہیں:

"اصح ما وقفت علیہ فی تعریف الصحابی انہ من لقی النبی ﷺ مومنا بہ، ومات علی الاسلام، فیدخل فیہ من طالت مجالستہ لہ او قصرت، ومن روی عنہ او لم یرو، ومن غزا معہ او لم یغز، ومن رآہ رویۃ بصر ولو لم یجالسہ، ومن لم یرہ لعارض کالعمی"(۶)

(۱)احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث، ص:۴۷، موسسۃ الامیرۃ العنود بنت عبدالعزیز، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ.
(۲)ایضاً، ص:۴۴
(۳) بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ، ص: ۲۲
(۴)صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، ص: ۲۱۲
(۵)ابن اثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم ،ابوالحسن اسدالغابۃفی معرفۃالصحابۃ،المکتبۃ الاسلامیۃ بطھران،محرم ۱۳۴۲ھ
(۶)ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۱:۶،دارالفکر،بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ

ترجمہ:صحابی کی صحیح ترین تعریف : بلاشبہ وہ شخص (صحابی ہے)جس نے نبی اکرمﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی اور اسلام کی حالت ہی میں وہ فوت ہوا۔پس اس میں وہ سب شامل ہو جائیں گے ،جس نے لمبی مجلس کی یا مختصر، جس نے آپ کو دیکھا یا نہ دیکھا،، آپ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک ہوا یا نہ ہوا، اور جس نے آنکھ سے دیکھا اگرچہ آپ کے ساتھ نہ بیٹھ سکا، اور جو نابینا ہونے کی وجہ سے نہ دیکھ سکا۔

اہم کتب :

☆[الصحابة] ابوعبیدۃ معمر بن المثنی (ت ۲۰۸ ھ) (۱)

☆[معرفة من نزل من الصحابة سائر البلدان] ،علی بن المدینی (ت ۲۳۴ ھ) (۲)

☆[الصحابة] ،عبدالرحمن بن ابراھیم بن عمرو الدمشقی (ت ۲۴۵ ھ) (۳)

☆[تاریخ الصحابه] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵۶ ھ)،(۴)

☆[الصحابة] ابو زرعۃ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی (ت ۲۶۴ ھ) (۵)

☆[الصحابه] احمد بن سیار المروزی (ت ۲۶۸ ھ)(۶)

☆[الصحابة] ابو بکر احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم (ت ۲۷۰ ھ)(۷)

☆[الصحابة] ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (ت ۲۷۷ ھ)(۸)

☆[الصحابة] ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی مطین (ت ۲۹۷ ھ) (۹)

☆[الصحابة] ابومنصور محمد بن سعد الباوردی (ت ۳۰۱ ھ)(۱۰)

(۱)سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن ، شمس الدین،الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ،: ۹۳ ،دارالکتب العربی،بیروت لبنان،۱۳۹۹ھ

(۲) معرفة علوم الحدیث ،ص: ۷۱

(۳) جامع المسانید لابن کثیر ، ۲: ق ۱۱۹

(۴) اقتبس منه ابو نعیم فی معرفة الصحابه ، ۲: ۲۴۸ ، وذکره الحافظ فی مقدمة الاصابه، ۱: ۳

(۵) ذکره ابن کثیر فی جامع المسانید ، ۲: ق ۱۵۶

(۶) ایضا

(۷) تذکرة الحفاظ ، ۲: ۵۷۰

(۸) جامع المسانید ، ۱:ق ۱۵۶

(۹) الاصابة ، ۱: ۳

(۱۰)فتح المغیث ، ۴: ۷۵

☆[الصحابة] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ الاھوزای ،عبدان (ت ۳۰۶ ھ) (۱)

☆[الصحابة] ابو بکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی (ت ۳۱۶ ھ) (۲)

☆[معجم الصحابة] ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (ت ۳۱۷ ھ) (۳)

☆[الصحابة] ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی (ت ۳۲۲ ھ) (۴)

☆[الصحابة] ابو العباس محمد بن عبدالرحمن الدغولی (ت ۳۲۵ ھ) (۵)

☆[الصحابة] ابو احمد بن احمد بن ابراھیم العسال القاضی (ت ۳۴۹ ھ) (۶)

☆[معجم الصحابة] ابو الحسین عبدالباقی بن قانع الاموی (ت ۳۵۱ ھ) (۷)

☆[معجم الصحابة] ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن البغدادی المصری (ت ۳۵۳ ھ) (۸)

☆[الصحابة] ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان البستی (ت ۳۵۴ ھ) (۹)

☆[اسماء الصحابة] ابو بکر احمد بن ابراھیم الاسماعیلی (ت ۳۷۱ ھ) (۱۰)

☆[معرفة الصحابة] ابو احمد الحسن بن عبداللہ العسکری (ت ۳۸۲ ھ) (۱۱)

☆[معرفة الصحابة] ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ الاصبھانی (۳۹۵ ھ) (۱۲)

---

(۱) الاصابة ، ۱: ۳

(۲) ایضاً، ۱: ۳

(۳)قرطبی، یوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر ، ابو عمر، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ۱: ۴۷ ، دارالکتب العلمیة،بیروت لبنان ، ۱۴۲۲ھ

(۴) ایضاً، ۱: ۴۷

(۵) فتح المغیث ، ۴: ۷۵

(۶)ابونعیم، احمد بن عبدالله بن احمد بن اسحاق بن مهران، الاصبهانی، معرفة الصحابة لابی نعیم ، ۲: ۱۲۸ ، دارالوطن للنشر ،الریاض . ۱۴۱۹ھ

(۷) بحوث فی تاریخ السنة المشرفة ، ص:۔۷۰

(۸)ابن خیر، محمد بن خیر بن عمر بن خلیفة، الاموی، فهرست، ص: ۲۱۵ ، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ

(۹)ابن حجر، احمدبن علی بن محمد العسقلانی، ابوالفضل، تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة ، ص: ۱۱۵، ۱۲۸، دارالبشائر الاسلامیة،بیروت لبنان، ۱۴۲۹ھ

(۱۰)کشف الظنون ، ۲: ۱۷۳۶

(۱۱) فتح المغیث ، ۴: ۷۶

(۱۲)الاصابة ، ۱: ۳

☆[معرفة الصحابة] ابونعیم الاصبهانی (ت ۴۳۰ ھ)

☆[معرفة الصحابة] ابو العباس جعفر بن محمد المستغفری (ت ۴۳۲ ھ)(۱)

☆[الاستیعاب فی معرفة الاصحاب] ابوعمر یوسف بن عبداللہ ، ابن عبدالبر (ت ۴۶۳ ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) اعلان بالتوبیخ ، ص: ۹۳

۳۔ رواۃ حدیث پر جرح وتعدیل کے لحاظ سے لکھی گئی کتب رجال

الجرح والتعدیل علم الرجال کا ایک بنیادی حصہ اوراہم شاخ ہے، رواۃ حدیث کے حالات زندگی جمع کرنے اور ساری چھان بین کا اصل مقصود یہی ہوتا ہے کہ پتہ لگایا جائے کہ آیا یہ راوی حفظ واتقان ، امانت و دیانت اور زھد وتقویٰ میں کس درجہ پر ہے ، کیا دین جیسے اہم مسئلہ میں اس کی بات کو قبول کیا جائے گا یہ رد کر دیا جائے گا۔ اگر قبول کیا جائے گا تو کس حد تک ؟ وغیرہ

تو ابتداء ہی سے علماء نے رواۃ حدیث کی اس نہج پر جانچ پڑتال کی کہ مختلف کتب میں رواۃ حدیث کے حالات زندگی قلم بند کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر اپنی طرف سے یا متقدمین کی طرف سے جرح اور تعدیل کے لحاظ سے حکم بھی لگایا ۔

محدثین کرام نے جرح وتعدیل پر مختلف انداز میں کتب تحریر کیں ، کچھ نے اپنی کتب میں صرف ثقہ رواۃ کا تذکرہ کیا ،کچھ نے صرف ضعیف اور متروک رواۃ کا ایک جگہ تذکرہ کرکے طلاب حدیث پر یہ واضح کیا کہ جو رواۃ اس کتاب میں مذکور ہیں وہ نا قابل اعتبار ہیں، کچھ نے اپنی کتب میں ہر دو قسم : ثقہ اور ضعیف رواۃ کے احوال و واقعات کو جمع کیا ہے ۔

ذیل میں اسی طرح الگ الگ جرح وتعدیل کی کتب کو بیان کیا جارہا ہے:

۳۔الف: ثقات پر لکھی گئی کتب

☆ [الثقات والمتثبتون] ابو الحسن علی بن عبداللہ المدینی (ت ۲۳۴ ھ) (۱)

☆ [الثقات] ابو الحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (ت ۲۶۱ھ) (۲)

☆ [الثقات] ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم التمیمی الافریقی (ت ۳۳۳ ھ) (۳)

☆ [الثقات] ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان البستی (ت ۳۵۴ ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ [مشاهیر علماء الامصار] ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان البستی (ت ۳۵۴ ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ [الثقات] ابو حفص عمر بن بشران بن محمد السکری (ت ۳۶۷ ھ) (۴)

☆ [تاریخ اسماء الثقات] ابو حفص عمر بن احمد بن شاھین الواعظ (ت ۳۸۵ ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) معرفة علوم الحدیث للحاکم ، ص: ۷۱

(۲) علم الرجال نشأته وتطوره ، ص: ۱۴۲

(۳)فتح المغیث ، ۴: ۳۵۲

(۴) لسان المیزان لابن حجر ، ۳: ۲۷۵

۳۔ب: ۔"ضعفاء" پر لکھی گئی کتب

☆ [الضعفاء] یحیٰی بن سعید القطان (ت ۱۹۸ھ) (۱)

☆ [الضعفاء] ابو زکریا یحیی بن معین (ت ۲۳۳ھ) (۲)

☆ [الضعفاء] علی بن عبداللہ المدینی (ت ۲۳۴ھ) (۳)

☆ [الضعفاء] محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن سعید البرقی الزہری (ت ۲۴۹ھ) (۴)

☆ [الضعفاء] محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵٦ھ) (۵)

☆ [احوال الرجال] ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (ت ۲۵۹ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ [الضعفاء والمتروکون] ابو زرعۃ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی (ت ۲٦۴ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ [الضعفاء] ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی (ت ۲۷۷ھ) (٦)

☆ [الضعفاء والمتروکون] ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (ت ۳۰۳ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ [الضعفاء] ابومحمد عبداللہ بن الجارود (ت ۳۰۷ھ) (۷)

☆ [الضعفاء] ابو یحیٰی زکریا بن یحیٰی بن عبدالرحمٰن الساجی (ت ۳۰۷ھ) (۸)

☆ [الضعفاء] ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ (ت ۳۱۱ھ) (۹)

☆ [الضعفاء] ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (ت ۳۱۰ھ) (۱۰)

☆ [الضعفاء] ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی (۳۲۲ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

---

(۱) سیر اعلام النبلاء لذهبی، ۹: ۱۸۳
(۲) الاعلان بالتوبیخ للسخاوی، ص: ۱۰۹
(۳) الفهرست لابن ندیم، ص: ۲۸٦
(۴) سیر اعلام النبلاء، ۱۳: ۴٦
(۵) لسان المیزان، ۳: ۲٦۷
(٦) المغنی فی الضعفاء، لذهبی، ۱: ۴
(۷) تعجیل المنفعة، ص: ۲۴۷، لسان المیزان، ۱: ۳۴
(۸) لسان المیزان، ۱: ۴
(۹) المغنی فی الضعفاء لذهبی، ۱: ۴
(۱۰) بحوث فی تاریخ السنة المشرفة، ص: ۹۲

☆[الضعفاء] ابونعیم عبدالملک بن محمد بن عدی الجرجانی (ت ۳۲۳ھ)(۱)

☆[الضعفاء] ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم الافریقی (ت ۳۳۳ھ)(۲)

☆[کتاب الضعفاء والمتروکین] ابوعلی سعید بن عثمان بن السکن (ت ۳۵۳ھ)(۳)

☆[معرفة المجروحين من المحدثين] ابو حاتم محمد بن احمد بن حبان البستی (ت ۳۵۴ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الکامل فی ضعفاء الرجال] ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (ت ۳۶۵ھ)() یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الضعفاء] ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی (ت ۳۷۴ھ)(۴)

☆[تسمية ضعفاء المحدثين] ابو احمد محمد بن محمد بن احمد الحاکم الکبیر (ت ۳۷۸ھ)(۵)

☆[الضعفاء والمتروکون] ابوالحسن علی بن عمر بن مهدی الدارقطنی (ت ۳۸۵ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[تاريخ اسماء الضعفاء والكذابين] ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین (ت ۳۸۵ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الضعفاء] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری (۴۰۵ھ) (۶)

☆[الضعفاء] ابونعیم الاصبہانی (ت ۴۳۰ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الضعفاء] ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ)(۷)

☆[الضعفاء والمتروکون] ابوالفرج بن الجوزی (ت ۵۹۷ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[المغنی فی الضعفاء] حافظ شمس الدین الذہبی (ت ۷۴۸ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[دیوان الضعفاء] حافظ شمس الدین الذہبی (ت ۷۴۸ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) تذکرہ لذہبی، ۳:۸۱۷
(۲) لسان المیزان، ۱:۲۴
(۳) فتح المغیث، ۴:۳۵۲
(۴) المغنی للذہبی، ۱:۵
(۵) لسان المیزان، ۳:۵۲۳
(۶) المغنی لذہبی، ۱:۵
(۷) ایضا، ۱:۵

۳۔ ج: وہ کتب جن میں ثقات اور ضعفاء کو جمع کیا گیا

☆[الطبقات الکبریٰ] محمد بن سعد، کاتب الواقدی (ت ۲۳۰ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاریخ] یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر (ت ۲۳۱ھ) (۱)

☆[التاریخ] ابو زکریا یحیٰی بن معین (ت ۲۳۳ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاریخ] ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ (ت ۲۳۵ھ) (۲)

☆[التاریخ] ابو احمد محمود بن غیلان المروزی (ت ۲۳۹ھ) (۳)

☆[التاریخ] خلیفہ بن خیاط (ت ۲۴۰ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[العلل ومعرفة الرجال] ابوعبداللہ احمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[علل الحدیث و معرفة الشیوخ] ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی (ت ۲۴۲ھ) (۴)

☆[التاریخ] ابو الحفص عمرو بن علی الفلاس (ت ۲۴۹ھ) (۵)

☆[التاریخ الکبیر] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵۶ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاریخ الاوسط /الصغیر] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵۶ھ) (۶)

☆[التاریخ] مفضل بن غسان الغلابی (ت ۲۵۶ھ) (۷)

☆[التاریخ] حنبل بن اسحاق بن حنبل الشیبانی (ت ۲۷۳ھ) (۸)

☆[التاریخ] محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (ت ۲۷۳ھ) (۹)

---

(۱) تهذیب التهذیب، ۱۱: ۲۳۸

(۲) الفهرست لابن نديم، ص: ۲۸۵

(۳) ضیاء اكرم العمرى، الدكتور، موار دالخطيب للبغدادي، ص: ۳۴۱، دار طيبة، الرياض، ۱۴۰۵ھ

(۴) تاريخ بغداد، ۵: ۴۱۷

(۵) تاريخ بغداد، ۲: ۲۳۲

(۶) یہ کتاب پہلے التاریخ الصغیر کے نام سے مطبوع تھی اور اب التاریخ الاوسط کے نام سے طبع ہوئی ہے (راقم)

(۷) سمعانی، عبدالكريم ب محمدبن منصور، ابو سعد، الانساب، ۲: ۵، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۴۰۸ھ

(۸) تاريخ بغداد، ۸: ۲۸۶

(۹) تذكرة الحفاظ، ۲: ۶۳۶

☆[المعرفة والتاريخ] یعقوب بن سفیان الفسوی (ت ۲۷۷ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاريخ الكبير] ابو بکر احمد بن ابی خیثمۃ زہیر من حرب النسائی (ت ۲۷۹ھ) (۱)

☆[التاريخ] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲)

☆[التاريخ] ابو زرعۃ عبدالرحمن بن عمرو النصری الدمشقی (ت ۲۸۱ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاريخ] ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار (ت ۲۹۰ھ) (۳)

☆[التاريخ] ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ (ت ۲۹۷ھ) (۴)

☆[التاريخ] حسین بن ادریس الانصاری الھروی (ت ۳۰۱ھ) (۵)

☆[التمييز] ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (ت ۳۰۳ھ) (۶)

☆[التاريخ] ابو العباس محمد بن اسحاق السراج الثقفی (ت ۳۱۳ھ) (۷)

☆[الجرح والتعديل] عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی، ابن ابی حاتم (ت ۳۲۷ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاريخ] ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم الافریقی (ت ۳۳۳ھ) (۸)

☆[التاريخ] ابو احمد محمد بن احمد بن ابراھیم العسال (ت ۳۴۹ھ) (۹)

☆[التاريخ] ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاھین الواعظ (ت ۳۸۵ھ) (۱۰)

☆[الارشاد] ابو یعلی الخلیل بن عبداللہ الخلیلی (ت ۴۴۶ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

---

(۱) تاريخ بغداد، ۴: ۱۶۳
(۲) الفهرست لابن نديم، ص: ۲۸۹
(۳) تذكرة الحفاظ، ۲: ۶۳۹
(۴) ابن كثير، اسماعيل بن كثير، ابو الفداء، البداية والنهاية، ۱۱: ۱۱۱، دار ابن كثير، دمشق، بيروت لبنان، ۱۴۲۸ھ
(۵) سير اعلام النبلاء، ۱۴: ۱۱۴
(۶) فتح المغيث، ۴: ۳۵۳
(۷) تاريخ بغداد، ۱: ۲۵۰
(۸) سير اعلام النبلاء، ۱۵: ۳۹۵
(۹) طبقات المفسرين، ۲: ۵۳، سير اعلام النبلاء، ۱۶: ۱۱
(۱۰) تذكرة الحفاظ، ۳: ۹۸۸

☆[التعدیل و التجریح لمن اخرج له البخاری فی الجامع الصحیح] ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (ت ۴۷۴ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الکمال فی اسماء الرجال] حافظ عبدالغنی المقدسی (ت ۶۰۰ھ) معروف کتاب ہے۔

☆[تهذیب الکمال] حافظ جمال الدین المزی (ت ۷۴۲ھ) یہ کتاب مطبوع ہے۔

☆[میزان الاعتدال] حافظ شمس الدین الذھبی (ت ۷۴۸ھ) یہ کتاب مطبوع ہے۔

☆[التکمیل فی الثقات والضعفاء المجاھیل] حافظ ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ) (۱)

☆[لسان المیزان] امام شہاب الدین ابن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ) یہ کتاب مطبوع ہے۔

☆[تهذیب التهذیب] امام شہاب الدین ابن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ) یہ کتاب مطبوع ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) علم الرجال نشأته وتطوره ، ص: ۱۳۷

۴۔ علاقوں، شہروں اور اماکن سے منسوب کتب رجال

محدثین نے دیگر امور کے ساتھ ساتھ رواۃ حدیث کے اوطان، ممالک؛ جن سے وہ تعلق رکھتے تھے اور جن جن علاقوں یا شہروں کی طرف انہوں نے طلب حدیث کے لئے سفر کیا اس کو بھی قلم بند کرنے کی سعی کی اور اس امر کو بھی علوم حدیث ہی میں شمار کیا کہ رواۃ حدیث کے علاقوں، شہروں اور ممالک کے بارے معلومات کو بھی احاطہ تحریر میں لا کر محفوظ کر دیا جائے، یوں مخصوص شہروں میں قیام کرنے والے یا تشریف لانے والے رواۃ حدیث کے احوال پر متعدد کتب رجال وجود میں آئیں، جو خاص الگ الگ شہروں یا علاقوں کے ساتھ خاص تھیں۔

ذیل میں اسی اعتبار سے لکھی گئی کتب کو بیان کیا جا رہا ہے:

علاقائی اعتبار سے لکھی گئی اہم کتب رجال

☆[تاریخ مكة] ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن الولید الازرقی، یہ کتاب مطبوع ہے

☆[تاریخ مكة] محمد بن اسحاق بن العباس الفاکھی، یہ کتاب مطبوع ہے

☆[التاريخ في رجال الحديث في مرو] ابوعلی محمد بن علی بن حمزہ الفراھیانی (ت ۲۴۷ھ)(۱)

☆[اخبار مرو] ابو الحسن احمد بن سیار بن ایوب المروزی (ت ۲۶۸ھ)(۲)

☆[تاريخ قزوين] ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (ت ۲۷۳ھ)(۳)

☆[تاريخ واسط] ابو الحسن اسلم بن سھل الواسطی (ت ۲۹۲ھ)(۴)

☆[تاريخ حران] ابوعروبۃ الحسین بن محمد بن مودود (ت ۳۱۸ھ)(۵)

☆[طبقات علماء بلخ] علی بن الفضل بن طاہر البلخی (ت ۳۲۳ھ)(۶)

☆[طبقات علماء افريقيا وتونس] ابو العرب محمد بن تمیم القیروانی (ت ۳۳۳ھ)(۷)

---

(۱) الانساب للسمعانی، ۱۰: ۱۶۷

(۲) تاریخ بغداد، ۴: ۱۸۸

(۳) الرسالة المستطرفة، ص: ۱۳۳

(۴) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۱

(۵) الانساب للسمعانی، ۴: ۱۰۷

(۶) الاعلان بالتوبيخ، ص: ۱۲۴

(۷) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۲

☆[تاریخ الرقة] محمد بن سعید القشیری (ت ۳۳۴ھ)، یہ کتاب طاہر النعسانی کی تحقیق کے ساتھ شام سے طبع ہوئی ہے(۱)

☆[تاریخ هراة] ابو اسحاق احمد بن محمد بن یاسین الحداد الھروی (ت۳۳۴)(۲)

☆[طبقات العلماء والمحدثین من اهل الموصل] ابو زکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی (ت ۳۳۴ھ) (۳)

☆[تاریخ الموصل] ابو زکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی (ت ۳۳۴ھ) یہ کتاب دکتور علی حبیبہ کی تحقیق کے ساتھ قاھرہ سے شائع ہوئی ہے۔

☆[تاریخ البصرة] ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد، ابن الاعرابی (ت۳۴۰ھ)(۴)

☆[تاریخ مصر] ابو سعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس الصدفی المصری (ت ۳۴۷ھ) (۵)

☆[طبقات المحدثین باصبهان والواردین علیها] ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری (ت ۳۶۹ھ) (۶)

☆[تاریخ داریا] ابو عبداللہ عبدالجبار بن عبداللہ الخولانی (ت ۳۷۰ھ) یہ استاذ سعید الافغانی کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے طبع ہو چکی ہے۔

☆[طبقات الهمذانیین] صالح بن احمد التمیمی (ت ۳۸۴ھ) (۷)

☆[تاریخ سمرقند] ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن ادریس الاستراباذی (ت ۴۰۵ھ)(۸)

☆[تاریخ استراباذ] ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الاستراباذی (ت ۴۰۵ھ)(۹)

(۱) حاشیه علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۲
(۲) طبقات الشافعیه للسبکی، ۲: ۲۹۵
(۳) تاریخ بغداد، ۴: ۲
(۴) التذکرة للذهبی، ۳: ۸۵۲
(۵) تاریخ بغداد، ۲: ۷۵
(۶) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۳
(۷) تاریخ بغداد، ۹: ۳۳۱
(۸) الانساب للسمعانی، ۱: ۱۹
(۹) الانساب للسمعانی، ۱: ۱۹

☆[تاریخ نیشاپور] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری (ت ۴۰۵ھ) (۱)

☆[تاریخ بخاریٰ] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن سلیمان البخاری، مشہور بنام غنجار (ت ۴۱۲ھ) (۲)

☆[تاریخ جرجان] ابو قاسم حمزہ بن یوسف السہمی (ت ۴۲۷ھ)، یہ حیدر آباد، الدکن سے ایک جلد میں طبع ہو چکی ہے۔

☆[تاریخ اصبھان] ابونعیم احمد بن عبداللہ بن اسحاق الاصبھانی (ت ۴۳۰ھ)، یہ دو بار حیدر آباد سے طبع ہوئی، دو جلدوں میں ہے اور حروف معجم کی ترتیب سے مرتب ہے۔

☆[تاریخ نسف] ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز (ت ۴۳۲ھ) (۳)

☆[تاریخ کش] ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز (ت ۴۳۲ھ) (۴)

☆[تاریخ بغداد] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت، الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ) مطبوع ومتداول ہے۔

☆[تاریخ اصبھان] ابو القاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن مندہ (ت ۴۷۰ھ) (۵)

☆[تاریخ دمشق] حافظ ابن عساکر (ت ۵۷۱ھ) دارالفکر بیروت لبنان کی طرف سے ۸۰ جلدوں میں مطبوع ہے۔

☆[العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین] تقی محمد بن احمد الفاسی المکی (ت ۸۳۲ھ) (۶)

☆[اتحاف الوریٰ باخبار ام القریٰ] عمر بن فہد (ت ۸۸۵ھ) (۷)

☆[التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة] امام سخاوی (ت ۹۰۲ھ) (۸)

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۴
(۲) تاریخ بغداد، ۱۰: ۲۷
(۳) تذکرة الحفاظ، ۳: ۱۱۰۲
(۴) ایضا، ۳: ۱۱۰۲
(۵) الرسالة المستطرفة، ص: ۱۳۱
(۶) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۱۷۵
(۷) ایضا، ص: ۱۷۵
(۸) ایضا، ص: ۱۷۵

۵۔ رواۃ حدیث کے اسماء، کنیتوں اور القاب کے اعتبار سے کتب رجال

ان کتب سے مراد وہ کتب ہیں جن میں راویوں کی کنیت ، لقب اور ناموں کو واضح کیا جاتا ہے ،اگر کوئی راوی اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہے تو اس کے نام اور لقب کو بھی ذکر کیا جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی اپنے نام سے مشہور ہے تو اس کی کنیت وغیرہ کو واضح کیا جاتا ہے ، تا کہ اگر کسی جگہ راوی کا اصل نام اور دوسری جگہ اس کی کنیت کا ذکر کیا گیا ہے تو کوئی اس کو دو الگ الگ راوی نہ سمجھ لے ، اس طرح کی اغلاط اور غلط فہمیوں سے بچنے کے لئے محدثین نے رواۃ کے اسماء ، ان کی کنیتوں اور القاب پر کتب تالیف کیں

الدکتور اکرم ضیاء العمری لکھتے یوں رقمطراز ہیں:

" اشتهر بعض الرواة بالقابهم او كناهم فورد ذكرهم في اسانيد الاحاديث دون التصريح باسمائهم او بالتصريح بها مرة واغفالها والاكتفاء باللقب او الكنية مرة اخرىٰ ، ولئلا يقع الالتباس و يظن ان الشخص الواحد المذكور مرة بكنية واخرىٰ باسمه هو شخصان وجدت مصنفات تختص ببيان اسم من عرف بكنيته او بلقبه او علي العكس تبين كنيته اولقب من عرف باسمه ، وهذه هي كتب الاسماء والكنىٰ والالقاب"(۱)

ترجمہ: کچھ رواۃ اپنے القاب یا کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں ،پس احادیث کی اسناد میں ان کا ذکر بغیر ان کے اسماء کی تصریح اور بعض اوقات بغیر تصریح کے کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات صرف لقب اور کنیت کے ساتھ ،تو اس ایک راوی کو جو ایک بار نام کے ساتھ مذکور ہے تو دوسری بار کنیت کے ساتھ ، دو راوی سمجھنے کے شبہ سے بچانے کے لئے میں خاص اس فن میں تصنیفات دیکھیں جن میں ان رواۃ کے اسماء کو بیان کیا جاتا ہے جو کنیت یا لقب سے معروف ہیں یا اس کے برعکس جو نام سے معروف ہیں تو ان کی کنیت اور القاب کو بیان کر دیا جاتا ہے ، اور یہ کتب : کتب الاسماء والکنٰی والالقاب ہیں ۔

اہم کتب :

☆[كتاب الاسامي والكنىٰ] ابوعبداللہ علی بن المدینی (ت ۲۳۴ھ)(۲)

☆[الاسامي والكنىٰ] ابوعبداللہ احمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ) یہ کویت سے عبداللہ بن یوسف الجدیع کی تحقیق سے طبع ہو چکی ہے۔

(۱) بحوث في تاريخ السنة المشرفة ، ص: ۱۳۱

(۲) معرفة علوم الحديث ، ص: ۷۱

☆[الکنیٰ] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵۶ھ)، مطبوع ہے۔

☆[الکنی والاسماء] مسلم بن حجاج القشیری (ت ۲۶۱ھ)، یہ کتاب دکتور عبدالرحیم القشقری کی تحقیق سے طبع ہو چکی ہے۔

☆[تاریخ اسماء المحدثین وکناهم] ابوعبداللہ محمد بن احمد المقدمی (ت ۳۰۱ھ)، یہ کتاب دارالعروبۃ، کویت سے ابراہیم صالح کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوچکی ہے۔

☆[الکنیٰ] ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (ت۳۰۳ھ)(۱)

☆[الاسماء والکنیٰ] ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود (ت ۳۰۷ھ)(۲)

☆[الکنی والاسماء] ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (ت ۳۱۰ھ) یہ کتاب مطبوع ہے

☆[الاسامی ولکنیٰ] ابوعروبۃ الحسین بن مودود الحرانی (ت ۳۱۸ھ)(۳)

☆[الکنیٰ] عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی، ابن ابی حاتم (ت ۳۲۷ھ)(۴)

☆[اسامی من یعرف بالکنی] ابوحاتم محمد بن حبان البستی (ت۳۵۴ھ)(۵)

☆[کنی من یعرف بالاسماء] ابوحاتم محمد بن حبان البستی (ت۳۵۴ھ)(۶)

☆[من وافقت کنیتہ من کنیۃ زوجہ من الصحابۃ] ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیوۃ (ت ۳۶۶ھ)(۷)

☆[من وافق اسمه من اسم ابیه] ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی (ت۳۷۴ھ) یہ دکتور باسم فیصل الجوابرۃ کی تحقیق سے طبع ہوچکی۔

☆[من وافق اسمه کنیة ابیه] ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی (ت۳۷۴ھ) یہ دکتور باسم فیصل الجوابرۃ کی تحقیق سے طبع ہوچکی ہے۔

---

(۱) عراقی، عبدالرحیم بن الحسین العراقی، زین الدین، شرح التبصرة والتذكرة للعراقی، ۳: ۱۱۲، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ۱۴۲۳ھ۔
(۲) فهرست لابن خیر، ص: ۲۱۳
(۳) التحبير للسمعانی، ۱: ۱۶۳
(۴) عراقی، عبدالرحیم بن الحسین العراقی، زین الدین، التقیید والایضاح للعراقی، ص: ۳۲۳، دارالحدیث للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ
(۵) بحوث فی تاریخ السنة المشرفة، ص: ۱۳۳
(۶) ایضا، ص: ۱۳۳
(۷) ایضا، ص: ۱۳۴

☆[الکنی] ابو احمد محمد بن محمد بن احمد النیسابوری الحاکم (ت ۳۷۸ھ)(۱)

☆[الاسماء و الکنیٰ] ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی (ت ۳۹۵ھ)(۲)

☆[فتح الباب فی الکنی والالقاب] ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی (ت ۳۹۵ھ) ریاض سے نظر الفاریابی کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے۔

☆[مجمع الاداب فی معجم الاسماء والالقاب] ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف الفرضی (ت ۴۰۳ھ) (۳)

☆[الکنیٰ و القاب] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (ت ۴۰۵ھ)(۴)

☆[الالقاب و الکنی] ابو بکر احمد بن عبدالرحمن الشیرازی (ت ۴۱۱ھ)(۵)

☆[منتھی الکمال فی معرفۃ القاب الرجال] ابوالفضل علی بن الحسین الفلکی (ت ۴۲۷ھ) (۶)

☆[الاستغناء فی معرفۃ الکنی] ابوعمر یوسف بن عبدالبر (ت ۴۶۳ھ)، یہ تین جلدوں میں مطبوع ہے (۷)

☆[کشف النقاب عن الاسماء والقاب] حافظ ابی الفرج ابن الجوزی (ت ۵۹۷ھ)، یہ کتاب دکتور عبدالعزیز الصاعدی کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔

☆[نزھۃ الالباب فی الالقاب] حافظ ابن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ)، یہ کتاب عبدالعزیز السدیری کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوچکی۔

☆[کشف النقاب عن الالقاب] علامہ جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ)(۸)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) الرسالہ المستطرفۃ، ص: ۱۲۱
(۲) ایضا ، ص: ۱۲۱
(۳) ایضا ، ص: ۱۲۰
(۴) ایضا ، ص: ۱۲۰
(۵) ایضا
(۶) شرح التبصرۃ والتذکرۃ،۳: ۱۲۵
(۷) بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ ، ص: ۱۳۵
(۸) حاشیہ علم الرجال نشأتہ وتطورہ ، ص: ۱۹۲

۶۔ ’’الموتلف والمختلف‘‘ رواۃ بارے کتب رجال

الموتلف والمختلف سے مراد وہ کتب رجال ہیں جن میں ایسے رواۃ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے اسماء یا نسبت وغیرہ لکھنے میں تو ایک جیسی ہوں لیکن پڑھنے اور تلفظ کی ادائیگی میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔

جیسے لفظ : سلام

اس کو لام کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، یوں یہ دونوں پڑھنے میں مختلف اور لکھنے میں ایک جیسے ہی ہیں۔

چند کتب

☆ [الموتلف والمختلف] ابوالحسن بن علی بن عمر بن مھدی الدارقطنی (ت ۳۸۵ھ) یہ دکتور موفق بن عبداللہ کی تحقیق کے ساتھ پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

☆ [الموتلف والمختلف] ابوالولید عبداللہ بن محمد بن الفرضی (ت ۴۰۳ھ) (۱)

☆ [المؤتلف والمختلف] ابومحمد عبدالغنی بن سعید المصری الازدی (ت ۴۰۹ھ)

☆ [مشتبه النسبة] ابومحمد عبدالغنی بن سعید المصری الازدی (ت ۴۰۹ھ) یہ دونوں کتب الہ آباد، ھند سے ۱۳۲۷ھ میں طبع ہوئیں اور اسی مطبوع کو بعد میں مدینہ منورہ سے مکتبة الدار نے شائع کیا۔

☆ [الموتلف والمختلف فی الانساب] ابوسعد احمد بن محمد بن احمد المالینی (ت ۴۱۲ھ) (۲)

☆ [الموتلف والمختلف] ابوالقاسم یحیٰی بن علی بن محمد بن ابراھیم المصری، ابن الطحان (ت ۴۱۶ھ) (۳)

☆ [الموتلف والمختلف فی الاسماء] ابوحامد حمد بن محمد بن احید بن عبداللہ بن ماما المامائی الاصبھانی (ت ۴۳۶ھ) (۴)

☆ [الموتنف تکملة الموتلف والمختلف] ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ) (۵)

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ، ۳: ۱۰۷۷

(۲) فتح المغیث للسخاوی، ۴: ۲۳۱

(۳) ابن ماکولا، علی بن ھبة اللہ بن جعفر الامیر، ابو نصر، الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف والمختلف فی الاسماء والکنیٰ، ۱: ۹، دارالمعارف العثمانية، حیدرآباد، ھند، ۱۹۶۲ء.

(۴) الانساب للسمعانی، ۱۲: ۵۸

(۵) الاکمال لابن ماکولا، ۱: ۱

ے۔ ایسے رواۃ بارے کتب رجال، جن کے نام لکھنے اور ادا کرنے میں بالکل ایک جیسے ہوں

اس سے مراد وہ کتب ہیں جن میں ایسے رواۃ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے اسماء لکھنے اور ادا کرنے میں بالکل ایک جیسے ہوں، محدثین نے ایسے رواۃ کے لئے ''المتفق والمفترق '' کی اصطلاح استعمال کی ہے اور ایسی کتب کو'' کتب المتفق والمفترق'' کا نام دیا جاتا ہے۔

علامہ زین الدین العراقیؒ یوں رقمطراز ہیں:

" من انواع فنون الحديث معرفة المتفق والمفترق وهو: ''مااتفق خطه ولفظه وافترقت مسمياته'' ، وانما يحسن ايراد ذلک في ما اذا اشتبه الراويان المتفقان في الاسم لكونهما متعاصرين واشتركا في بعض شيوخهما او في الرواة عنهما "(۱)

ترجمہ:اسی طرح کچھ رواۃ حدیث ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اسماء لکھنے اور ادا کرنے میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن ان کے آباء کے اسماء لکھنے میں تو ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ادا کرنے میں مختلف ہوتے ہیں ، اور کبھی ادا کرنے میں ایک جیسے لگتے ہیں لیکن لکھنے میں مختلف ہوتے ہیں(۲)

تو ایسے رواۃ کے لئے''متشابه ''یا''مشتبه'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

چند اہم کتب:

☆[المتفق والمفترق] ابو بکر محمد بن عبداللہ الجوزقی (ت۳۸۲ھ) (۳)

☆[المتفق الكبير] ابو بکر محمد بن عبداللہ الجوزقی (ت۳۸۲ھ)(۴)

☆[المتفق والمفترق] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت۴۶۳ھ)(۵)

☆[الموضح لاوهام الجمع والتفريق] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ) یہ حیدر آباد، ھند سے الشیخ عبدالرحمن بن یحیی المعلمی کی تحقیق اور مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے

---

(۱) شرح التبصرة والتذكرة ، ۳: ۲۰۰
(۲) علم الرجال نشاته وتطوره ، ص: ۲۰۵
(۳) التذكره للذهبى ، ۳: ۱۰۱۴
(۴) التحبير للسمعانى ، ۱: ۱۴۶
(۵) علم الرجال نشاته وتطوره ، ص: ۲۰۶

☆[تلخیص المتشابه فی الرسم] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ)، یہ دمشق سے سکینہ الشہابی کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

☆[تالی التلخیص] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ)، یہ تلخیص المتشابہ کا استدراک ہے اور چار جلدوں پر مشتمل ہے (۱)

☆[الفیصل فی مشتبه النسبة] حافظ محمد بن موسیٰ الحازمی (ت ۵۸۴ھ) (۲)

☆[المشتبه] ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (ت ۷۴۸ھ)، یہ دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے

☆[التوضیح] محمد بن عبداللہ بن محمد شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی (ت ۸۴۲ھ) (۳)

☆[تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه] ابو الفضل احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ) (۴)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر، ص: ۶۷، مکتبة الملک فهد الوطنیة الریاض، ۱۴۲۲ھ

(۲) حاشیه علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۰۷

(۳) ایضا، ص: ۲۰۷

(۴) ایضا، ص: ۲۰۷

۸۔ رواۃ حدیث کی تواریخ وفات کے لحاظ سے تالیف کی گئی کتب رجال

کسی راوی کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ یہ کس زمانے سے تعلق رکھتا ہے، اور بالخصوص اساتذہ اور تلامذہ کے مابین لقاء اور سماع کے مسئلہ میں حقیقت حال کا تعین کرنے کے لئے محدثین کو ہر جگہ پر رواۃ کی تواریخ وفات کی ضرورت پڑتی ہے، لہذا فن اسماء الرجال میں رواۃ کی وفات کے متعلق جاننا ایک اہم علم ہے، جس کی اہمیت کے پیش نظر متعدد محدثین نے اپنی کتب ہی اس اعتبار سے لکھی، یا باقاعدہ طور پر اپنی کتب میں رواۃ کی تواریخ وفات کے تذکرہ کا اہتمام کیا۔

ذیل میں علم الرجال کی اسی شاخ کے متعلق لکھی گئی تصانیف کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

☆ [تاریخ وفاة شیوخ البغوی] ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (ت ۳۱۷ھ)، یہ کتاب محمد عزیر شمس کی تحقیق سے طبع ہوئی ہے، اور سالوں کی ترتیب سے مرتب ہے، اس میں مولف نے سن ۲۲۵ھ سے لے کر ۲۸۰ھ تک کے عرصہ میں وفات پانے والے رواۃ حدیث کا تذکرہ کیا ہے

☆ [الوفیات] ابو الحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق البغدادی (ت ۳۵۱ھ) (۱)اس کتاب میں مولف نے ہجرت مدینہ سے لے کر ۳۴۶ھ تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے (۲)

☆ [تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم] ابو سلیمان محمد بن عبداللہ بن احمد الدمشقی (ت ۳۷۹ھ)، اس کتاب میں مولف نے ہجرت مدینہ سے لے کر ۳۵۷ھ تک رواۃ کے احوال کا تذکرہ کیا (۳)

☆ [وفیات الشیوخ] ابوالحسن محمد بن العباس بن الفرات (ت ۳۸۴ھ) (۴)

☆ [الوفیات] ابو الفتح محمد بن احمد بن محمد بن ابی الفوارس البغدادی (ت ۴۱۲ھ) (۵)

☆ [الوفیات] ابو یعقوب اسحاق بن ابراھیم السرخسی (ت ۴۲۹ھ) (۶)

☆ [السابق واللاحق فی تباعد ما بین وفاة راویین عن شیخ واحد] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ) یہ کتاب دکتور محمد بن مطر الزہرانی کی تحقیق کے ساتھ دار طیبۃ ریاض سے سن ۱۴۰۲ھ میں شائع ہو چکی ہے

---

(۱) شرح التبصرہ والتذکرۃ، ۳: ۲۳۵

(۲) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۱۵

(۳) حاشیہ علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۱۵

(۴) الذھبی ومنھجه فی تاریخه، ص: ۳۹۹

(۵) ایضا، ص: ۴۰۰

(۶) ایضا، ص: ۴۰۰

☆[**الذیل علی تاریخ موالد العلماء ووفیاتھم لابن زبر الربعی**] ابومحمد عبدالعزیز بن احمد الکتانی الدمشقی (ت ۴۶۶ ھ)، مولف نے سن ۳۳۸ ھ سے لے کر سن ۴۶۲ ھ تک کے عرصہ میں وفات پانے والے رجال کا تذکرہ کیا، یہ دکتور عبداللہ بن احمد الحمد کی تحقیق کے ساتھ دارالعاصمہ، ریاض سے شائع ہو چکی۔

☆[**الوفیات**] ابو القاسم عبدالرحمن بن محمد بن اسحاق بن مندہ (ت ۴۷۰ ھ)، امام ذہبی لکھتے ہیں کہ میں نے اس سے بڑھ کر استیعاب کے ساتھ ذکر کرتے کسی کو نہیں دیکھا(۱)

☆[**الوفیات**] ابو اسحاق ابراھیم بن سعید النعمانی المصری، الحبال (ت ۴۸۲ ھ)، مولف نے سن ۳۷۵ ھ سے لے کر سن ۴۵۶ ھ تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے(۲)

☆[**الوفیات**] ابو الفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خیرون البغدادی الباقلانی (ت ۴۸۸ ھ)، مولف نے سن ۴۰۶ھ سے لے کر ۴۸۸ ھ تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے(۳)

اس کتاب سے امام ذھبی نے اکثر اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں ذکر کیا ہے(۴)

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) الذھبی ومنھجه فی تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۰

(۲) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۱۷

(۳) ایضاء ص: ۲۱۸

(۴) الذھبی ومنھجه فی تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۱

۹۔ رواۃ حدیث کے اساتذہ بارے کتب رجال

ان کتب سے مراد وہ کتب ہیں جن میں محدثین نے رواۃ حدیث کے اساتذہ کرام اورشیوخ عظام کا تذکرہ کیا ہے، کہ فلاں راوی نے کس کس شیخ سے کسب فیض کیا اور اس کی کس کس استاد سے کہاں کہاں ملاقات ہوئی اور آیا اس نے اس سے سماع کیا یا نہیں کیا وغیرہ۔

اس لحاظ سے لکھی گئی کتب میں یا تو وہ متعلقہ راوی خود کتاب تالیف کرتا ہے جس میں وہ اپنے اساتذہ اورشیوخ کا تذکرہ کرتا ہے، یا اس کا کوئی ہم عصر یا متاخر اس راوی کے شیوخ کے تذکرہ کو قلم بند کرتا ہے۔

الرسالہ المستطرفۃ میں مرقوم ہے:

" هي تلک الکتب التي تعني بذکر شیوخ امام من الائمة او عالم من العلماء ممن لقیهم واخذ عنهم او اجازوا له "(۱)

ترجمہ:اس سے مراد وہ کتب ہیں جو ائمہ کرام یا علماء کرام کے ان شیوخ کے تذکرہ سے لبریز ہیں جن سے انہوں نے علم حاصل کیا، ان سے ملاقات کی یا ان سے روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔

ان میں سے کچھ کتب ایسی ہوتی ہیں جو حروف معجم کی ترتیب سے مرتب ہوتی ہیں ان کو اکثر طور پر ''معجم شیوخ فلاں'' کا نام دیا جاتا ہے، اور کچھ کتب ایسی ہیں جو شیوخ کے تاریخ وفات کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہیں ان کو اکثر طور پر ''مشیخہ فلاں'' یا ''وفیات شیوخ فلاں'' کا نام دیا جاتا ہے(۲)

اہم کتب

☆ مشیخة ابي یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی (ت ۲۷۷ھ)(۳)

☆ مشیخة ابي عبدالرحمٰن احمد بن شیعب النسائی (ت ۳۰۳ھ)(۴)

☆ [تاریخ وفیات شیوخ البغوی] ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (ت ۳۱۷ھ)(۵)

☆ [المعجم الاوسط] اور [المعجم الصغیر] ابو القاسم سلیمان بن احمد ب ایوب الطبرانی (ت ۳۶۰ھ)، یہ دونوں کتب مطبوع ہیں

---

(۱) الرسالة المستطرفة،ص: ۱۴۰
(۲) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۱۹
(۳) الرسالة المستطرفة، ص: ۱۴۰
(۴) تاریخ بغداد، ۷: ۳۳۰
(۵) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۱۴

☆ [معجم الشیوخ ، ابی عبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ (ت ۳۹۵ھ) (۱)

☆ [معجم الشیوخ ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (ت ۴۰۵ھ) (۲)وغیرہ

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ ،ص: ۱۵۷
(۲) تذکرۃ الحفاظ ، ۳: ۱۰۳۹

۱۰۔ کسی ایک کتاب / یا مخصوص کتب کے رواۃ کے تذکرہ پر مشتمل کتب رجال

اس قسم سے مراد وہ کتب رجال ہیں جو مخصوص کسی ایک کتاب کے رجال کے تذکرہ پر مشتمل ہے جیسے:

"اسماء من رویٰ عنهم البخاری في الصحيح"

اور کچھ ایسی ہیں جو دو کتب کے رجال کا احاطہ کرتی ہیں، جیسے:

"رجال البخاری ومسلم"

اور کچھ کتب ایسی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ کے احوال کا احاطہ کرتی ہیں، جیسے:

"المعجم المشتمل علی ذکر اسماء شیوخ الائمة النبل"

ذیل میں ان تینوں اقسام کی کتب کا الگ الگ تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱۰:الف۔ کسی ایک کتاب کے رجال بارے کتب

☆ [التعریف برجال الموطا] ابو زکریا یحییٰ بن زکریا بن مزین القرطبی (ت ۲۵۹ھ) (۱)

☆ [التعریف برجال الموطا] محمد بن یحییٰ الحذاء التمیمی (ت ۴۱٦ھ) (۲)

☆ [رجال الموطاء] ابو محمد ھبۃ اللہ بن احمد، ابن الاکفانی (ت ۵۲۴ھ) (۳)

☆ [تسمية من روى الموطا عن مالك] ابو محمد ھبۃ اللہ بن احمد، ابن الاکفانی (ت ۵۲۴ھ) (۴)

☆ [اسامي من روى عنهم البخاري] ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (۳٦۵ھ) (۵)

☆ [ذكر اسماء من اشتمل عليه كتاب الجامع الصحيح لمحمد بن اسماعيل البخاري من التابعين فمن بعدهم الى شيوخه] ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی (۳۸۵ھ) (٦)

☆ [التعديل والتجريح لمن روى عنه البخاري في الصحيح] ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی (ت ۴۷۴ھ)، یہ ابو لبابہ کی تحقیق کے ساتھ دار اللواء، ریاض سے شائع چکی۔

---

(۱) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۲٦

(۲) الرسالة المستطرفة، ص: ۲۰۹

(۳) الاعلان بالتوبيخ، ص: ۱۱٦

(۴) ایضا

(۵) بحوث في تاريخ السنة المشرفة، ص: ۱٦۱

(٦) ایضا، ص: ۱۲۴

☆[رجال صحیح الامام مسلم] ابو بکر احمد بن علی بن منجویہ الاصبہانی (ت ۴۲۸ھ)، یہ کتاب عبداللہ اللیثی کی تحقیق کے ساتھ دارالمعرفۃ بیروت سے طبع ہوئی (۱)

☆[تسمیۃ شیوخ ابی داود فی سننہ] ابوعلی الحسین بن محمد الغسانی (ت ۴۹۸ھ) (۲)

☆[تسمیۃ شیوخ النسائی] ابوعلی الحسین بن محمد الغسانی (ت ۴۹۸ھ) (۳)

☆[تسمیۃ شیوخ النسائی] ابومحمد عبداللہ بن محمد بن اسد الجھنی (۴)

☆[شیوخ ابی عیسیٰ الترمذی فی سننہ] ابو عبداللہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن معاویۃ الانصاری الدورقی (۵)

☆[الایثاربمعرفۃ رواۃ الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی] حافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) (۶)

☆ ☆ ☆ ☆

(۱) حاشیہ علم الرجال نشأتہ وتطورہ، ص: ۲۲۷
(۲) فہرست لابن خیر، ص: ۲۲۲
(۳) شجرۃ النور الزکیۃ، ص: ۱۲۳
(۴) فہرست لابن خیر، ص: ۲۲۱
(۵) الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۲۰۸
(۶) حاشیہ علم الرجال نشأتہ وتطورہ، ص: ۲۲۸

۱۰: ب۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال پر لکھی گئی کتب

☆ [رجال البخاری ومسلم] ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (ت ۳۸۵ھ)(۱)

☆ [اسماء الصحابة التي اتفق فيها البخاری ومسلم وما انفرد به کل منهما] ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (ت ۳۸۵ھ)(۲)

☆ [الجمع بين رجال الصحيحين] ابونصر احمد بن محمد بن الحسین البخاری الکلاباذی (ت ۳۹۸ھ)(۳)

☆ [تسمية من اخرجهم الامامان البخاری ومسلم وما انفرد به کل واحد منهما] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (ت ۴۰۵ھ)(۴)

☆ [الجمع بين رجال الصحيحين] ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی، ابن القیسرانی (ت ۵۰۷ھ)(۵)

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) بحوث تاریخ السنة المشرفة، ص: ۱۲۵
(۲) ایضا، ص: ۱۲۵
(۳) ایضا، ص: ۱۲۵
(۴) ایضا، ص: ۱۲۹
(۵) علم الرجال نشأته وتطوره، ص: ۲۳۰

۱۰: ج۔ کتب ستہ کے رجال کے ساتھ مختص کتب

☆[شیوخ البخاری ومسلم وابی داود والترمذی والنسائی فی مصنفاتهم من الصحابة والتابعين الی شیوخهم] ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی البرقانی (ت ۴۲۵ھ) (۱)

☆[المعجم المشتمل علی ذکر اسماء شیوخ الائمة النبل] ابو القاسم علی بن الحسن بن هبة الله، ابن عساکر (ت ۵۷۱ھ)

☆[الکمال فی معرفة اسماء الرجال] ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الجماعیلی (ت ۶۰۰ھ)، کتب ستہ کے رجال بارے لکھی جانے تمام کتب کا بنیادی ماخذ اور ماویٰ یہی کتاب ہے۔

☆[الکمال فی معرفة اسماء الرجال] ابوعبدالله محمد بن محمود بن الحسن بن هبة الله، ابن النجار البغدادی (ت ۶۴۳ھ)(۲)

☆[تهذيب الكمال في اسماء الرجال]، حافظ المزی ۔ اس کتاب میں عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی کی کتاب ''الکمال'' کا اختصار کیا ہے اس میں اہم بات یہ ہے کہ امام مزی نے اس کتاب میں راوی کا نام اور کنیت ونسب وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے فورا بعد وہاں ساتھ ہی اس راوی کے شیوخ اور اس کے تلامذہ کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جس سے ایک جیسے نام اور ولدیت رکھنے والے راویوں کو آسانی سے الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔

☆[تذهيب التهذيب] کے نام سے امام ذہبیؒ نے کتاب ''تہذیب الکمال'' کا اختصار کیا لیکن انہوں نے اختصار کے ساتھ ساتھ کچھ خاص قسم کے اضافہ جات بھی کئے جیسے: رجال کے اسماء میں ''المؤتلف والمختلف'' کی وضاحت اور اکثر رواۃ کے وفات اور سن وفات کا تذکرہ کرنا۔

☆[الکاشف] یہ کتاب تذهيب التهذيب کا اختصار ہے۔

☆[تهذيب التهذيب] کے نام سے امام ابن حجر العسقلانی نے علامہ مزی کی شہرہ آفاق کتاب '' تہذیب الکمال'' کا اختصار کیا ہے ۔اختصار کے لئے امام ابن حجر کسی راوی کا تذکرہ کرتے وقت اس کے شیوخ اور تلامذہ میں سے صرف مشہور شیوخ اور تلامذہ کا تذکرہ کر کے باقیوں کو حذف کر دیتے ہیں ۔ اسی طرح امام مزی نے جو ہر راوی کے احوال کا تذکرہ کرنے کے بعد اس کی جو روایات ذکر کی ہیں، ابن حجرؒ نے وہ ساری حذف کر دی ہیں۔

(۱) فهرست لابن خير، ص: ۲۲۲
(۲) الرسالة المستطرفة، ص: ۲۰۸

اس کے ساتھ ساتھ ابن حجر نے امام مزی کے کام پر ایک اضافہ بھی کیا ہے اور وہ یہ کہ وہ راوی کا تذکرہ کرتے وقت اس بارے مغربی علما اور بالخصوص اندلس کے علماء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔

☆[**تقریب التهذیب**] لابن حجر، یہ تہذیب التہذیب کا اختصار ہے۔اس میں ابن حجر ہر راوی کا نام وغیرہ ذکر کرنے کے بعد اس راوی کے بارے ایک یا دو الفاظ میں واضح انداز میں حکم لگاتے ہیں جیسے: صدوق، ضعیف، ثقہ، صدوق یھم، صدوق لہ اوھام وغیرہ۔

ماحاصل فصل ثالث

۱۔فن اسماء الرجال میں کسی راوی کا تذکرہ کرنے میں محدثین راوی کی ولادت ، نام ونسب سے لے کر اس کی وفات تک کے ہر ایسے واقعہ کو قلم بند کرتے ہیں جس کا کسی نہ کسی لحاظ سے علوم حدیث سے تعلق بنتا ہے۔

۲۔اسماء الرجال پر کتب کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ صحابہ کے دور سے فورا بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔

۳۔محدثین نے رجال پر مختلف اقسام کی کتب تالیف کیں جن میں : کتب طبقات ، کتب معرفۃ الصحابہ، کتب فی الجرح والتعدیل ، کتب تواریخ ، کتب في معرفة الاسماء وتمييزها اور مخصوص کتب کے رجال کے تذکرہ پر مشتمل کتب شامل ہیں۔

۴۔جرح وتعدیل بارے عمومی طور پر تین طرح کی کتب وجود میں آئیں: ۱۔ثقات پر لکھی گئی کتب ۲۔ضعفاء پر لکھی گئی کتب ۳۔ثقات اور ضعفاء ہر دو پر لکھی گئی کتب ۔

۵۔الموتلف والمختلف ، المتفق والمفترق اور رواۃ کی وفیات جیسے اہم موضوعات پر الگ سے کتب تالیف کی گئیں ۔

۶۔کتب ستہ کے رجال کے ساتھ مختص کتب میں علامہ مقدسی کی [الكمال في معرفة اسماء الرجال] بنیادی کتاب ہے بعد میں [تهذيب الكمال] ، [تذهيب التهذيب] ،[تهذيب التهذيب] ، [تقريب التهذيب] ، [الكاشف] وغیرہ کسی نہ کسی صورت میں اسی کتاب کا اختصار اور تہذیب ہیں ۔

باب ثانی

علوم حدیث اور بالخصوص علم الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات

اس باب میں امام بخاری کی علوم حدیث اور بالخصوص فن اسماء الرجال میں تالیفات اور تصنیفات کا تعارف پیش کیا جائے گا، مطلقا علوم حدیث اور فن اسماء الرجال میں آپ کی تالیفات کو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دو حصوں میں تقسیم کر کے ذکر کیا جائے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے اور ہر فصل مزید مباحث پر مشتمل ہے۔

فصول کی ترتیب درج ذیل ہے:

فصل اول: علوم حدیث اور فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی تالیفات کا تعاف

فصل دوم: امام بخاریؒ اور ان کی تالیفات وتصنیفات کا مقام ومرتبہ

باب ثانی

فصل اول

علوم حدیث میں امام بخاریؒ کی تالیفات کا تذکرہ

اس فصل میں امام بخاری کی عام علوم حدیث اور فن علم الرجال میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف وتالیفات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے، پہلی مبحث میں عام علوم حدیث میں امام بخاری کی خدمات اور تالیفات وتصنیفات اور دوسری مبحث میں امام بخاری کی فن اسماء الرجال پر کتب کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

مباحث کی تقسیم درج ذیل ہے:

مبحث اول: علوم حدیث میں امام بخاری کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تالیفات

☆ مطبوعہ تالیفات

☆ غیر مطبوعہ تالیفات

مبحث ثانی: فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تالیفات

☆ مطبوعہ تالیفات

☆ غیر مطبوعہ تالیفات

فصل اول

مبحث اول

علوم حدیث میں امام بخاریؒ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تالیفات

☆تمہید

☆مطبوعہ تالیفات

☆غیر مطبوعہ تالیفات

فصل اول

تمہید

محدثین کی تمام کتب طبع کیوں نہ ہوسکیں؟

محدثین نے دین اسلام کی خدمت کے لئے بڑی جانفشانی اور سرفروشی سے کام لیا اور اسلامی نصوص کو محفوظ کرنے کے لئے دن رات انتھک محنت وجستجو کی اور کثیر تعداد میں کتب تصنیف وتالیف فرمائیں، جن کے مخطوطے دنیا اور بالخصوص اسلامی ممالک کے مکتبات میں کثیر تعداد میں جمع ہو گئے، اور جس دور میں مسلمان اندلس میں حکومت کر رہے تھے وہ دور اسلامی تہذیب اور کلچر کی ترقی اور علوم وفنون کی تدوین وترویج کے لحاظ سے سنہری دور کی حیثیت رکھتا ہے، یہاں تک کہ قرآن، حدیث، فقہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ، علم الکلام، فلکیات، طب، فزکس، کیمیا، انجینئرنگ کی دنیا میں جدید ایجادات میں مسلم ماہرین اور سائنس دانوں کا کوئی ثانی نہ تھا، جس کی واضح دلیل؛ اس وقت تاریکی اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے یورپ سے مسیحی اور یہودی طلباء حتیٰ کہ عیسائی پادری بھی مسلم اساتذہ کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے اندلس کا رخ کرتے تھے، اور یوں قرطبہ کی اسلامی جامعات انٹرنیشنل یونیورسٹیز کی شکل اختیار کر گئی تھیں۔

لیکن اندلس کے سپین بن جانے کے بعد مسلم ماہرین، علما اور محدثین کے علمی اثاثے مسیحی قابضین نے یا تو سمندر برد کردیئے یا جلا دیئے، اور جن کو باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ان کو ان ہی متعصب قابضین کے ذریعہ برطانیہ اور جرمنی کی لائبریریز میں منتقل کروا دیا۔

جن کے بارے اقبالؒ یوں لکھتے ہیں:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا(۱)

اور پھر ان یورپی کتب خانوں میں موجود کتب اور مخطوطات میں کافی جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم جو کہ مسیحیوں کی آپس میں یا یہودی تنظیموں کے خلاف ہوئیں، ان میں جہاں ان گنت انسانوں کی جانوں کا ضیاع ہوا وہاں محدثین کی عرق ریزی سے لکھی گئی تصانیف وتالیفات کی بھی ایک کثیر تعداد ضائع ہو گئی۔

ذکر کرنے کا اصل مقصد یہ بات واضح کرنا ہے محدثین کی خدمات کا ایک بڑا حصہ وہ بھی ہے جن کا کچھ کتابوں میں تذکرہ تو ملتا ہے لیکن وہ کتب آج ناپید ہیں اور اس صفحۂ ہستی پر اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکیں، ایسا ہی معاملہ کچھ امام بخاری کی علمی خدمات کا ہے، امام موصوف کی کافی کتب ایسی ہی جن کا مختلف شروح اور دیگر کتب میں تو تذکرہ ملتا ہے یا ان کا تذکرہ

(۱) اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال، ۱۴۰، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۹ء۔

مخطوطات کی فہرستوں میں تو موجود ہے لیکن وہ ابھی تک بوجوہ زیورطبع سے آراستہ نہ ہوسکیں۔

تو آئندہ صفحات میں امام بخاری کی کتب کو دو اقسام: مطبوع تالیفات، اور غیر مطبوع تالیفات میں تقسیم کر کے بیان کیا جارہا ہے۔

مبحث اول

علوم حدیث میں امام بخاری کی خدمات کا تذکرہ

امام بخاریؒ کا شماران محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ساری کی ساری زندگیاں نبی مکرمﷺ کی احادیث کو پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیں ، اورعلم حدیث کے حصول کے لئے ان کو جس علاقے اور ملک میں جانا پڑا انہوں نے رخت سفر باندھا اورعلم حدیث کے لئے وہاں پہنچے، فاضل محدث رحمہ اللہ نے علم حدیث کی جو خدمات سرانجام دیں ان کو ذیل میں مختصر انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہﷺ وسننہ ایامہ

۲۔الادب المفرد

۳۔خلق افعال العباد

۴۔جزء رفع الیدین فی الصلاۃ

۵۔جزء القراء خلف الامام

۶۔التفسیر الکبیر

۷۔المسند الکبیر

۸۔کتاب الھبۃ

۹۔کتاب المبسوط

۱۰۔کتاب الفوائد

۱۱۔الجامع الکبیر

۱۲۔برالوالدین

۱۳۔کتاب الاشربۃ

۱۴۔قضایا الصحابہ والتابعین۔

الف: علوم حدیث میں امام بخاری کی مطبوعہ تالیفات

ا۔الجامع الصحیح: (مطبوع)

اس کتاب کا پورا نام: ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه'' ہے ،اور یہ کتاب صحیح البخاری کے نام سے معروف ہے

اس کتاب کو امام بخاری سے ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے اور ان میں ایک'' محمد بن یوسف الفربری '' بھی ہیں، جن کی روایت مشہور اور متداول ہے ۔(۱)

یہ کتاب نبی مکرم ﷺ کی صحیح سند سے ثابت احادیث پر مشتمل ہے، اس کی تالیف اور **سبب تالیف** کے بارے مولف خود فرماتے ہیں

کہ [میں امام اسحاق بن راھویه کی مجلس میں تھا کہ انہوں نے ایک خواہش کا اظہار کیا: '' لو جمعتم كتابا مختصرا لصحيح سنة رسول الله ﷺ '' تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ ''فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع الجامع الصحیح''] (۲)

یعنی امام بخاری کے استاد امام اسحاق نے اپنی ایک خواہش کا مجلس میں اظہار کیا کہ کوئی اگر نبی مکرم ﷺ کی صحیح سند سے ثابت احادیث پر مشتمل مختصر کتاب تالیف کر دے تو بہت اچھا ہو، امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میں نے ''الجامع الصحیح '' کی تالیف کا ارادہ کر لیا ۔

اللہ تعالی نے اس کتاب کو مقبول عام عطا کیا اور قرآن کریم کے بعد اگر کسی کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت عطا ہوئی تو وہ امام بخاری کی اسی کتاب کو عطا ہوئی ۔

امام موصوف کے بعد آنے والے علما محدثین نے اس عظیم کتاب کی متعدد شروح لکھیں جن کی تعداد ۲۳۰ شروح سے بھی تجاوز کر گئی ہے (۳)

۔اور آج دنیا کے ہر گوشے میں اس کتاب کو پڑھنے اور درس وتدریس کا عمل جاری ہے ۔

---

(۱) هدى السارى مقدمة فتح البارى، ص: ۵۱۲

(۲) هدى السارى مقدمة فتح البارى ص: ۹

(۳) سیرت امام بخاری، دارالسلام ریسرچ سنٹر ، ۱۴۳۳ھ

۲۔خلق افعال العباد: (مطبوع)

اس کتاب کو امام فربری نے اور یوسف بن ریحان بن عبدالصمد نے روایت کیا ہے (۱)

اس کتاب کا نام محدثین نے ''الرد علی القدریۃ'' بھی ذکر کیا ہے (۲)

اور ابن ناصر الدین الدمشقی نے اس کتاب کا نام: ''الرد علی الجهمية'' بھی رکھا ہے (۳)

یہ کتاب ''خلق افعال العباد کے نام ہی سے مطبوع اور متداول ہے (۴)

اس کتاب کا موضوع عقائد سے متعلق ہے، اور اس میں اس دور کے ایک اہم مسئلہ خلق قرآن پر بحث کی گئی ہے ، اور اللہ تعالیٰ کے کلام اور بندوں کے کلام میں فرق کر کے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے ۔(۵)

۳۔الادب المفرد: (مطبوع)

اس کتاب کو امام بخاری سے ابو الخیر احمد بن محمد بن الجلیل البزار نے روایت کیا ہے (٦)

اور یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے (۷)

اس کتاب کا موضوع آداب و اخلاقیات ہے اس میں امام بخاری نے آداب و اخلاقیات کے متعلق احادیث کو جمع کیا ہے ۔علامہ سیوطی نے اس کتاب کا اختصار بھی کیا (۸)

علامہ ناصر الدین البانی نے اس کی احادیث کی تحقیق کی ہے اور اس کو دو حصوں صحیح الادب المفرد اور ضعیف الادب المفرد کے نام سے تقسیم بھی کیا ہے (۹)

---

(۱) هدى الساری، ص: ۵۱۷

(۲) شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، ۳: ۵۳۹

(۳) تحفة الاخباری، ص: ۱۸۳

(۴) مقدمه، التاريخ الاوسط، ۱: ۴۳

(۵) ام عبدالله بنت محروس العسلی، محمد بن حمزه بن سعد ،فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری، ص: ۴۱، دار العاصمة الرياض، ۱۴۰۸

(٦) هدى الساری، ص: ۴۹۲

(٦) تغليق التعليق، ۵: ۴۳٦

(۷) بخاری، محمد بن اسماعيل البخاری، مقدمه، التاريخ الاوسط، ۱: ۳۸، تحقيق: دكتور تيسير بن سعد ابو حيمد، مكتبة الرشد الراشدون، رياض

(۸) كشف الظنون، ۱: ۴۹

(۹) بخاری، محمد بن اسماعيل البخاری، الادب المفرد، دار الصديق، بيروت لبنان، ۱۴۲۱ھ

نواب صدیق حسن خان نے اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا اور علامہ عبدالقادر نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام سلیقہ رکھا

۴۔جزء رفع الیدین فی الصلاۃ: (مطبوع)

اس مختصر کتاب کو امام بخاری سے محمود بن اسحاق الخزاعی نے روایت کیا ہے (۱)

اور انہی کی روایت سے امام ابن حجرؒ نے اس کو روایت کیا ہے (۲)

یہ کتاب بھی امام بخاری کی مطبوعہ تالیفات سے ہے،اس میں امام موصوف نے رفع الیدین کرنے کے دلائل کو جمع کیا اور اس موقف کی مخالفت کرنے والے فقہا کے دلائل پر کلام بھی کیا ہے ۔

۵۔جزء القراءۃ خلف الامام (مطبوع)

اس کو امام بخاری سے محمود بن اسحاق الخزاعی نے روایت کیا ہے(۳)

اور یہ کتاب مطبوع ومتداول ہے (۴)

❁ ❁ ❁ ❁

(۱) هدى السارى، ص: ۴۹۲

(۲) فهرس مصنفات الامام ابى عبدالله محمدبن اسماعيل البخارى، ص: ۴۴

(۳) هدى السارى، ص: ۴۹۲.

(۴)مقدمه التاريخ الاوسط، ۱: ۴۵

ب: علوم حدیث میں امام بخاری کی غیر مطبوعہ تالیفات

ا۔التفسیر الکبیر: (غیر مطبوع)

اس کتاب کے بارے امام ابن حجر العسقلانی کہتے ہیں [ذکرہ الفربری] (۱) کہ علامہ فربری نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

فہرس مصنفات میں مرقوم ہے:

[ذکره الفربری ، ولم يقف عليه ابن حجر ، ويقال ان منه نسخة بالمكتبة الوطنية في الجزائر وباريس، والله اعلم] (۲)

ترجمہ: کہ اس کا امام فربری نے تذکرہ کیا ہے ، اور ابن حجر کو یہ کتاب نہیں ملی ، یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس کتاب کا ایک نسخہ جزائر کی قومی لائبریری میں موجود ہے ،حقیقت حال سے اللہ ہی واقف ہیں۔

اسی طرح اس کتاب کا تذکرہ امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم نے بھی کیا ہے (۳)

۲۔المسند الکبیر (غیر مطبوع)

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں: [ذکرہ الفربری] (۴)

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:

۔" ومن الغريب ما في كتاب الجهر بالبسملة لابی سعد اسماعيل بن ابی القاسم البوشنجي عن البخاری انه صنف كتابا فيه مائة الف حديث" (۵)

ترجمہ: ابو سعد اسماعیل بن ابی القاسم البوشنجی کی کتاب الجھر بالبسملہ میں امام بخاری کے بارے عجیب بات مرقوم ہے کہ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں ایک لاکھ احادیث ہیں۔

اس کتاب کا تذکرہ امام بخاری نے خود بھی کیا ہے، التاریخ الکبیر میں یوں رقمطراز ہیں: [بيناه في المسند] (٦)

---

(۱) هدى الساری ، ص: ۵۱۷

(۲) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری ، ص: ۵۷

(۳)ابن عساكر، علی بن الحسن بن هبة الله بن عبدالله، تاريخ مدينة دمشق ، ۵۲: ۷۱، دارالفكر بيروت لبنان، ۱۴۱۶ھ

(۴) هدى الساری ، ص: ۵۱۷

(۵)عينی، محمود بن احمد ، ابو محمد ، بدرالدين،العلامة، عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ۱: ۹ ،ادارة الطباعة المنيرية بيروت ،سن:ند

(٦) التاريخ الكبير ، ۵: ۲

اس کتاب کے مخطوطے کے متعلق فہرس مصنفات میں یوں مرقوم ہے:

[وذكره احد علماء الهند من مخطوطات مكتبة دارالعلوم الالمانية بالمانيا الشيوعية : ((المسند الكبير / الامام محمد بن اسماعيل البخاري الجعفي ٢٥٦ ھ / اسم الناسخ : ابن تيمية / نسخة كاملة / هذه النسخة موجودة بالتمام))] (١)

ترجمہ: اس کتاب کا ھند کے علماء میں سے ایک عالم نے تذکرہ کیا کہ اس کا مخطوطہ دارالعلوم المانیہ، مانیا لائبریری میں موجود ہے۔

۳۔کتاب الھبۃ (غیر مطبوع)

اس کتاب کا ذکر امام کے وراق ابن ابی حاتم نے کیا ہے (۲)

اور امام ذہبی یوں رقمطراز ہیں:

[وقال محمد بن ابی حاتم الوراق : قرا علينا ابو عبدالله كتاب الهبة ، فقال ليس في هبة وكيع الا حديثان مسندان او ثلاثة ، وفي كتاب عبدالله بن المبارك خمسة او نحوه ، وفي كتابي هذا خمسمائة حديث او اكثر] (۳)

ترجمہ: اور محمد بن ابو حاتم الوراق فرماتے ہیں: ابوعبداللہ نے ہم پر کتاب الھبہ کی قرأت کی، اور فرمایا امام وکیع کی کتاب "ھبہ" میں دو یا تین مسند احادیث ہیں، اور عبداللہ بن مبارک کی کتاب میں پانچ کے قریب مسند احادیث ہیں، جبکہ میری اس کتاب میں پانچ سو سے زائد مسند احادیث موجود ہیں۔

۴۔کتاب المبسوط (غیر مطبوع)

اس کتاب کو امام بخاری سے مهيب بن سليم، ابو حسان البخاری نے روایت کی ہے (۴)

، اور امام ابن حجر العسقلانی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے (۵)

---

(١) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری، ص: ٢٠
(٢) هدی الساری، ص: ٥١٧
(٣) سير اعلام النبلاء، ١٢: ٤١٠
(٤) الارشاد للخليلی، ٣: ٩٧٣
(٥) هدی الساری، ص: ٥١٧

،لیکن ابن حجر نے اس کتاب کونہیں دیکھا (۱)

ابن خیر نے اپنی کتاب ''فہرست'' میں التاریخ الکبیر کو المبسوط کہا ہے: لیکن اس بات کو محدثین نے قبول نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں :

[وهم ابن خير فذكره في فهرسه (ص: ۲۰۶) باسم : (التاريخ الكبير المبسوط) والتاريخ الكبير غير المبسوط ، او لعله سقطت واو العطف بينهما.] (۲)

ترجمہ: ابن خیر کو اس بات میں وھم واقع ہوا ہے کہ اس نے اپنی کتاب فہرست میں اس کو ''التاریخ الکبیر المبسوط'' کا نام دیا ہے، جبکہ یہ اس کے علاوہ ہے، اور ممکن ہے کہ ان کے درمیان سے واوعطف کی (کاتب سے) ساقط ہو گئی ہو۔

اس کتاب کے مخطوطے کے بارے اسی ''فہرس مصنفات'' میں یوں مرقوم ہے:

[وذكر احد علماء الهند من مخطوطات مكتبة دارالعلوم الالمانية بالمانيا الشيوعية، قال: ((المبسوط في الحديث / ابو عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری ۲۵۶ /۵۲ الناسخ: ابن منده / نسخة كاملة / من عجائب قدرة الله ان هذا الكتاب مع انه قديم جدا الا انه سالم حتى الآن ولم تاكله المودة (۳)]

ترجمہ: ہند کے علماء میں سے ایک عالم نے اس کتاب کے مخطوطے کی دارالعلوم المانیہ، مانیا لائبریری میں موجودگی کا تذکرہ کیا ہے، [کتاب کا نام: المبسوط، مولف: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، ناسخ: ابن مندہ، یہ نسخہ مکمل موجود ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب سے ہے کہ باوجود اس کتاب کے قدیم تر ہونے کے اس کتاب کو دیمک نے نہیں کھایا۔

۵۔ کتاب الفوائد (غیر مطبوع)

امام ترمذی نے جامع الترمذی کی کتاب المناقب میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے (۴)

اور امام ابن حجر نے بھی اس کے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے (۵)

---

(۱) فهرس مصنفات اللامام ابی عبدالله محمدبن اسماعيل البخاری، ص: ۵۹

(۲) ايضا، ص: ۵۹

(۳) ايضا، ص: ۵۹

(۴) جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد طلحة بن عبيدالله،

(۵) هدى السارى، ۵۱۷

لیکن انہوں نے اس کتاب کوخود نہیں دیکھا(۱)

٦۔الجامع الکبیر:(غیر مطبوع)

محدثین نے امام بخاری کی اس کتاب کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے، جیسا کہ ابن حجر لکھتے ہیں: [ذکرہ ابن طاهر] (۲)

ترجمہ: کہ اس کتاب کا تذکرہ ابن طاہر نے کیا ہے ۔

اور یہ کتاب الجامع الصحیح (صحیح بخاری) سے الگ ایک کتاب ہے (۳)

۷۔برالوالدین: (غیر مطبوع)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے موضوع پر امام بخاری کی تالیف ہے ،جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ،اس کتاب کو امام بخاری سے محمد بن دلویہ الوراق نے روایت کیا ہے (۴)

۸۔کتاب الاشربۃ (غیر مطبوع)

امام بخاری کی اس تالیف کا تذکرہ امام دارقطنی نے کیا ہے (۵)

حافظ ابن حجر نے بھی هدی الساری میں امام دارقطنی ہی کے حوالے سے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں کیا ہے:

[ذکرہ الدارقطنی فی الموتلف و المختلف فی ترجمة کیسة] (٦)

ترجمہ: کہ اس کتاب کا تذکرہ امام دارقطنی نے "الموتلف والمختلف " میں "کیسہ" نامی راوی کے احوال بیان کرتے ہوئے کیا ہے۔

---

(۱) فهرس مصنفات اللامام ابی عبدالله محمدبن اسماعیل البخاری ، ص: ۵۹

(۲) هدی الساری ، ص: ۵۱۷

(۳) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمدبن اسماعیل البخاری ، ص: ۵۸

(۴) ایضا، ص:۵٦

(۵)دارقطنی،علی بن عمر بن مهدی ، ابوالحسن،الموتلف و المختلف، ۴: ۱۹۷۳،دارالغرب الاسلامی ، بیروت لبنان،۱۴۰٦ھ

(٦) هدی الساری ، ص: ۵۱۷

۹۔قضایا الصحابہ والتابعین:

یہ کتاب بھی امام بخاری کی ان کتب سے ہے جو آج موجود نہیں ہیں ، اس کتاب کے بارے امام موصوف خود فرماتے ہیں کہ میری عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی جب میں نے ''قضایا الصحابہ والتابعین'' تالیف کی (۱)

❁ ❁ ❁ ❁

(۱)ھدی الساری، ص:۴۷۸
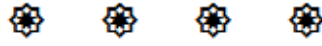
فصل اول

مبحث ثانی

فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی تالیفات کا تعارف وتذکرہ

☆فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی مطبوعہ تالیفات

☆فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی غیر مطبوعہ تالیفات

فصل اول

مبحث ثانی

فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی تالیفات کا تعارف وتذکرہ

علم حدیث کا ماہر وہی کہلاتا ہے جو سند اور متن ہر دو میں مہارت رکھتا ہو، امام بخاری کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میدانوں میں مہارت تامہ عطا کی تھی وہ احادیث نبویہ کے حافظ بے مثل ہونے کے ساتھ ساتھ طرق حدیث کے بھی بلند پایہ عالم تھے،اس مبحث میں امام بخاری کی فن اسماء الرجال پر نابغہ روزگار کتب کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔التاریخ الکبیر

۲۔التاریخ الاوسط

۳۔التاریخ الصغیر

۴۔الکنی

۵۔الضعفاء الصغیر

۶۔اسامی الصحابہ

۷۔کتاب الوحدان

۸۔کتاب العلل

۹۔الضعفاء الکبیر

۱۰۔المشیخہ

الف: فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی مطبوعہ تالیفات

فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی خدمات میں سے آپ کی مطبوعہ تالیفات کا تفصیلی تعارف اور منہج و اسلوب الگ سے باب سوم میں پیش کیا جائے گا۔تاہم یہاں ان کا مختصر انداز میں تذکرہ کیا جارہا ہے ۔

ا۔التاریخ الکبیر(مطبوع)

امام بخاری کی یہ کتاب فن اسماء الرجال کی بنیادی کتب سے ہے،امام بخاری نے یہ کتاب اپنی جوانی کے ایام میں اٹھارہ سال کی عمر میں لکھی(۱)

اس کتاب کو امام بخاری سے ابو احمد محمد بن سلیمان اور ابو الحسن محمد بن سہل وغیرہ نے روایت کیا ہے (۲)

امام بخاری نے جب یہ کتاب تالیف کی تو اس کو ان کے استاد اسحاق بن راھویہ نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس کو امیر عبداللہ بن طاہر خراسانی کے سامنے پیش کیا اور فرمایا ''ایھاالامیر الا اریک سحرا'' (۳) کہ میں تجھے ایک جادو نہ دکھاوں ؟ تو امیر عبداللہ اس کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے ۔

امام بخاری نے اس کتاب میں رجال کے تراجم بیان کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے،امام موصوف فرماتے ہیں:

" کل اسم فی التاریخ الا عندی قصته، الا اننی کرھت ان یطول الکتاب'' (۴)

ترجمہ:''التاریخ '' میں جتنے بھی رجال ہیں ان میں سے اکثر کے بارے میرے پاس ایک تفصیل ہے،لیکن میں نے کتاب کو زیادہ طویل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

امام بخاری کی یہ کتاب فن اسماء الرجال کی بنیادی کتب میں شمار کی جاتی ہے، اور آپ سے بعد دیگر محدثین نے اس سے خوب استفادہ کیا، اور امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کی کتاب''الجرح والتعدیل'' کی اصل اور بنیاد یہی کتاب ہے ۔

۲۔کتاب الکنٰی : (مطبوع)

اس کتاب کو امام بخاری سے محمد بن ابراھیم بن شعیب ،الغازی نے روایت کیا ہے اور مطبوع نسخہ ان ہی کا روایت کردہ ہے (۵)

---

(۱)تاریخ بغداد، ۲:۷

(۲) تغلیق التعلیق، ۵:۴۳۶،ھدی الساری، : ۴۹۲ ،کشف الظنون ، ۱:۲۸۷

(۳) ھدی الساری: ۴۸۳، طبقات السبکی ، ۲: ۲۲۱، تاریخ بغداد ، ۲: ۷

(۴) ھدی الساری: ۵۰۲

(۵) فھرست مصنفات الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ، ص: ۳۱

کچھ محدثین اس کو الگ کتاب قرار دیتے ہیں اور کچھ اس کو التاریخ الکبیر کا ایک جزء قرار دیتے ہیں لیکن ابو احمد الحاکم نے اس کو ''الکنی المجردة'' کا نام دیا ہے (۱)

، اور ابن حجر العسقلانی نے اس کو ''الکنی المفردة'' کا نام دیا ہے (۲)

راجح بات یہی ہے کہ یہ الگ تالیف ہے اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے اور التاریخ الکبیر کے راوی الگ الگ ہیں (۳)

۳،۴۔التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر (مطبوع)

محدثین نے امام بخاری کی کتب میں تین تواریخ کا تذکرہ کیا ہے :التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، التاریخ الصغیر۔ التاریخ الکبیر کا تذکرہ پہلے ہو چکا کہ یہ کتاب مطبوع ومتداول ہے۔

لیکن التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر کے مطبوعہ نسخے کے متعلق متعدد آرا ہیں۔

ان دونوں تواریخ پر بحث سے قبل ان دونوں کتب کے رواۃ سے آگاہی ضروری ہے:

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ یوں رقمطراز ہیں:

[والتاريخ الاوسط يرويه عنه عبدالله بن احمد بن عبدالسلام الخفاف ، وزنجويه بن محمد اللباد ، والتاريخ الصغير يرويه عنه عبدالله بن محمد بن عبدالرحمٰن الاشقر] (۴)

ترجمہ:اور التاریخ الاوسط کو امام بخاری سے عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الخفاف ، اور زنجویہ بن محمد بن اللباد، اور التاریخ الصغیر کو امام بخاری سے عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن الاشقر روایت کرتے ہیں۔

یوں یہ بات واضح ہوئی کہ التاریخ الاوسط کے راوی :۱۔ **عبدالله بن احمد بن عبدالسلام الخفاف** ، اور ،۲۔ **زنجويه بن محمد اللباد** ہیں۔

جبکہ

التاریخ الصغیر کے راوی: **عبدالله بن محمد بن عبدالرحمٰن الاشقر** ہیں۔

---

(۱) الاسامی والکنیٰ ، ۴: ۳۸۱

(۲) الاصابة ، ۷: ۸۸ ، ۱۸۴

(۳)مقدمه التاريخ الاوسط، ۱: ۴۲

(۴) هدی الساری ، ص: ۴۹۲

ان دونوں میں سے پہلے جو کتاب طبع ہوئی اس کو التاریخ الصغیر کے نام سے شائع کیا گیا اور اس کا مطبوع متداول نسخہ وہ ہے جس کو محمود ابراھیم بن زاید کی تحقیق کے ساتھ دارالمعرفۃ بیروت لبنان نے شائع کیا۔

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مذکورہ مطبوع نسخہ کے آغاز میں اس کو جس روای کی طرف اس کو منسوب کیا گیا ہے وہ ابو محمد زنجویہ بن محمد النیسابوری ہیں۔

کتاب کا آغاز کچھ یوں کیا جارہا ہے:

[اخبرنا ابو ذر عبد بن احمد بن محمد بن عبدالله الهروی الحافظ ، قال : اخبرنا ابو علي زاهر بن احمد الفقيه السرخسي بها قراء ة عليه سنة تسع وثمانين وثلاثمائة ، قال: اخبرنا ابو محمد زنجويه بن محمد النيسابوری ، قال: حدثنا محمد بن اسماعيل البخاری ، قال : كتاب مختصر من تاريخ النبی ﷺ والمهاجرين والانصار وطبقات التابعين لهم باحسان ومن بعدهم ووفاتهم وبعض نسبهم وكناهم ومن يرغب في حديثه..........](۱)

ترجمہ: ہمیں ابو ذر عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ الھروی الحافظ نے خبر دی ، کہتے ہیں کہ: ہم کو ابو علی زاہر بن احمد الفقیہ السرخسی نے اس کی ۳۸۹ میں خبر دی ، وہ کہتے ہیں کہ: ہم کو ابو محمد زنجویہ بن محمد النیشاپوری نے خبر دی ، وہ کہتے ہیں: ہم کو محمد بن اسماعیل البخاری نے بیان کیا ، وہ فرماتے ہیں: یہ کتاب نبی مکرم ﷺ ، مہاجرین وانصار ، تابعین اور ان کے اتباع کے مختصر تذکرہ ، ان کی وفیات ، ان کے نسب اور کنیتوں کے بیان پر مشتمل ہے

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو کتاب ''التاریخ الصغیر'' کے نام سے شائع ہوئی وہ وہی کتاب ہے جس کو زنجویہ نے روایت کیا ہے ، اور زنجویہ نے جس کتاب کو روایت کیا ہے وہ ''التاریخ الاوسط '' ہے۔

مطبوعہ کتاب کون سی ہے؟

جب التاریخ الصغیر طبع ہو کر منظر عام پر آگئی تو اس وقت سے التاریخ الاوسط کو نا پید قرار دیا جاتا تھا ، لیکن ۱۹۹۸ میں محمد بن ابراہیم لحیدان کی تحقیق سے ایک کتاب التاریخ الاوسط طبع ہوئی ہے اس کو مکتبہ دارالنشر ریاض نے شائع کیا ہے جو درحقیقت پہلے سے طبع شدہ التاریخ الصغیر ہی ہے ، اسی طرح مکتبۃ الرشد ناشرون ، ریاض نے سن ۲۰۰۵ء میں التاریخ الاوسط کتاب شائع کی ہے۔(۲)

فہرس مصنفات الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری میں التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر کے متعلق محدثین کی

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعيل البخاری، التاريخ الصغير ، ۱: ۲۷ ، دارالمعرفة بيروت لبنان، ۱۴۰۶ء

(۲) التاريخ الاوسط ، مكتبة الرشد ناشرون ، الرياض ، ۲۰۰۵ء

مختلف آراء بیان کیں گئی ہیں اور ساتھ ہی مختصر انداز میں دلائل دیتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ مطبوع کتاب ''التاریخ الاوسط'' ہی ہے نہ کہ ''التاریخ الصغیر'' ۔

کتاب میں یوں مرقوم ہے :

[حدث الخلط بين تاريخي البخاري : الاوسط والصغير على وجهين :

الاول : ادعاء ان كتاب الضعفاء هو التاريخ الصغير ، وان الصغير (المنشور بين ايلينا الآن بهذا الاسم) هو الاوسط ، وهذا قول ابن خير في فهرسه (ص ٢٠٦) في شطره الاول .

والثاني : ادعاء ان كتاب التاريخ الاوسط مفقود او غير منشور ، وان التاريخ الصغير هو المنشور بيننا ، وهذ ادعاه ابن سزكين في تاريخه (١/١/٢٥٧) والمعلمي (تاريخ جرجان، ص٨ حاشيه) حينما ذكرا ان الصغير هو المطبوع في حيدرآباد وغيرها ، وان الاوسط منه نسخة في مكتبة كذا و كذا.

والصحيح من ذلك ان التاريخ المعروف بيننا باسم : (الصغير) انما هوالاوسط ، وان (الصغير) غير منشور ولم اقف على نسخة خطية للصغير فعلا لا وهما.] (١)

ترجمہ: ''دونوں تاریخیں : الاوسط اور الصغیر آپس میں خلط ملط ہوگئی ہیں، اس کے بارے دو آراء ہیں :

پہلی : کتاب الضعفاء، وہ ''التاریخ الصغیر'' ہے، اور وہ کتاب جو التاریخ الصغیر کے نام سے مطبوع ہو کر ہمارے پاس موجود ہے وہ التاریخ الاوسط ہے، یہ قول ابن خیر نے اپنی کتاب ''فہرست'' ص:۲۰۶ میں ذکر کیا ہے

دوسری : بلا شبہ کتاب التاریخ الاوسط مفقود ہے اور غیر مطبوع ہے، اور جو کتاب مطبوع ہے وہی التاریخ الصغیر ہے، یہ موقف ابن سزکین نے اپنی تاریخ [۱/۱/۲۵۷] میں اپنایا اور امام معلّمی کا بھی یہی موقف ہے ۔ان دونوں نے بات کا ذکر کیا کہ التاریخ الصغیر وہ حیدرآباد وغیرہ سے مطبوع ہے اور التاریخ الاوسط کا فلاں فلاں لائبریری میں نسخہ موجود ہے ۔

جبکہ ان میں سے درست موقف یہ ہے کہ وہ کتاب جو التاریخ الصغیر کے نام سے موجود ہے وہ التاریخ الاوسط ہے اور التاریخ الصغیر وہ ابھی تک غیر مطبوع ہے ۔اور مجھے التاریخ الصغیر کے مخطوطے کی کوئی اطلاع نہیں ہے ۔''

مذکورہ بالا عبارت سے محدثین کی تین آراء سامنے آتی ہیں کہ :

ا۔موجودہ کتاب التاریخ الاوسط ہے، اور التاریخ الصغیر سے مراد کتاب الضعفاء ہے ۔

(١) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری، ص: ٢٨

۲۔موجودہ کتاب التاریخ الصغیر ہے اور التاریخ الاوسط کسی مکتبہ میں مخطوط کی شکل میں ہو گی ۔

۳۔موجودہ کتاب التاریخ الاوسط ہے اور التاریخ الصغیر، کتاب الضعفاء نہیں بلکہ الگ سے ایک کتاب ہے ،جس کا مخطوط نسخہ ابھی تک نہیں مل سکا ہے ۔

دلائل :

تیسری رائے ''فہرس مصنفات ۔۔۔'' کے مولف کی ہے جس کے انہوں نے متعدد دلائل دیئے ہیں

☆ کتابوں کی اسناد اور مطبوعہ کتاب کو زنجویہ کی سند سے شروع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب التاریخ الاوسط ہی ہے ۔(۱)

☆ (مذکورہ کتاب کی مولف نے کہا) کہ

[الاوسط : رایت نسخة منه مخطوطة حدیثا مصورة عن مکتبة البسام ، وهي بحروفها – المنشورة باسم (الصغیر)] (۲)

ترجمہ:''جہاں تک تعلق ہے التاریخ الاوسط کا : تو اس کے ایک مخطوطہ جس کا عکس مکتبۃ البسام سے لیا گیا تھا کو میں نے خود دیکھا ،وہ حرف بہ حرف وہی ہے جو مطبوع کتاب التاریخ الصغیر ہے ۔''

مذکورہ مولفہ کی یہ وضاحت کہ اس نے التاریخ الاوسط کا مصورۃ نسخہ دیکھا وہ بالکل حرف بحرف وہی ہے جو التاریخ الصغیر کے نام سے مطبوع کتاب ہے ، سے اس موقف کو مزید تقویت ملتی ہے کہ موجودہ متدوال کتاب التاریخ الاوسط ہی ہے ۔

اسی طرح دیگر محققین نے بھی اس موقف ہی کو اپنایا ہے کہ موجودہ کتاب ''التاریخ الاوسط'' اور ''التاریخ الصغیر'' ابھی تک منصۂ شھود پے نہیں آسکی

عادل بن عبدالشکور الزرقی یوں رقمطراز ہیں :

[ذکر السخاوی ان التاریخ الاوسط مرتب علی السنین (۳)

، وهذا هو ترتیب المطبوع ، فدل علی انه الاوسط ، .... رایت نسخة خطیة من التاریخ بروایة زنجویه کتب علی غلافها : ((التاریخ الاوسط)) فالاعتماد علی نسخة کتب علیها : ((الصغیر)) ، دون الرجوع الی بقیة النسخ و المصادر الاخری مخالف لطرائق اهل العلم فی التثبت و الحیطة،

(۱) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری ، ص: ۲۸

(۲) ایضا، ص: ۲۸

(۳) الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۱۰

واللہ اعلم .ھذہ العناصر وغیرھا تدل علی ان المطبوع من التاریخ للبخاری ھو الکبیر والاوسط —بروایتیہ— فحسب . وما عدا ذلک ففیہ نظر .] (۱)

ترجمہ: "امام سخاوی نے تذکرہ کیا کہ التاریخ الاوسط وہ سالوں کی ترتیب سے مرتب ہے ۔ اور یہ (مطبوع کتاب) کی بھی یہی ترتیب ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ "الاوسط" ہی ہے ۔ ---- میں (عادل الزرقی) نے التاریخ کا ایک ہاتھ سے لکھا ہو نسخہ دیکھا جو کہ زنجویہ کی روایت سے ہے، اس کے کور پر لکھا تھا: التاریخ الاوسط ۔

لھذا باقی تمام نسخوں اور مصادر کو نظر انداز کر کے ایک نسخہ پر ہی اعتماد کر کے اس کو الصغیر کہنا اہل علم کے طریقہ کے خلاف ہے ۔ اور اصل حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں ۔

یہ اور اس کے علاوہ باقی عناصر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام بخاری کی تواریخ میں سے مطبوع کتب: التاریخ الکبیر اور الاوسط ہی ہیں، اور جو اس کے علاوہ کہے وہ محل نظر ہے ۔"

محقق عادل زرقی اس موقف کی بھی تردید کرتے ہیں جس میں یہ کہا گیا کہ التاریخ الصغیر سے مراد کتاب الضعفاء (۲) ہے یا یہ کہا گیا کہ یہ التاریخ الصغیر، صحابہ کرام کے تذکرہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ علامہ الرودانی نے کہا (۳) وہ یوں رقمطراز ہیں:

[وقد نقل ابن عساکر عدۃ نصوص عن البخاری وفی غیر الصحابۃ وقال فیھا : ((التاریخ الصغیر)) وھذا دلیل علی ضعف ما قالہ الرودانی .] (۴)

ترجمہ: "اور بن عساکر نے کافی ایسی نصوص ذکر کیں ہیں جو صحابہ کے علاوہ دیگر کے تذکرہ کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے بارے کہا ہے کہ یہ "التاریخ الصغیر" میں ہیں، اور یہ رودانی کے قول کے کمزور ہونے کی دلیل ہے"

اور اس بحث کا اختتام یوں کرتے ہیں:

[فالتاریخ الصغیر کتاب مستقل غیر الاوسط وغیر الضعفاء الصغیر ، واللہ اعلم] (۵)

ترجمہ: "پس التاریخ الصغیر، ایک مستقل کتاب ہے جو الاوسط اور الضعفاء کے علاوہ الگ سے وجود رکھتی ہے ۔"

(۱) زرقی، عادل بن عبدالشکور، تاریخ البخاری (دراسۃ)، ص: ۲۷

(۲) الفھرست لابن خیر ، ص: ۲۰۲

(۳) الرودانی، محمد بن سلیمان الرودانی، صلۃ الخلف بموصول السلف، ص: ۱۵۵ ، دار الغرب الاسلامی بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ.

(۴) تاریخ البخاری ، ص: ۲۸

(۵) ایضا ، ص: ۲۹

مکتبۃ الرشد ناشرون، کی شائع کردہ ''التاریخ الاوسط'':

سن ۲۰۰۵ء میں مکتبۃ الرشد ناشرون، ریاض نے دکتور تیسیر بن سعد ابو حیمد کی تحقیق کے ساتھ التاریخ الاوسط کو پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے (واضح رہے کہ پانچویں جلد ''فہارس'' پر مشتمل ہے) اس کتاب کے آغاز میں مقدمہ کے بعد محقق نے ایک سو پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل کلام کرتے ہوئے دلائل دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ موجودہ کتاب ''التاریخ الاوسط'' ہی ہے، اور اس کے بعد التاریخ الاوسط میں امام بخاری کے منہج واسلوب کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

کتاب کے مخطوطات:

سن ۲۰۰۵ء میں طبع ہونے والی التاریخ الاسط کے محقق الدکتور تیسیر بن سعد ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کتاب کے پانچ مخطوطوں کو خود دیکھا ہے، محقق یوں رقمطراز ہیں:

[وقفت –بحمدالله – علی خمس نسخ خطیة ((للتاریخ الاوسط)) منها اربع نسخ بروایة ابی محمد زنجویه بن محمد النیسابوری (ت ۳۱۸ھ) ، ونسخة واحدة بروایة عبدالله بن احمد الخفاف (ت ۳۹۴ھ) ، عن الامام البخاری .] (۱)

ترجمہ: ''میں نے الحمد للہ التاریخ الاوسط کے پانچ نسخوں کا مشاہدہ کیا ہے، ان میں سے چار نسخے ابو محمد زنجویہ بن محمد النیشاپوری کی روایت سے ہیں، اور ایک نسخہ عبداللہ بن احمد الخفاف کی روایت سے ہے۔''

پہلے نسخے کو انہوں نے ''النسخة الترکیة''(۲)

کا نام دیا ہے،

دوسرا نسخہ کو: ''نسخه مکتبة خدا بخش بالهند'' کے نام سے ذکر کیا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ میں نے اس نسخہ کی کاپی حاصل کی ہے اور یہ نسخہ کافی بعد کا ہے اور اس کو چودھویں صدی میں لکھا گیا (۳)

تیسرا نسخہ کے بارے لکھتے ہیں:

[وهی نسخه اصلیة متاخرة ، محفوظة فی عنیزة بمدینة القصیم ، فی مکتبة الشیخ سلیمان بن

(۱) مقدمه، التاریخ الاوسط، ۱: ۷۹
(۲) ایضا، ۱: ۷۹
(۳) ایضا، ۱: ۸۲

صالح بن حمد البسام – رحمه الله – وهي مكتبة خاصة .] (۱)

ترجمہ: ''اور وہ اصل اور بعد کا نسخہ ہے، قصیم شہر میں عنیزہ مقام پر الشیخ سلیمان بن صالح بن حمد البسام کی ذاتی لائبریری میں محفوظ ہے''

چوتھا نسخہ: ''**نسخة برلين**''

محقق لکھتے ہیں:

[حصلت على نسخة منها من مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامية ، وهي نسخة حديثة جدا كتبت بخط حديث جميل جدا...] (۲)

ترجمہ: میں نے ایک نسخہ بادشاہ فیصل کے مرکز للبحوث والدراسات الاسلامیہ سے حاصل کیا، یہ نسخہ نیا اور عمدہ لکھائی میں لکھا گیا ہے۔

پانچواں نسخہ: ''**نسخة المكتبة الظاهرية**''

یہ عبداللہ بن احمد الخفاف کی روایت سے ہے، اور یہ دار لکتب الظاهرية، (دمشق) میں موجود ہے (۳)

۵۔الضعفاء الصغیر: (مطبوع)

امام بخاری کی یہ کتاب مطبوع اور متداول ہے اور اس کو آدم بن موسیٰ نے روایت کیا ہے (۴)

امام ابن حجر یوں رقمطراز ہیں:

[يرويه عنه ابو بشر محمدبن احمدبن حماد الدولابي ، وابو جعفر مسبح بن سعيد ، وآدم بن موسىٰ الخوارى] (۵)

ترجمہ: ''اس کتاب کو امام بخاری سے ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ، اور ابو جعفر مسبح بن سعید، اور آدم بن موسیٰ الخواری نے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) مقدمة التاريخ الاوسط ، ۱: ۸۳
(۲) ایضا، ۱: ۸۵
(۳) ایضا، ۱: ۸۷
(۴) ایضا، ۱: ۴۴
(۵) هدى السارى ، ص: ۵۱۷

امام بخاری کی یہ کتاب ان رواۃ کے تذکرہ کے لئے خاص ہے جو ضعیف ہیں۔

نام کتاب: کتاب الضعفاء الصغیر

نام مصنف: امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)

نام محقق: محمود ابراھیم زاید

طابع: دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان

سن: ۱۴۰۶ھ --- ۱۹۸۶ء (الطبعۃ الاولیٰ)

اس کتاب میں امام بخاری کا منہج

یہ الفبائی ترتیب پر جمع کی گئی ہے،

اختصار کا منہج

کل رواۃ کی تعداد ۴۱۸ ہے، جن تراجم کا امام موصوف نے تذکرہ کیا۔

راوی کے ضعف ظاہر کرنے میں الفاظ

☆ منکر الحدیث

☆ ترکوہ

☆ لایصح حدیثہ وغیرہ

ب: فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی غیر مطبوعہ تالیفات

ا۔اسامی الصحابہ: (غیر مطبوع)

ابن حجر مقدمۃ الفتح میں یوں رقم طراز ہیں:

"ذکره ابو القاسم بن منده وانه یرویه من طریق ابن فارس عنه ، وقد نقل منه ابولقاسم البغوی الکبیر فی معجم الصحابة له وکذا ابن منده فی المعرفة" (۱)

ترجمہ: "اس کا ابو القاسم بن مندہ نے تذکرہ کیا ہے، اور وہ اس کو ابن فارس کے طریق سے روایت کرتے ہیں ، اور اس کتاب سے ابو القاسم البغوی الکبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نصوص نقل بھی کیں ہیں اور اسی طرح ابن مندہ نے اپنی کتاب المعرفہ میں اس سے نقل کیا ہے۔"

حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اسماء صحابہ کے متعلق سب سے پہلے جو تالیف لکھی گئی وہ امام بخاری کی یہی کتاب ہے پھر ان سے امام بغوی وغیرہ نے استفادہ کیا اور پھر محدثین کی ایک جماعت نے اس موضوع پر کتب لکھیں (۲)

اس کتاب کا تذکرہ ابن ناصر الدین دمشقی نے بھی کیا ہے (۳)

امام بخاری نے اس کا تذکرہ "التاریخ الکبیر" میں کتاب اصحاب النبیﷺ کے نام سے کیا ہے (۴)

۲۔کتاب الوحدان (غیر مطبوع)

اس کتاب میں امام بخاری نے ان صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے جن سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے (۵) اس کتاب کا ذکر متعدد محدثین نے اپنی کتب میں کیا ہے اور اس سے نقل بھی کیا ہے (۶) امام بخاری کے بعد امام مسلم اور امام نسائی وغیرہ نے بھی اس موضوع پر کتب تالیف کیں۔

---

(۱) ھدی الساری، ص: ۵۱۷
(۲) الاصابہ، ۱: ۳
(۳) تحفۃ الاخباری ص؛ ۱۸۳
(۴) التاریخ الکبیر، ۲: ۲۰
(۵) مقدمۃ الفتح : ۴۹۲
(۶) ابن نقطۃ، محمد بن عبدالغنی، ابو بکر، تکملۃ الاکمال، ۴: ۹۰، مرکز احیاء التراث الاسلامی مکہ مکرمۃ، ۱۴۰۸ھ

۳۔کتاب العلل: (غیر مطبوع)

امام بخاری کی یہ کتاب بھی اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہے (۱)اس کو امام بخاری سے ابو محمد عبدالله بن الشرقي اوران سے محمد بن عبد الله ابن حمدون اوران سے ابوالقاسم بن منده روایت کرتے ہیں(۲)

حافظ ابن حجر نے خود یہ کتاب نہیں دیکھی بلکہ اس کا تذکرہ ابو القاسم بن مندہ کے حوالہ سے کرتے ہیں (۳)

۴۔الضعفاء الکبیر: (غیر مطبوع)

اس کتاب کا تذکرہ کافی محدثین نے اپنی کتب میں کیا، اس سے نقل بھی کیا ہے اوراس کا نام الضعفاء الکبیر ذکر کیا ہے جیسے علامہ مزیؒ (۴)امام ذھبی (۵)ابن حجر (۶)اوراسی طرح ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے(۷)

یہ کتاب مطبوع نہیں ہے لیکن کتب فہارس میں اس کا ذکر ملتا ہے(۸)

۵۔المشیخۃ (غیر مطبوع)

التاریخ الاوسط کی پہلی جلد میں محقق نے امام ذھبی کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے:

" قال الذهبي: ((وذكر انه --يعني الامام البخاري -- سمع من الف نفس . وقد خرج عنهم مشيخة وحدث بها ، ولم نرها)) "(۹)

ترجمہ: "امام ذھبی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اس بات کا ذکر کیا کہ انہوں نے ایک ہزار آدمی سے (علوم حدیث) کی سماعت کی۔اور (امام بخاری) نے ان کے بارے ایک کتاب "مشیخہ" بھی لکھی، اوراس کا تذکرہ بھی کیا، لیکن ہم نے اس کتاب کونہیں دیکھا۔"

---

(۱)دارقطني، علي بن عمر بن احمد بن مهدي، ابو الحسن، العلل الواردة في الاحاديث النبوية، ۱:۴۷،۵۷،دار طيبة،الرياض،۱۴۰۵ھ

(۲) هدى الساري: ۴۹۲

(۳) فهرست مصنفات الامام ابي عبدالله محمد بن اسماعيل البخاري، ص: ۵۸

(۴) تهذيب الكمال، ۱: ۳۱۹

(۵) سير اعلام النبلاء، ۱۱: ۱۳۹

(۶) تهذيب التهذيب، ۵: ۱۲۲

(۷) الفهرست لابن النديم،ص: ۳۶

(۸)مقدمة، التاريخ الاوسط، ۱: ۴۵

(۹) ايضا، ۱: ۴۷

ماحاصل فصل اول

۱۔محدثین کی کتب کی ایک معتد بہ تعداد مرور ایام اور مختلف وجوہ کی بنیاد پر ناپید اور مفقود ہے جن میں امام بخاریؒ کی کتب بھی شامل ہیں۔

۲۔عام علوم حدیث میں امام بخاری کی کتب میں سے : ۱۔الجامع الصحیح ۲۔الادب المفرد ۳۔خلق افعال العباد ۴۔جزء رفع الیدین فی الصلاۃ ۵۔جزء القراءۃ خلف الامام مطبوع ہیں۔

۳۔عام علوم حدیث میں امام بخاریؒ کی غیر مطبوع کتب (جن کا محدثین کی کتب میں تذکرہ ملتا ہے) میں : التفسیر الکبیر، المسند الکبیر، کتاب الھبۃ ، کتاب المبسوط ، کتاب الفوائد ، الجامع الکبیر ، بر الوالدین ، کتاب الاشربۃ ، قضایا الصحابۃ والتابعین شامل ہیں۔

۴۔امام بخاری کی کتاب الجامع الصحیح کو علما میں غیر معمولی مقبولیت ملی ،جس کا واضح ثبوت اس کی ۲۳۰ سے زائد شروح کا لکھا جانا ہے۔

۵۔فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی تالیفات وتصنیفات میں سے : ۱۔التاریخ الکبیر،۲۔التاریخ الاوسط ، یا ۳۔ التاریخ الصغیر،۴۔الکنی ، ۵۔الضعفاء الصغیر زیور طبع سے آراستہ ہیں۔

۶ ۔رجال بارے لکھی گئی امام بخاریؒ کی غیر مطبوع کتب میں : اسامی الصحابہ، کتاب الوحدان ، کتاب العلل ، الضعفاء الکبیر، المشیخہ شامل ہیں۔

۷۔التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر بارے محققین میں اختلاف ہے کہ مطبوع کتاب ان میں سے کون سی ہے تاہم راجح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مطبوع کتاب [التاریخ الاوسط] ہے اور ا[التاریخ الصغیر] ابھی تک مفقود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب.

فصل ثانی

امام بخاریؒ اور ان کی تالیفات وتصنیفات کا مقام ومرتبہ

اس فصل میں امام بخاریؒ کا علمی اور بالخصوص فن اسماء الرجال میں فضل وکمال اور مہارت کے بارے بیان کیا جائے گا، اور امام موصوف بارے علماء ومحدثین کے اقوال و آراء بھی نقل کی جائیں گیں، اور اس بات کو واضح کیا جائے گا کہ علوم حدیث میں سے علل الحدیث کے فن میں امام بخاری اور ان کی کتب کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے اور بعد میں آنے والے محدثین نے آپ کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔

یہ فصل دو مباحث پر مشتمل ہے

جن کی تقسیم یوں ہے:

مبحث اول: امام بخاریؒ کے علمی فضل وکمال بارے مشائخ و معاصرین کے ارشادات

مبحث ثانی: امام بخاریؒ کی کتب بعد والوں کے لئے مصدر ومرجع بن گئیں

فصل دوم

مبحث اول

امام بخاریؒ کے علمی فضل وکمال بارے معاصرین اور دیگر کی آراء

مبحث اول

امام بخاریؒ کے علمی فضل وکمال بارے معاصرین اور دیگر کی آراء

امام بخاری ان مایہ ناز اور ممتاز محدثین سے ہیں جو متن حدیث کے ساتھ ساتھ سند حدیث کے بھی ماہر وحاذق تھے اس کا اعتراف آپ کے معاصرین اور بعد میں آنے والے محدثین نے خوب کیا ہے۔

مہارت تامہ رکھنے والے محدث:

حافظ احمد بن حمدون کا قول ہے کہ مجھے سعید بن مروان کے جنازے میں شریک تھا کہ وہاں میں نے محمد بن یحیٰی کو دیکھا جو امام بخاری سے اسماء الرجال بارے سوالات کر رہے تھے اور امام بخاری اس روانی اور تیزی سے جواب دے رہے تھے جیسے کوئی سورۃ قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتا ہے۔(۱)

بے مثل محدث:

امام ترمذیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے:

" فلم ار اعلم بالعلل والاسانید من محمد بن اسماعیل البخاری" (۲)

ترجمہ: پس میں نے علل اور اسانید کے معاملے میں محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑھ کر جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام بخاریؒ کے متعلق ان کے اساتذہ کی آراء

☆ **ابو مصعب احمد بن ابوبکر الزھراوی:**

جو کہ مولفین صحاح ستہ کے استاد ہیں ان کا قول ہے: **"محمد بن اسماعیل افقه عندنا وابصر بالحدیث من احمدبن حنبل"(۳)**

ترجمہ: کہ محمد بن اسماعیل ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بھی زیادہ فقیہ اور حدیث میں گہری نظر رکھنے والے ہیں۔

---

(۱)تاریخ بغداد، ۲: ۳۱، سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۳۲، ھدی الساری، ص: ۴۸۸، تغلیق التعلیق، ۵: ۴۱۹

(۲) ھدی الساری: ص: ۴۸۵

(۳)تاریخ بغداد، ۲: ۱۹، سیراعلام النبلاء، ۱۲: ۴۲۰

☆ عبدان بن عثمان مروزی کا قول:

امام بخاری کے شیخ عبدان بن عثمان مروزی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے ان سے بڑھ کر صاحب بصیرت نہیں دیکھا'' (۱)

☆امام قتیبه بن سعید:

امام قتیبہ بن سعید کا قول ہے: ''میں نے عرصہ دراز علماء کی خوشہ چینی کی لیکن اپنی ہوش سے اب تک میں نے محمد بن اسماعیل البخاری جیسا جامع شخص نہیں دیکھا، امام بخاری اپنے زمانے میں ویسے ہی تھے جیسے خلیفہ عمر بن الخطاب تھے'' (۲)

☆محمدبن یوسف همدانی:

محمد بن یوسف ہمدانی فرماتے ہیں کہ ایک بار قتیبہ بن سعید سے کسی نے طلاق کے بارے مسئلہ دریافت کیا، اسی دوران امام بخاری بھی وہاں آگئے ،قتیبہ نے سائل کو امام بخاری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اب امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راھویہ، امام علی بن مدینی رحمھم اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے ، ان سے مسئلہ پوچھ لو (۳)

☆امام المحدثین امام احمد بن حنبل رحمه الله:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: خراسان کی سرزمین نے امام بخاری جیسا کوئی شخص پیدا نہیں کیا'' (۴)

☆انہی کا قول ہے: کہ چار خراسانیوں پر حافظ ختم ہے: ابو زرعہ رازی، محمد بن اسماعیل البخاری، عبداللہ بن عبدالرحمن سمرقندی اور حسن بن شجاع البلخی (۵)

☆ استاد يعقوب بن ابراهيم الدورقي:

امام بخاری کے استاد یعقوب بن ابراہیم الدورقی کا قول ہے کہ:

---

(۱) تاريخ بغداد، ۲: ۲۴، تغليق التعليق، ۵: ۴۰۱
(۲) هدى الساري، ص: ۴۸۲
(۳) تغليق التعليق، ۵: ۴۰۲
(۴) التقييد، ۱: ۱۰، طبقات الحنابلة، ۱: ۲۷۷، تاريخ بغداد، ۲: ۲۱
(۵) تاريخ بغداد، ۲: ۲۱، ما تمس اليه حاجة القارى: ص: ۲۶

" محمد بن اسماعیل فقيه هذه الامة " (۱)

ترجمہ: محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں ۔

☆ استاد محمد بن بشار بندار:

امام بخاری کے استاد محمد بن بشار بندار فرماتے ہیں:

" محمد بن اسماعيل افقه خلق الله في زماننا " (۲)

☆يحيٰی بن جعفر بیکندی:

یحییٰ بن جعفر بیکندی نے فرمایا: کہ کاش میں اپنی عمر کا ایک حصہ امام بخاری کی زندگی میں دے دیتا، میرے موت ایک عام آدمی کی موت ہوگی جبکہ امام بخاری کی موت علم کی موت ہے (۳)

☆امام عبدالله بن محمد المسندی:

امام بخاری کے شیخ، عبداللہ بن محمد المسندی فرماتے ہیں کہ: جو بخاری کو امام نہ جانے اس کو متہم سمجھو (۴)

☆امام اسحاق بن راهويه:

امام اسحاق بن راھویہ جو امام بخاری کے ابتدائی اساتذہ سے ہیں ان کا عجیب قول ہے کہ "محمد بن اسماعيل ابصر منی "(۵)

---

(۱) تهذيب الكمال، ۲۴:۷ ۴۵
(۲) سير اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۲۹
(۳) تاريخ بغداد، ۲: ۲۴
(۴) تغليق التعليق، ۵: ۴۰۸
(۵) سير اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۲۹

امام بخاری کے متعلق ان کے ہم عصر علماء و دیگر محدثین کی آراء

☆ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی:

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ خراسان میں امام بخاری جیسا کوئی بھی حافظ نہیں پیدا ہوا، اور نہ ہی خراسان سے عراق کی طرف کوئی امام بخاری جیسا شخص آیا (۱)

☆حسین بن محمد العجل:

حسین بن محمد العجل کا قول ہے:

" کان امة من الامم ، دینا فاضلا یحسن کل شئی و کان اعلم من محمد بن یحییٰ ...." (۲)

☆ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی:

سنن دارمی کے مولف امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی فرماتے ہیں: میں حرمین، حجاز، شام، عراق سب جگہ پھرا اور علماء سے ملاقات کی لیکن امام بخاری جیسا جامع الکمالات کسی کو نہیں پایا (۳)

☆ابو الطیب حاتم بن منصور :

ابو الطیب حاتم بن منصور فرماتے ہیں: ''امام بخاری بوجہ علمی بصیرت اور عبور کے خدا کی ایک واضح نشانی ہیں۔ (۴)

☆ محدث صالح بن محمد جزرہ:

مشہور محدث صالح بن محمد جزرہ کا قول ہے: ''ما رایت خراسانیا افہم من محمد بن اسماعیل'' (۵)

☆امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ:

امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں: امام بخاری سے بڑھ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے۔ (۶)

---

(۱) تغلیق التعلیق، ۵: ۴۰۹
(۲) تاریخ بغداد، ۲: ۳۰
(۳) ایضا، ۲: ۲۸
(۴) سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۲۷
(۵) تاریخ بغداد، ۲: ۲۲
(۶) البدایة والنهایه، ۱۱: ۲۶

☆ امام عبداللہ بن حماد آملی:

عبداللہ بن حماد آملی نے فرمایا: میری یہی تمنا ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور مجھے وہی شرف حاصل ہو جاتا جو اس وقت اس بال کو حاصل ہے۔(۱)

☆ محدث سلیم بن مجاھد:

عظیم محدث سلیم بن مجاہد کا قول ہے: ''ساٹھ برس گزر گئے کہ میں نے کسی کو امام بخاری سے زیادہ فقیہ اور متقی نہیں پایا۔(۲)

☆حافظ موسیٰ بن ھارون بغدادی:

حافظ موسیٰ بن ہارون بغدادی فرماتے ہیں: اگر کل اہل اسلام کو جمع کر لیا جائے تو وہ سب مل کر بھی امام بخاری جیسا شخص نہیں دکھلا سکتے۔(۳)

متاخرین علماء کی امام بخاریؒ بارے آراء

☆ امام نوویؒ

امام نوویؒ کا قول ہے کہ:اس بات سے آگاہ رہو کہ امام بخاری کی عظمت اور عزت اور راوران کی اپنے ہم عصر لوگوں پر فوقیت متفق علیہ ہے، اور وہ ایسے محدث ہیں جن کے مناقب بیان کرنے والے ان کے شیوخ ہیں اور ماہرین فنون ہیں (۴)

☆حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

" ولو فتحت باب ثناء الائمة عليه ممن تاخر عن عصره لفني القرطاس و نفدت الانفاس، فذالک بحر لا ساحل له''(۵)

ترجمہ: اور اگر میں امام موصوف پر متاخرین علماء کی طرف سے کی گئی مدح کا دروازہ کھولوں تو کاغذ ختم ہو جائیں اورعمر صرف ہو، پس یہ (ان پر متاخرین کی مدح) ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔

(۱) تاريخ بغداد، ۲: ۲۸
(۲) سير اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۴۹
(۳) تغليق التعليق، ۵: ۴۱۳
(۴) تهذيب الاسماء واللغات، ۱:۱: ۷۱
(۵) هدى السارى، ص: ۸۵

☆**علامہ عینی حنفیؒ**

علامہ عینی حنفیؒ فرماتے ہیں :

" الحافظ الحفیظ الشهیر الممیز الناقد البصیر الذی شهدت بحفظه العلماء الثقات، واعترفت بضبطه المشائخ الاثبات ، ولم ینکر فضله علماء هذا الشان ولا تنازع فی صحة تنقیده اثنان: الامام الهمام حجة الاسلام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری" (۱)

ترجمہ:شہرت پانے والے حافظ اور بصیرت والے ایسے ناقد ،جن کے حفظ کی ثقہ علماء نے گواہی دی ہے، اور بڑے پائے کے مشائخ نے ان کے علم وضبط کا اعتراف کیا ہے ،علماء میں سے کسی نے بھی ان کی فضیلت کا انکار نہیں کیا اورانہوں نے جس پرتنقید کی ہے اس تنقید کے بارے دو افراد کوبھی اعتراض نہیں ہے اور وہ امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہیں ۔

☆**علامہ ابن عابدین شامیؒ**

علامہ ابن عابدین شامیؒ کا قول ہے:

"الامام البخاری معجزة للرسول البشیر النذیر ، حیث وجد فی امته مثل هذا الفرد العدیم النظیر ، من کان وجوده من النعم الکبریٰ علی العالم ، امیر المومنین فی الحدیث ، احد سلاطین الاسلام الامام المجتهد : ابو عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری بن ابراهیم المغیره بن بردزبه الجعفی مولاهم، امیر المومنین و سلطان المحدثین الحافظ الشهیر والناقد البصیر وقد اجمع الثقات علی حفظه و اتقانه و جلالة قدره عما عداه من اهل عصره " (۲)

ترجمہ: امام بخاری نبی مکرمﷺ کے معجزات سے ایک معجزہ ہیں ، آپ ﷺ کی امت میں یہ ایک بے نظیر شخص ہے جس کا وجود اس جہاں کے لئے عظیم نعمت ہے ، یہ حدیث کے میدان میں مومنوں کے امیر ہیں ،سلاطین اسلام میں سے ایک سلطان ہیں ، امام ہیں ،مجتہد ہیں ، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ۔۔۔ایک ایسے حافظ ، ناقد اور بصیرت والے ہیں جن کے حفظ ،اتقان اور عظمت وشان پر تمام ثقات کا اتفاق ہے ۔

(۱) عمدة القاری ، ۱ : ۵

(۲) عقود الآلی فی مسند العوالی طبعة مصر

فصل ثانی

مبحث ثانی

امام بخاریؒ کی کتب بعد والوں کے لئے مصدر و مرجع بن گئیں

اس مبحث میں مختصر انداز میں بات واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ امام بخاری کی علوم حدیث اور بالخصوص علم الرجال میں خدمات بنیادی اور اساسی خدمات ہیں، آپ کی کتب نے بعد میں آنے والوں کے لئے مشعل راہ کا کام کیا، گویا کہ آپ نے باقاعدہ طور پر اس فن کی بنیاد ڈالی اور کتب تالیف کرکے محدثین کی توجہ اس طرف مبذول کروائی۔

مبحث ثانی

امام بخاریؒ کی کتب بعد والوں کے لئے مصدر ومرجع بن گئیں

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام بخاری نے علوم حدیث اور بالخصوص علل الحدیث اور اسماء الرجال میں بنیادی خدمات سرانجام دیں اور آپ نے اس فن ایسی جامع اور نادر کتب تالیف کیں جو بعد والوں کے لئے مشعل راہ بنی ہوئی ہیں اور آپ کے بعد آنے والے محدثین کرام نے کسی نہ کسی طریقے سے آپ کی علمی کاوشوں سے لازمی طور پر خوشہ چینی کی، اور کچھ علماء ومحدثین نے تو اس کا خود بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا اور کچھ کی تالیفات کے بارے دیگر محدثین نے یہ وضاحت کی کہ انہوں نے امام بخاری سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

اور کچھ محدثین کے لئے فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی کتب سے پورے پورے ابواب بعینہ نقل کرنے کے سوا چارہ نہ تھا،اور بہت سے محدثین نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے امام بخاری کی کتب اور بالخصوص التاریخ الکبیر جو کہ اس مقالہ کے عنوان ''فن اسماء الرجال'' میں امام بخاری کی پہلی اور بنیادی تالیف ہے کے بعد میں اس فن پر لکھی گئی کتب کا اگر مطالعہ کی جائے تو ایسے ہی محسوس ہوتا ہے کہ قاری التاریخ الکبیر ہی کو پڑھ رہا ہے ۔

امام خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:

"ثم تواريخ المحدثين ، وكلامهم في احوال الرواة مثل كتاب يحىٰ بن معين الذى يرويه عنه عباس بن محمد الدورى ، وكتابه الذى يرويه عنه المفضل بن غسان الغلابي، وكتابه الذى يرويه عنه الحسين بن حبان البغدادى ، وتاريخ خليفة بن خياط العصفرى ، وابى حسان الزبادى ، ويعقوب بن سفيان الفسوى، واحمد بن ابى خيثمة النسائي ، وابى زرعة الدمشقي ، وحنبل بن اسحاق الشيباني ، ومحمد بن اسحاق السراج النيسابورى ، وكتاب الجرح والتعديل لعبد الرحمٰن بن ابى حاتم الرزاى ، ويربى على هذه الكتب كلها تاريخ محمد بن اسماعيل البخارى] (۱)

ترجمہ: پھر محدثین کی تواریخ ، اور رواۃ کے بارے ان کا کلام کرنا ، جیسے: یحیٰ بن معین کی کتاب جس کو ان سے عباس بن محمد الدوری روایت کرتے ہیں، اوران کی وہ کتاب جس کو ان سے مفضل بن غسان الغلابی روایت کرتے ہیں ، اوران کی وہ کتاب جس کو ان سے حسن بن حبان البغدادی روایت کرتے ہیں، اور خلیفہ بن خیاط العصفری کی تاریخ ، اور ابوحسان الزبادی ، یعقوب بن سفیان الفسوی ، احمد بن ابوخیثمہ النسائی ، ابو زرعہ الدمشقی ،حنبل بن اسحاق الشیبانی اور محمد بن اسحاق السراج نیشاپوری کی تاریخ ۔اور عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی کی کتاب الجرح والتعدیل

(۱) الجامع للخطيب ، ۲: ۱۸۶ ، ۱۸۷

جس کے بارے یہ شک گزرتا ہے کہ یہ (الجرح والتعدیل) ساری کی ساری محمد بن اسماعیل البخاری کی تاریخ (التاریخ الکبیر) ہے۔

امام مسلمؒ کا امام بخاریؒ کی کتب سے استفادہ کرنا

امام مسلم نے امام بخاری کی اقتدا کرتے ہوئے حدیث کی کتاب جمع کی، جس میں انہوں نے امام بخاری کی طرح سخت شروط طے کر کے صرف صحیح سند والی احادیث جمع کیں، اور اسی طرح امام موصوف نے امام بخاری کی طرح "الکنی" کے نام سے رواۃ حدیث کی کنیتوں بارے عظیم کتاب تالیف کی۔ امام مسلم کی اس کتاب الکنی کے بارے امام ابو احمد الحاکم الکرابیسی یوں رقمطراز ہیں:

"ومن تامل فی کتاب مسلم بن الحجاج فی الاسامی والکنیٰ، علم انه منقول من کتاب محمد بن اسماعیل حذو القذة بالقذة، حتی لا یزید علیه فیه الا ما یسهل علی العاد عده، وتجلد فی نقله حق الجلادة اذ لم ینسبه الی قائله، وحکاه حکایة مجردة، وکتاب محمد بن اسماعیل فی التاریخ کتاب لم یسبق الیه، ومن الف بعده فی التاریخ او الاسماء او الکنیٰ لم یستغن عنه، فمنهم من نسبه الی نفسه مثل ابی زرعة و ابی حاتم و مسلم بن الحجاج، ومنهم من حکاه عن محمد بن اسماعیل، والله یرحم محمد بن اسماعیل فانه الذی اصل الاصول ...] (۱)

ترجمہ: "اور جو کوئی بھی امام مسلم کی کتاب الکنی دیکھے گا، اس کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ یہ کتاب لفظ بہ لفظ محمد بن اسماعیل کی کتاب سے نقل کی گئی ہے، اور اس میں کوئی کمی بیشی بھی نہیں کرتے الاما شاء اللہ، اور نقل کرتے وقت اس کو اس کے قائل کی طرف منسوب بھی نہیں کرتے، (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ) جس نے بھی اس کے بعد تاریخ یا اسماء والکنی میں کتاب لکھی وہ اس سے مستغنی نہیں ہو سکا، ہاں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے (امام بخاری سے نقل تو کیا لیکن) اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا، جیسے: ابوزرعہ، ابو حاتم اور مسلم بن حجاج اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اس کو محمد بن اسماعیل کی طرف منسوب کیا، اور اللہ تعالیٰ محمد بن اسماعیل پر رحم کریں، بلاشبہ وہ اصل بنیاد ہیں ـــــ۔"

امام ابو احمد کی بات میں اگر چہ کچھ مبالغہ کی آمیزش بھی کہی جا سکتی ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فن اسماء الرجال میں امام بخاری کی کتب کو اس وقت سے لے کر آج تک بنیاد اور اصل اصول کی حیثیت ہی حاصل ہے۔

---

(۱) طبقات للسبکی، ۲: ۱۰

امام دارقطنی کا امام بخاری کی کتب سے استفادہ کرنا

امام دارقطنیؒ (ت ۳۸۵ھ) (۱)

جن کے بارے تاریخ بغداد میں یوں مرقوم ہے:

"وقال عبدالغني الازدی : احسن الناس کلاما علی حدیث رسول الله ﷺ ثلاثة : علی بن المدینی فی وقته ، وموسی بن هارون فی وقته ، وعلی بن عمر الدارقطنی فی وقته ." (۲)

ترجمہ: "اورعبدالغنی الازدی فرماتے ہیں: نبی مکرم ﷺ کی احادیث بارے گفتگو کرنے میں تین لوگ سب سے اچھے ہیں: علی بن المدینی اپنے دور میں، اورموسیٰ بن ھارون اپنے دور میں اور علی بن عمر الدارقطنی اپنے وقت میں"

اس پائے کے عظیم محدث وناقد نے بھی اپنی کتب میں امام بخاری سے بھرپور انداز میں استفادہ کیا اور بعض اوقات تو صفحات کے صفحات ہی نقل کر ڈالے اوراس کا اپنی کتب میں نصوص ذکر کرتے وقت ساتھ ذکر بھی کیا کہ یہ میں نے امام بخاری کی فلاں کتاب سے نقل کیا ہے۔

امام دارقطنی علوم حدیث میں متون حدیث کے ساتھ ساتھ رجال و رواۃ اسناد سے بھی بخوبی واقف اور آگاہ تھے۔انکی فن اسماء الرجال میں عظیم المرتبت کتاب "الموتلف والمختلف" ہے ، یہ کتاب ڈکتور موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر کی تحقیق کے ساتھ، دارالغرب الاسلامی ، بیروت ، لبنان (۱۴۰۶ھ) سے مطبوع ہے ۔

اس کتاب کے آغاز میں محقق نے امام دارقطنی کے منہج واسلوب اوراس کتاب کے موارد کی وضاحت کرنے کے لئے ایک تفصیلی مقدمہ قلم بند کیا ہے اس میں انہوں نے امام دارقطنی کے موارد یعنی انہوں نے کہاں کہاں سے علم الرجال اخذ کیا اس میں امام بخاری کی کتب کا تذکرہ بھی کیا ہے،

محقق یوں رقمطراز ہیں:

"کتاب الاشربة ، لابی عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ) وهو مصنف خارج الصحیح ، ولم یذکر الدارقطنی سنده الی الکتاب والکتفیٰ بالقول ((ذکره البخاری فی کتاب الاشربة))"(۳)

---

(۱) تاریخ بغداد ، ۱۲ : ۴۰

(۲) ایضا، ۱۲ : ۳٦

(۳) دارقطنی ، علی بن عمر ، ابو الحسن ، الحافظ ،مقدمةالمحقق، الموتلف والمختلف ، ۱: ۱۰۰، دارالغرب الاسلامی ، بیروت لبنان، ۱۴۰٦ھ

ترجمہ: کتاب الاشربہ، جو کہ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب ہے، یہ صحیح (بخاری) سے الگ سے ایک تصنیف ہے، اور (امام) دارقطنی نے اس کتاب کی طرف اپنی سند کا ذکر تو نہیں کیا، تاہم اتنا ہی کہا کہ "بخاری نے اس کا ذکر الاشربہ میں کیا ہے"۔

اور التاریخ الکبیر سے امام دارقطنی کے استفادہ بارے تو محقق نے دلچسپ انداز میں تبصرہ کیا ہے:

"ولقد اکثر الدارقطنی الاقتباس من التاریخ الکبیر للبخاری وغرف منه غرفا ، فقد اقتبس من التاریخ الکبیر ابوابا کاملة اتی 'معظم ما فیها من تراجم ....وطریقة اقتباسه من التاریخ الکبیر تکادتکون احیانا حرفیة وتارة یصرح بالاخذ من التاریخ الکبیر ، وتارة لا یصرح وانما یترف الامر للقاری یدرکه بسهولة من اسم الباب وعنوانه وطبیعة التراجم التی اشتمل علیها . ان الدارقطنی رحمه الله تعالیٰ لم یقتبس من التاریخ الکبیر نصا او نصیین ، او بابا او بابین انما اقتبس مئات النصوص .... ویعتبر التاریخ الکبیر للبخاری من اهم موارد المرقطنی فی کتابه ((الموتلف والمختلف))"(۱)

ترجمہ: اور بلاشبہ امام دارقطنی نے اکثر اوقات بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر سے اقتباسات ذکر کئے، اور اس سے چلوؤں کے چلو بھرے، اور تراجم ذکر کرتے وقت التاریخ الکبیر سے پورے کے پورے ابواب ذکر کئے ہیں۔۔۔۔اور التاریخ الکبیر سے اقتباس لینے میں ان کا طریقہ بعض اوقات تو حرف بہ حرف ہو جاتا ہے ۔اور بسا اوقات وہ التاریخ الکبیر سے استفادہ کی صراحت بھی کردیتے ہیں، اور بعض اوقات اس کی صراحت نہیں کرتے، اور معاملے کو قاری کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ باب کے نام، عنوان اور ترجمہ ذکر کرنے کے انداز سے خود ہی باآسانی سمجھ جائے گا۔

بلاشبہ دارقطنی رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر سے ایک یا دو نصوص، یا ایک، دو باب نہیں لئے بلکہ انہوں نے تو سینکڑوں کی تعداد میں نصوص لی ہیں۔۔۔۔اور بخاری کی التاریخ الکبیر، دارقطنی کی الموتلف والمختلف کا اہم مصدر سمجھی جاتی ہے"۔

اسی طرح التاریخ الصغیر کے بارے الموتلف والمختلف کے محقق نے وضاحت کی کہ اس سے بھی امام دارقطنی نے جو نصوص نقل کیں وہ بھی کم نہیں ہیں وہ لکھتے ہیں: [**وھی نصوص لیست بالقلیلة**] (۲)

ترجمہ: اور یہ نصوص کم نہیں ہیں۔

---

(۱) مقدمة المحقق، الموتلف والمختلف، ۱: ۱۰۱، ۱۰۲

(۲) ایضا، ۱: ۱۰۲

امام ابن ابی حاتم الرازی کا امام بخاری کی التاریخ الکبیر سے استفادہ

ابن ابی حاتم الرازی نے امام بخاری کی کتاب "التاریخ الکبیر" کے اسلوب پر "الجرح والتعدیل" تالیف کی ۔

خطیب بغدادی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"وکتاب الجرح والتعدیل لعبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرزای ، ویربی علی ھذہ الکتب کلھا تاریخ محمد بن اسماعیل البخاری"(۱)

ترجمہ:"اورعبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازی کی کتاب الجرح والتعدیل کے بارے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ساری کی ساری محمد بن اسماعیل البخاری کی تاریخ ہی ہے ۔"

امام نسائی کا امام بخاری کی اتباع کرنا

خاص الضعفاء پر کتاب لکھنے کی بنیاد بھی امام بخاری نے ڈالی ، ان کے بعد جن علماء ومحدثین نے اس عنوان کے ساتھ کتب تالیف کیں ، ان میں ایک نام امام نسائی کا بھی ہے(۲)

ابواحمد حاکم کا امام بخاری کی الکنٰی سے استفادہ

ابواحمد حاکم کی کتاب الاسامی والکنٰی میں انہوں نے امام بخاری کی کتاب الکنٰی سے استفاد کیا(۳)

امام ترمذی کے امام بخاری سے علل بارے سوالات

امام ترمذی نے اس بات کا اعتراف بڑے کھلے دل سے اپنی تصنیف "کتاب العلل" میں کیا کہ انہوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں امام بخاری کی کتب سے خوشہ چینی کی ہے ، وہ لکھتے ہیں : کہ جس قدر میں نے احادیث کی اسناد کی علتیں بیان کیں یا رجال حدیث پر کلام کیا اس کا اکثر حصہ امام بخاری کی کتاب تاریخ الکبیر سے لیا ، اور زیادہ تر علل میں نے خود اپنے استاد بخاری سے براہ راست سیکھے (۴)

---

(۱) الجامع للخطیب ، ۲: ۱۸۶ ، ۱۸۷

(۲)النسائی، احمدبن شعیب ،ابو عبدالرحمٰن، کتاب الضعفاء والمتروکین، موسسۃ الکتب الثقافیۃ،بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ.

(۳)الاسامی والکنیٰ ۱: ۱۵۹. ۱۶۶

(۴) العلل لترمذی مع تحفۃ الاحوذی ، ۱: ۴۶۷

وشرح علل الترمذی لابن حاجب ، ص: ۵۷

امام بیہقی کا امام بخاری کی اتباع کرنا

امام بیہقی نے بھی امام بخاری کی طرز پر مخصوص فقہی مسائل پر الگ سے رسالہ ''جزء القراءۃ خلف الامام'' تالیف کیا (۱)

امام ابن حجر العسقلانی

امام ابن حجر العسقلانی نے بھی اپنی کتب میں امام بخاری کی کتب سے استفادہ کیا ہے،
التاریخ الاوسط کے محقق یوں رقمطراز ہیں:

[وکتاب البخاری هذا يعد مرجعا في الوفيات ، وقد استفاد منه غير واحد ، ومن ابرزهم الحافظ ابن حجر ، فقد نقل منه كثيرا في ((الاصابة)) و ((تهذيب التهذيب))] (۲)

ترجمہ: اور امام بخاری کی یہ کتاب (التاریخ الاوسط) رواۃ کی تاریخ وفات کے بارے جاننے کے لئے ایک اہم مرجع شمار ہوتی ہے، اور بلاشبہ اس سے ایک کثیر تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا ہے، اور ان میں سے ایک اہم نام امام ابن حجر العسقلانی کا ہے، انہوں نے اس کتاب سے بہت سی نصوص اپنی کتب: الاصابہ اور تہذیب التہذیب میں نقل کی ہیں۔

یہ موضوع الگ سے باقاعدہ ایک وسیع بحث کا متقاضی ہے جس میں اس بات کو واضح کیا جائے کہ امام بخاری کی کتب سے کس کس نے اپنی کون کون سی کتاب میں کس حد تک نقل کیا، یہاں صرف چند مشہور محدثین اور ان کی چند کتب کی طرف اشارہ کرکے اس بات کو ثابت کرنا مقصود ہے کہ امام بخاری کی کتب بعد والوں کے مصدر و مرجع کی حیثیت اختیار کر گئی تھیں اور متاخرین محدثین ہی نہیں بلکہ آپ کے ہم عصر محدثین نے بھی ان سے بھرپور انداز میں اخذ استفادہ کیا۔

---

(۱) بیهقی، جزء القراءة خلف الامام
(۲) مقدمه،التاريخ الاوسط، ۱: ۱۹۱

ماحاصل فصل ثانی

۱۔امام بخاریؒ صاحب علم وعمل محدث تھے جو خداداد صلاحیتوں کے حامل تھے۔

۲۔امام بخاریؒ کے حفظ واتقان اور فقاہت بارے ان کے اساتذہ کے ارشادات اور ہم عصر ومتاخرین محدثین کے سینکڑوں اقوال و اعترافات موجود ہیں۔

۳۔علوم حدیث ، بالخصوص فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی خدمات اور تالیفات بنیادی اور اساسی حیثیت کی حامل ہیں۔

۴۔آپ کی کتب آپ کے ہم عصر اور متاخرین کے لئے مصدر ومرجع کی حیثیت اختیار کر گئیں ۔

۵۔امام مسلم ، امام دارقطنی ، امام ابن ابی حاتم ، امام نسائی ، ابو احمد حاکم ، امام ترمذی ، امام بیہقی ، امام ابن حجر العسقلانی رحمھم اللہ اور دیگر جید محدثین نے آپ کی کتب سے بھر پور استفادہ کیا جو آپ کی عظمت وجلالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

٦۔امام ابن ابی حاتمؒ رازی کی کتاب ''الجرح والتعدیل'' کی اصل اور اساس امام بخاریؒ کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' ہی ہے جس کو انہوں نے اپنے والد اور ابو زرعہؒ کے اقوال کے اضافہ کے ساتھ نئی کتاب کی شکل دے دی۔

باب ثالث

فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

اس باب میں فن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کا منہج جاننے کے لئے امام بخاریؒ کی رجال پر لکھی گئی مطبوعہ تالیفات کا تعارف اوران میں امام بخاری کے منہج واسلوب سے آگاہی حاصل کی جائے گی، اوراس کے ساتھ ساتھ رجال پر کلام کرتے ہوئے آپ نے کس قسم کے الفاظ وعبارات کا استعمال کیا،اور چند مخصوص عبارات سے آپ کی مراد کیا تھی ،اس کو واضح کیا جائے گا، اور آخر میں آپ کی کتب اور بالخصوص التاریخ الکبیر پر آپ کے معاصرین یا متاخرین کی طرف سے ہونے والی علمی گرفت کو بیان کیا جائے گا۔

یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے

فصل اول: میں امام بخاریؒ کی فن اسماء الرجال میں بنیادی کتب اور ان میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب بیان کیا جائے گا۔

فصل ثانی: میں امام بخاریؒ کے منہج واسلوب کو بیان کرتے ہوئے، جرح وتعدیل میں الفاظ کو بیان کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل میں چند مخصوص عبارات سے امام موصوف کی مراد کوبھی واضح کیا جائے گا۔

فصل ثالث: امام بخاریؒ پر ہونے والی تنقید ،علمی تعقبات اور گرفت اور اس کی حقیقت وحیثیت بارے بیان کیا جائے گا

[ان شاء اللہ تعالیٰ]

فصل اول

فن اسماء الرجال میں بنیادی کتب اور ان میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

اس فصل میں اسماء الرجال پر لکھی گئی امام بخاریؒ کی بنیادی کتب کا تعارف اور ان امام موصوف کا منہج واسلوب پیش کیا جائے گا۔

یہ فصل چار مباحث پر مشتمل ہے اور ہر مبحث مزید عنوانات کا احاطہ کرتی ہے، مباحث کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مبحث اول : التاریخ الکبیر اور امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

مبحث ثانی : الکنٰی اور امام بخاریؒ کا منہج وااسلوب

مبحث ثالث: التاریخ الاوسط اور امام بخاریؒ کا منہج اسلوب

مبحث رابع : الضعفاء الصغیر اور امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

فصل اول

مبحث اول

التاریخ الکبیر اور امام بخاریؒ کا منہج

☆الف:　التاریخ الکبیر کا تعارف

☆ب:　امام بخاریؒ کا منہج و اسلوب

مبحث اول

التاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

الف: تعارف کتاب التاریخ الکبیر

نام کتاب

امام بخاری نے اپنی اس کتاب کا نام ''التاریخ'' رکھا ہے، امام بخاریؒ کا قول ہے:

"وصنفت کتاب التاریخ اذ ذاک عند قبر الرسول صلی الله علیه وسلم فی اللیالی المقمرة"(١)

ترجمہ: اور میں نے کتاب ''التاریخ'' نبی مکرم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب بیٹھ کر چاندنی راتوں میں تصنیف کی۔

التاریخ کے بارے امام بخاری کا یہ بھی قول ہے کہ

"صنفته ثلاث مرات"(٢)

کہ ''میں نے اس کو تین بار تصنیف کیا ہے۔''یعنی ہر بار اس میں اضافہ، حذف اور تبدیلی کرتے رہے (٣)

امام بخاری نے خود واضح طور پر کسی جگہ بھی التاریخ الکبیر کا نام ''التاریخ الکبیر'' ذکر نہیں کیا (٤)

بلکہ انہوں نے اس کو'' التاریخ'' کے نام سے ہی متعارف کروایا ہے لیکن امام بخاری کے تلامذہ، دیگر ہم عصر اور بعد میں آنے والے محدثین نے اس کتاب کو'' التاریخ الکبیر'' ہی کا نام دیا ہے۔جیسے امام ابن عدی کہتے ہیں

''ورایت فی تاریخ البخاری الکبیر....''(٥)

ترجمہ:''اور میں نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر میں دیکھا۔۔۔۔''

اسی طرح امام عقیلی و دیگر کا معاملہ ہے (٦)

---

(١) تاریخ بغداد، ٢:٧

(٢)ایضا، ٢:٧

(٣) تاریخ البخاری ص: ٧، عادل بن عبد الشکور الزرقی، دار طویق للنشر والتوزیع، الریاض ١٤٢٢ھ

(٤)ایضا، ص:٧

(٥)ابن عدی جرجانی،عبدالله بن عدی ابو احمد، الکامل فی ضعفاء الرجال، ٢: ٨٢٤، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع.

(٦) الضعفاء للعقیلی، ١: ٤٣

التاریخ الکبیر کا زمانہ تالیف

امام بخاری کی یہ تالیف ان کے شباب یعنی اوائل عمر کی ہے وہ خود فرماتے ہیں:

"فلما طعنت في ثمان عشرة جعلت اصنف قضايا الصحابة والتابعين واقاويلهم وصنفت كتاب التاريخ "(۱)

ترجمہ: پس جب میں اٹھارہ سال کا ہوا تو میں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ کے فیصلے اور ان کے احوال لکھنے شروع کئے اور میں نے کتاب "التاریخ" تصنیف کی۔

امام بخاری کی اس نص سے علم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اٹھارہ سال کی عمر میں یہ کتاب تصنیف کی، اور آپ نے یہ کتاب مسجد نبوی میں نبی مکرمﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر لکھی۔

کتاب التاریخ الکبیر کی اہمیت ومقبولیت

امام بخاری کی یہ کتاب تالیف ہونے کے ساتھ ہی آپ کی زندگی ہی میں مقبول ہوگئی اور اس وقت سے لے کر اب تک اس کتاب نے شہرت دوام حاصل کی۔

امام بخاری کے مایہ ناز استاد اسحاق بن راھویہ نے جب یہ کتاب دیکھی تو خوشی اور حیرت کا اظہار کیا اور اس کتاب کو اس وقت کے امیر شہر خالد بن احمد الذھلی کے پاس لے گئے اور اس کتاب کو بطور عجوبہ اس کو دکھایا تو اس نے بھی اس پر حیرت اور تعجب وخوشی کا اظہار کیا اور ساتھ کہا

" لست افهم تصنيفه"(۲)

ترجمہ: کہ میں تو اس (امام بخاری) کی تصنیف کو سمجھ نہیں سکا۔

بہت سے علماء اس کتاب کو دیکھنا اور پڑھنا اپنی سعادت سمجھتے تھے جیسے کہ

ابو سهل محمود الشافعي کا قول ہے:

"سمعت اكثر من ثلاثين عالما من علماء مصر ، يقولون : حاجتنا من الدنيا النظر في "تاريخ" محمد بن اسماعيل"(۳)

---

(۱) تاریخ بغداد، ۲:۷

(۲)ایضاً ۲: ۷

(۳) السیر، ۱۲: ۲۴۶

ترجمہ: میں نے تیس (۳۰) سے زائد علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ہماری اس دنیا میں یہ خواہش ہے کہ ہم محمد بن اسماعیل کی "التاریخ" کو دیکھیں۔

حافظ ابو العباس ابن عقدۃ کا قول ہے:

"لو ان رجلا کتب ثلاثین الف حدیث لما استغنی عن کتاب التاریخ تصنیف محمد بن اسماعیل البخاری"(۱)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے تیس ہزار احادیث بھی لکھی ہوں تو وہ امام بخاری کی تصنیف "التاریخ" سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اور دوسری طرف امام بخاری نے یہ کتاب ابھی انتہائی مختصر انداز میں تالیف کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"قل اسم فی التاریخ الا ولہ عندی قصۃ، الا انی کرھت تطویل الکتاب"(۲)

ترجمہ: کتاب "التاریخ" میں چند اسماء کے سوا باقی جتنے اسماء ہیں ان میں سے ہر ایک کے بارے میرے پاس ایک قصہ (تفصیل) ہے، لیکن میں نے کتاب کی طوالت کو ناپسند کیا۔ (اور انتہائی اختصار سے رجال کے احوال کا تذکرہ کیا)

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ شائقین علم میں اس کتاب کی مقبولیت کو دیکھ کر دیگر علماء کرام نے بھی اپنی تصانیف و تالیفات کا نام " التاریخ " رکھنا شروع کر دیا جیسا کہ: ابن ابی خیثمہ (۳) امام ابن عقدۃ (۴) اور امام ابن حبان (۵) وغیرہ نے اس نام سے کتب لکھیں۔

التاریخ الکبیر بحیثیت اصل الاصول

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ امام بخاری کی کتب اور بالخصوص التاریخ الکبیر فن اسماء الرجال میں بنیادی کتاب اور اصل الاصول حیثیت کی حامل ہے، آپ کے بعد آنے والے جملہ محدثین نے کسی نہ کسی صورت اس کتاب سے استفادہ کیا اور بحسب ضرورت خوشہ چینی کی۔

---

(۱) تاریخ بغداد، ۲: ۸

(۲) ایضا، ۲: ۸

(۳) السیر، ۱۱: ۴۹۲

(۴) تاریخ بغداد، ۳: ۳۰۸

(۵) ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، ابو حاتم، کتاب الثقات، ۱: ۱۱، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ۱۳۹۳ھ

امام خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

"ثم تواريخ المحدثين ، وكلامهم في احوال الرواة مثل كتاب يحيٰ بن معين الذى يرويه عنه عباس بن محمد الدورى ، وكتابه الذى يرويه عنه المفضل بن غسان الغلابي، وكتابه الذى يرويه عنه الحسين بن حبان البغدادى ، وتاريخ خليفة بن خياط العصفرى ، وابى حسان الزبادى ، ويعقوب بن سفيان الفسوى، واحمد بن ابى خيثمة النسائي ، وابى زرعة الدمشقي ، وحنبل بن اسحاق الشيباني ، ومحمد بن اسحاق السراج النيسابورى ، وكتاب الجرح والتعديل لعبد الرحمٰن بن ابى حاتم الرزاى ، ويربى على هذه الكتب كلها تاريخ محمد بن اسماعيل البخارى"(۱)

ترجمہ: پھر محدثین کی تواریخ ،اور ان کا رواۃ کے احوال بارے کلام کرنا جیسے: یحیٰی بن معین کی کتاب جس کو ان سے عباس بن محمد الدوری نے روایت کیا، اور وہ کتاب جس کو ان سے مفضل بن غسان الغلابی نے روایت کیا، اور ان کی وہ کتاب جس کو ان سے حسین بن حبان البغدادی نے روایت کیا، اور خلیفہ بن خیاط العصفری کی تاریخ، اور ابو حسان الزبادی ، یعقوب بن سفیان الفسوی ، احمد بن ابی خیثمۃ النسائی ، ابو زرعۃ الدمشقی ، حنبل بن اسحاق الشیبانی اور محمد بن اسحاق السراج نیشاپوری کی تواریخ ، اورعبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرزای کی کتاب "الجرح والتعدیل" اور اس کتاب (الجرح والتعدیل) کے بارے تو یہ شک گزرتا ہے کہ یہ ساری کی ساری محمد بن اسماعیل البخاری کی "التاریخ" ہے۔

التاریخ الکبیر، ابن ابی حاتمؒ کی الجرح والتعدیل کا بنیادی مصدر ہے

تمام ماہرین جرح وتعدیل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ؒ کی مشہور ومعروف کتاب "الجرح والتعديل" کا بنیادی منبع وماخذ امام بخاریؒ کی کتاب "التاريخ الكبير" ہی ہے۔

امام ابن خیرؒ لکھتے ہیں

"بنى على خريج البخارى ، وزاد فيه عن ابيه وابى زرعة ..."(۲)

ترجمہ: انہوں نے (ابن ابی حاتم نے) اس (الجرح والتعدیل) کی بنیاد امام بخاریؒ کی کتاب پر رکھی اور اس میں اپنے والد اور ابو زرعہ (کے اقوال) کا اضافہ کر دیا۔

---

(۱) الجامع للخطيب ، ۲: ۱۸۶، ۱۸۷

(۲) الفهرسة ، ص: ۲۰۶

امام ابو احمد حاکمؒ فرماتے ہیں

"كنت بالری، وهم يقروؤن علی عبد الرحمٰن بن ابی حاتم كتا ب الجرح والتعديل ، فقلت لابن عبدويه الوراق: هذه ضحكة ! اراكم تقرؤون كتاب تاريخ البخاری علی شيخكم علی الوجه ، وقد نسبتموه الی ابی زرعة و ابی حاتم ، فقال : يا ابا احمد ! اعلم ان ابا زرعة وابا حاتم لما حمل اليهما تاريخ البخاری قالا: هذا علم لا يستغنی عنه، ولا يحسن بنا ان نذكره عن غيرنا، فاقعدا عبدالرحمٰن ، فسا لهما عن رجل بعد رجل و زادا فيه ونقصا "(۱)

ترجمہ:میں (ابو احمد حاکم) "رے" کے علاقے میں تھا اور وہ عبد الرحمن بن ابی حاتم کو کتاب الجرح والتعدیل سنا رہے تھے،تو میں نے ابن عبدویہ وراق سے پوچھا کہ یہ کیا مذاق ہے؟ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے استاد کو سنا تو امام بخاری کی کتاب التاریخ رہے ہو لیکن اس کی نسبت تم نے امام ابی زرعہ اور امام ابی حاتم کی طرف کردی ہے ،تو اس نے جواب دیا: اے ابو احمد ،اس بات سے آگاہ ہو جاؤ کہ جب ابو زرعہ اورابو حاتم کے پاس یہ التاریخ الکبیر لائی گئی تو ان دونوں نے کہا کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس سے لا پرواہی نہیں برتی جا سکتی ، اور ہمیں یہ زیب بھی نہیں دیتا کہ ہم اس کو کسی غیر کے ذریعہ لیں ، پس ان دونوں نے عبد الرحمن کو اس کام پر مامور کیا، پس وہ ایک ایک کر کے ہر راوی کے بارے میں ان دونوں سے پوچھتے جاتے تھے اور وہ اس میں (حسب ضرورت) کمی اور زیادتی کرتے جاتے۔

امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمیؒ کا تبصرہ

فن اسماء الرجال کے معروف امام اور حاذق و ماہر امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی ، ابن عبدویہ کے مذکورہ جواب اور انداز سے متفق نظر نہیں آتے ، وہ فرماتے ہیں:

"اما جواب ابن عبدويه الوراق فعلی قدر نفسه ، لا علی قدر ذينک الامامين : ابی زرعه و ابی حاتم ، والتحقيق ان الباعث لهما علی اقعاد عبدالرحمٰن وامرهما اياه بما امراه انما هو الحرص علی تسديد ذاک النقص وتكميل ذاک العلم" (۲)

ترجمہ: جہاں تک تعلق ہے ابن عبدویہ کے جواب کا تو یہ اس کی اپنی ذہنی سطح کی عکاسی کرتا ہے ، یہ ان دو ائمہ:

(۱) السير ، ۱٦: ۳٧۳
(۲) مقدمة ابن يحيىٰ لكتاب الجرح والتعديل ، ص: يا

امام ابو زرعہ اور ابو حاتم کی قدر ومنزلت کے موافق نہیں ہے، اور جو اصل بات ہے وہ یہ کہ عبدالرحمن کو بٹھانے اور اور یہ کام کرنے کا حکم دینے میں ان کا مقصود اس علم کے نقائص کو دور کرنا اور اس کو تکمیلی شکل دینا تھا۔

امام سخاویؒ فرماتے ہیں:

" فی مجلدات ، ماش فیه خلف البخاری "(۱)

ترجمہ: (ابن ابی حاتم کی کتاب) جلدوں پر مشتمل کتاب ہے، اس میں انہوں نے امام بخاری کے طریقہ کی پیروی کی ہے۔

امام ابن رجب امام ترمذی کی العلل کی تعلیق میں یوں رقمطراز ہیں:

"وهو –ای التاریخ– کتاب جلیل لم یسبق الی مثله – . . . . . .، لما وقف علیه ابو زرعةوابو حاتم الرازیان –رحمهما الله– صنفا علی منواله کتابین : احدهما: کتاب الجرح والتعدیل والثانی : کتاب العلل ...."(۲)

ترجمہ: اور وہ یعنی "التاریخ" ایک عظیم کتاب ہے، اس جیسی کتاب پہلے نہیں لکھی گئی ،۔۔۔۔۔ جب اس کتاب کو ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم رازی -اللہ ان دونوں پر رحم کرے- نے دیکھا تو انہوں نے اس کے نہج پر دو کتب تصنیف کیں: ایک: کتاب الجرح والتعدیل ، اور دوسری: کتاب العلل ۔۔۔

مندرجہ بالا سطور میں محدثین کرام کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام بخاری کی کتاب بعد والی کتب کے لئے اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

التاریخ الکبیر اور امام دارقطنی کی کتاب

دکتور عادل بن شکور زرقی لکھتے ہیں:

"وکتاب المؤتلف للدارقطنی اکبر شاهد علی ذلک، ففیه مئات النصوص منقولة من التاریخ الکبیر ، تکون احیانا حرفیة "(۳)

ترجمہ: اور امام دارقطنی کی کتاب "المؤتلف" اس کی بڑی اہم دلیل ہے، اس میں سینکڑوں ایسی نصوص ہیں جو التاریخ الکبیر سے منقول ہیں، اور بعض اوقات تو یہ حرف با حرف ہوتی ہیں۔

---

(۱) الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۱۰
(۲) شرح العلل، ۱:۳۱، ۳۲
(۳) تاریخ البخاری، ص: ۵۰

التاریخ الکبیر اور امام ترمذی کا طرز عمل

امام ترمذی امام بخاری کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن امام بخاری کی کتب اور بالخصوص التاریخ الکبیر سے استفادہ کا انداز منفرد ہے، وہ بڑی فراخ دلی سے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور کہ میں نے امام بخاری کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"وماکان فیه من ذکر العلل فی الاحادیث والرجال والتاریخ فهو ما استخرجته من کتاب التاریخ ...."(۱)

ترجمہ:اور اس میں جو کچھ احادیث کی علل، رجال اور تاریخ کے بارے ذکر کیا گیا ہے پس یہ میں سے کتاب التاریخ سے لیا ہے۔

التاریخ الکبیر کی اسناد

امام بخاریؒ کی اس کتاب کو علماء و محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جیسا کہ امام خطیب بغدادی کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

"ولم اجد هذا الکلا م فی روایة احد من اصحاب البخاری الذین رووا عنه التاریخ، الا فی روایة ابی احمد بن فارس "(۲)

ترجمہ: کہ امام بخاری کے شاگردوں میں سے جس نے بھی تاریخ البخاری روایت کی، میں ان میں سے کسی میں بھی یہ چیز نہیں پاتا سوائے اس روایت کردہ نسخے میں جس کو ابو احمد بن فارس نے روایت کیا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ التاریخ الکبیر کو امام بخاری سے متعدد لوگوں نے روایت کیا ہے۔

التاریخ الکبیر کے چند مشہور رواۃ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

راوی: فضل بن العباس الصائغ

امام ابو زرعہ فرماتے ہیں:

" حمل الی الفضل بن العباس المعروف بالصائغ کتاب البخاری ذکر انه کتبه من کتاب محمد

(۱) شرح العلل، ۱: ۳۱، ۳۲

(۲) خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، ابو بکر، موضح اوهام الجمع والتفریق، ۱: ۱۰۱، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد، دکن، هند، ۱۳۷۸ھ

بن اسماعیل البخاری . . .‘‘(۱)

ترجمہ:میرے پاس فضل بن عباس جو کہ الصائغ کے نام سے مشہور ہیں ، وہ امام بخاری کی کتاب لے کر آئے اور کہا کہ اس نے یہ کتاب، محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے لکھی ہے۔

راوی: عبدالرحمٰن بن الفضل بن عبداللہ بن محمد الفسوی

امام خطیب بغدادی نے ان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

”وقد روی ابو محمد عبدالرحمٰن بن الفضل بن عبدالله الفسوی عن البخاری فی کتاب التاریخ ......‘‘(۲)

ترجمہ: اور ابو محمد عبدالرحمٰن بن الفضل بن عبداللہ الفسوی نے امام بخاری سے کتاب التاریخ میں روایت کیا ----

اور امام العقیلی نے یوں تذکرہ کیا ہے:

”وقال لنا عبدالرحمٰن بن الفضل عن البخاری فی التاریخ الکبیر ..‘‘(۳)

ترجمہ:اور ہم کو عبدالرحمٰن بن الفضل نے التاریخ الکبیر میں امام بخاری سے بیان کیا۔

راوی: ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس الدلال النیشاپوری

ان کا تذکرہ امام خلیلی نے الارشاد (۴)میں ، امام سمعانی نے الانساب (۵)میں کیا ہے اور امام خطیب بغداد ی نے الموضح لاوھام الجمع والتفریق (۶)میں ابو احمد بن فارس کا تذکرہ کیا ہے ۔

راوی: ابو الحسن محمد بن سہل بن کردی البصری المقریٔ اللغوی

محمد بن سہل کی روایت مشہور روایت ہے ، انہوں نے امام بخاری سے التاریخ الکبیر کا سماع ۲۴۶ھ کو بصرہ میں کیا (۷)

(۱)ابن ابی حاتم ، عبدالرحمٰن الرزای،ابو محمد، بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه، ص: ۲، مجلس دائرة المعارف العثمانیة،حیدر آباد،دکن ،ھند. ۱۳۸۰ھ

(۲) الموضح لاوھام الجمع والتفریق ، ۱: ۱۲۵

(۳) الضعفاء للعقیلی ، ۴: ۲۹۲

(۴) الارشاد للخلیلی،۳: ۸۵۸

(۵) الانساب للسمعانی، ۲: ۵۱۹

(۶) الموضح ، ۱:۱ ۱۰

(۷)جیسا کہ مطبوع کتاب میں مرقوم ھے. ، ۱:۳

اور موجودہ مطبوع التاریخ الکبیر انہی کی روایت ہے۔

نسخوں/روایات کی ترتیب

امام بخاری کا قول پہلے گزر چکا کہ میں نے التاریخ الکبیر تین بار تصنیف کی، اور محدثین ماہرین علم الرجال نے اس کی وضاحت بھی کی کہ اس سے مراد ہے کہ امام بخاری التاریخ الکبیر میں کمی و اضافہ کرتے رہے اور اسی وجہ سے مختلف رواۃ کے نسخوں میں کئی جگہوں پر اختلاف بھی پایا جاتا ہے، تو مختلف رواۃ کے نسخوں کے بارے مختلف محدثین کی مختلف آراء ہیں لیکن امام عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمی نے مقدمة الموضح (۱) میں اس بات یوں ترتیب سے بیان کیا ہے کہ:

جونسخہ امام ابن ابی حاتم کے پاس تھا وہ، وہ کتاب تھی جس کو امام بخاری نے اولاً تالیف کیا، اس کے راوی فضل بن عباسؒ ہیں۔

جس نسخے پر امام خطیب بغدادی نے زیادہ اعتماد کیا وہ ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس کا روایت کردہ ہے۔

آخری نسخہ وہ ہے جو امام بخاری کے شاگرد ابوالحسن محمد بن سہل کردی نے روایت کیا ہے۔

مختلف مکتبات میں التاریخ الکبیر کے مخطوطات

التاریخ الکبیر کے دنیا کے مختلف مکتبات اور لائبریریز میں مکمل یا کچھ اجزاً کی صورت میں نسخے اور مخطوطات موجود ہیں جن کا متعدد محدثین نے اپنی کتب میں تذکرہ کیا ہے، قسطنطنیہ میں ابن سہل کا روایت کردہ نسخہ موجود ہے، دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں التاریخ الکبیر کے شروع کے کچھ اجزاء موجود ہیں، استنبول میں مکتبہ احمد الثالث میں نسخہ موجود ہے، اسی طرح مکتبة الازہریة اور مکتبة تشستربتی میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اور ایک نسخہ جس کو نسخہ "کوپریلی" کہا جاتا ہے وہ استنبول میں موجود ہے (۲) اور یہ آخر الذکر نسخہ ابن سہل کی روایت سے ہے اس کا امام المعلمی نے بھی ذکر کیا ہے (۳)

کتاب کی طبعات و محققین

طبع اول

پہلی بار یہ کتاب **مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد دكن، هند** کے روح رواں عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمی اور ان کی ٹیم کی کاوشوں سے مرحلہ وار با قاعدہ طبع ہو کر منظر عام پر آئی، سب سے پہلے ساتویں اور آٹھویں جلد ۱۳۶۰ھ اور ۶۱ھ میں طبع کی گئی، اس کے بعد پہلی جلد اور دوسری جلد سن ۱۳۶۲ھ میں اور جلد نمبر: تین اور چار ۱۳۶۴ھ میں طبع ہوئیں

---

(۱) مقدمة الموضح، ۱: ۲۶

(۲) تاريخ البخارى، ص: ۳۷، ۳۹

(۳) حاشيه موضح اوهام الجمع والتفريق، ۱: ۴۷

لیکن پانچویں اور چھٹی جلد چودہ سال بعد شائع ہوسکی اوران پر ابن یحیٰ المعلمی کی تحقیق بھی نہ ہے (۱)

طبع دوم

دوسری مرتبہ یہ کتاب ۱۴۲۲ھ کو مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی، اس کتاب میں پہلی طبع ہی کو بنیاد بنایا گیا اور اس میں کتاب بیان الخطاء محمد بن اسماعیل البخاری لابن ابی حاتم بھی شامل کردی گئی۔(۲)

کتاب میں تراجم کی تعداد

یہ کتاب کل چار اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر ایک جزء دو حصوں: القسم الاول اور القسم الثانی میں منقسم ہے اور ہر قسم ایک جلد پر مشتمل ہے، یوں ان چار اجزاء کی کل آٹھ جلدیں بن جاتی ہیں اور ہر جلد میں تراجم کی تعداد درج ذیل ہے:

الجز الاول، القسم الاول/جلد اول:	ترجمہ نمبر: ۱-تا-۱۴۷۶ تک
الجزء الاول، القسم الثانی/جلد ثانی:	ترجمہ نمبر: ۱۴۷۷-تا-۲۸۹۴ تک
الجزء الثانی، القسم الاول/جلد ثالث:	ترجمہ نمبر: ۱-تا-۱۷۵۱ تک
الجزء الثانی، القسم الثانی/جلد رابع:	ترجمہ نمبر: ۱۷۵۲-تا-۳۱۷۶ تک
الجزء الثالث، القسم الاول/جلد خامس:	ترجمہ نمبر: ۱-تا-۱۴۸۲ تک
الجزء الثالث، القسم الثانی/جلد سادس:	ترجمہ نمبر: ۱۴۸۳-تا-۳۲۶۷ تک
الجزء الرابع، القسم الاول/جلد سابع:	ترجمہ نمبر: ۱-تا-۱۹۱۶ تک
الجزء الرابع، القسم الثانی/جلد ثامن:	ترجمہ نمبر: ۱۹۱۷-تا-۳۶۵۱ تک

یوں مطبوعہ کتاب میں مرقومہ تراجم کی تعداد: ۱۲،۹۸۸ بنتی ہے۔

---

(۱) تاریخ البخاری، ص: ۴۲، ۴۳

(۲) ایضاً، ص: ۴۴

ب: التاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

التاریخ الکبیر امام بخاری کی مشہور ومعروف تالیف ہے اس میں امام بخاری نے کوشش کی ہے کہ ان کو جن جن رواۃ کے اسماء کا علم تھا اس میں انہوں نے ان رواۃ کے مناسب حد تک مختصر تعارف کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ ایسی کتاب ہے جو علم سے بھرپور ہے ۔(۱)

اس کتاب میں منہج بارے امام بخاری کی اپنی وضاحت

التاریخ الکبیر میں امام بخاری نے باقاعدہ طور پر اپنا منہج واضح نہیں کیا بلکہ اس کو قاری کے لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ اس سے کس طرح استفادہ کرتا ہے، امام بخاری نے اس میں رواۃ کی تعدیل کا زیادہ اہتمام نہیں کیا اور بہت کم ایسی جگہیں ہیں جہاں آپ نے رواۃ کی تعدیل کے لئے خاص الفاظ استعمال کئے ہوں، تاہم انہوں نے مجروح رواۃ کی جرح کرنے یا ذکر کرنے کا اہتمام ضرور کیا ہے (۲)

التاریخ الکبیر میں اپنے منہج واسلوب بارے امام بخاری کا قول ہے کہ:

"ھولاء لم یفھموا کیف صنفت کتاب التاریخ ولا عرفوہ "(۳)

ترجمہ:یہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکے کہ میں نے کتاب "التاریخ" کیسے تصنیف کی ۔

امام بخاری کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں آپ نے دقیق منہج اختیار کیا ہے، جس کو آسانی سے سمجھا نہیں جا سکتا، اسی وجہ سے آپ کے ہم عصر کافی محدثین نے التاریخ الکبیر پر تنقید بھی کی ہے، جس کی ایک اہم وجہ امام بخاری کے منہج واسلوب اور اصطلاحات سے عدم واقفیت ہے (۴)

امام خلیلی نے کہا کہ یہ کتاب صرف اسے ہی فائدہ دے سکتی ہے جو اس میدان کا ماہر ہو (۵)

امام ابن یحییٰ المعلمی فرماتے ہیں:

"ان البخاری الف التاریخ لاھل الفن"(٦)

ترجمہ: بے بلاشبہ امام بخاری نے یہ کتاب "التاریخ" ماہرین فن کے لئے تالیف کی ہے ۔

---

(۱)عبداللہ بن یوسف الجدیع، تحریر علوم الحدیث، ۱: ۵۰٦، موسسۃ الریان، بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ

(۲) تحریر علوم الحدیث، ۱: ۵۰٦

(۳) تاریخ بغداد، ۲: ۷

(۴) تاریخ البخاری، ص: ۵۲

(۵) الارشاد، ۱: ۱۵۵

(٦) حاشیہ: الموضح، ۱: ۱۲

یہ بات واضح رہے کہ امام بخاری نے اس کتاب میں اپنے منہج واسلوب کو تفصیل کے ساتھ کسی جگہ بھی واضح نہیں کیا، تاہم بعد میں آنے والے محدثین نے اس کے منہج واسلوب کو واضح کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ کتاب کثیر الفوائد اور کثیر المقاصد ہے۔

تاہم آپ نے نبی مکرم ﷺ کا تذکرہ کرنے کے بعد اتنا فرمایا:

"قال ابو عبدالله محمد بن اسماعیل هذه الاسامی وضعت علی : ا ، ب ، ت ، ث و انما بدی بمحمد من بین حروف ا، ب ، ت ، ث لحال النبی ﷺ لان اسمه محمد ﷺ فاذا فرغ من المحمدین ابتدیء فی الالف ثم الباء ثم التاء ثم الثاء ثم ینتهی بها الی آخر حروف ا، ب ، ت، ث وهی ی. والمیم تجیئک فی موضعها، ثم هؤلاء المحمدون علی ا،ب، ت، ث علی اسماء آبائهم لانها قد کثرت الا نحو من عشرة اسماء فانها لیست علی ا، ب، ت،ث لانهم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم"(۱)

ترجمہ: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں: ان اسماء کو میں نے الف، ب، ت، ث کی ترتیب سے رکھا ہے، اور کتاب کا آغاز (اسم) "محمد" سے کیا گیا ہے کیونکہ یہ نبی مکرم ﷺ کا اسم گرامی ہے، پس جب تمام محمد نامی اسماء کا تذکرہ مکمل ہوگیا تو میں نے الف سے ابتداء کی، پھر باء، پھر تاء پھر: ثاء اور اسی طرح الف، ب، ت، ث کے آخری حرف تک جو کہ یاء ہے۔اور میم اپنے مقام پر ہی آئے گی (یعنی میم سے صرف محمد نامی رواۃ کا یہاں آغاز میں تذکرہ کیا گیا ہے باقی اسماء جو میم سے شروع ہوتے ہیں وہ ترتیب کے ساتھ میم کی جگہ ہی میں ذکر کئے جائیں گے)۔پھر یہ تمام رواۃ جن کا نام محمد ہے یہ ان کے آباء کے ناموں میں الف بائی ترتیب سے مرتب ہیں کیونکہ یہ کافی زیادہ تھے، تاہم دس کے قریب اسماء الف بائی ترتیب کے بغیر ہی ہیں کیوں کہ وہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے اسماء ہیں۔

کتاب کا آغاز

امام بخاری نے کتاب کا آغاز نبی مکرم ﷺ کے نام [محمد] ﷺ سے کیا ہے، اور اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی محمد ہے آپ نے وہ تمام رواۃ جن کا نام محمد سے شروع ہوتا ہے ان کو کتاب میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے (۲)

(۱) التاریخ الکبیر، ۱: ۱۱

(۲) ایضا، ۱: ۱۱

امام بخاری نے کتاب کا آغاز اپنی سند سے ایک مسند حدیث بیان کرنے کے ساتھ کیا ہے جس میں نبوت کے لئے نبی مکرم ﷺ کے انتخاب کا بیان ہے ۔

”.....قال : اخبرنا ابو الحسن محمد بن سهل الفسوى المقرى ء قراء ة عليه بفسا من بلاد فارس قال: حدثنا ابوعبدالله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم البخارى الجعفي بالبصرة سنة ست واربعين و مائتين قال :حدثني سليمان بن عبدالرحمٰن الدمشقي قال : حدثناالوليد بن مسلم وشعيب بن اسحاق قالا : حدثنا الاوزاعي قال حدثني شداد ابو عمارقال : حدثني واثلة بن الاسقع قال : قال النبي ﷺ : ان الله عزوجل اصطفىٰ كنانه من ولد اسماعيل ، واصطفىٰ قريشا من كنانة ، واصطفىٰ هاشما من قريش ، واصطفاني من بني هاشم ."(١)

ترجمہ: ابوالحسن محمد بن سہل الفسوی نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری الجعفی نے بصرہ میں سن ۲۴۶ھ میں ہمیں بیان کیا، کہتے ہیں: کہ سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی نے مجھے بتلایا ، (سلیمان) کہتے ہیں: ہم کو ولید بن مسلم اور شعیب بن اسحاق ان دونوں نے بتلایا اور ان دونوں کو اوزاعی نے بیان کیا ، اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھے شداد ابو عمار نے بیان کیا ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے واثلة بن الاسقع نے بیان کیا ، واثلة بن الاسقع کہتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : بلاشبہ اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا ، اور کنانہ میں سے قریش کا انتخاب کیا ، اور قریش سے ھاشم کو منتخب کیا ، اور بنی ھاشم میں سے میرا انتخاب کیا۔

اختصار کا منہج

امام بخاری نے اپنی اس عظیم المرتبت کتاب میں اختصار کا منہج اختیار کیا ہے ، اس کی آپ نے خود ہی وضاحت فرمائی ہے کہ میں نے اس کتاب میں جتنے بھی رواۃ کا تذکرہ کیا ہے ، ان میں سوائے چند کے ہر ایک کے بارے میرے پاس ایک تفصیل اور قصہ ہے لیکن میں نے طوالت اور کتاب کے بہت زیادہ ضخیم ہو جانے کو ناپسند کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کیا۔

جیسے : التاریخ الکبیر میں امام بخاری نے ترجمہ نمبر:۴۳۰ میں یوں لکھا:

”۴۳۰. محمد بن عبدالله الرزی“(۲)

یہ مکمل ترجمہ ہے۔

(۱)التاریخ الکبیر ، ۱: ۴

(۲) التاریخ الکبیر، ۱: ۱۴۴

بعض اوقات تو راوی کا صرف نام ذکر کرتے ہیں اور اس کی ولدیت وغیرہ اور باقی تفصیلات کا تذکرہ نہیں کرتے۔

مثال: "۲۲۹۵۔ جهم الاسود "(۱)

کتاب کی ترتیب

☆اس کتاب میں سب سے پہلی نص، مسند حدیث ہے، جس میں نبی مکرم ﷺ کے نبوت کے لئے انتخاب کا تذکرہ ہے (۲)

☆اس کے بعد امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت محمد ﷺ کا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا (۳)

☆اس کے بعد نبی مکرم ﷺ کی کنیت، مکہ اور مدینہ میں قیام، ہجرت مدینہ، نزول وحی اور وقت وفات آپ کی عمر کا بیان ہے۔ (۴)

☆اس کے بعد امام بخاری نے کتاب میں ترتیب کا اپنا انداز بتایا کہ یہ کتاب الف بائی ترتیب سے مرتب ہے، اور ایک نام کے متعدد رواۃ کو ان کے آباء کے اسماء میں الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ (۵)

☆اس کے بعد باب قائم کیا اور حضرت محمد ﷺ کے بعد سب سے پہلے راوی جن کا تذکرہ کیا وہ حضرت محمد بن مسلمہ الحارثی الانصاری المدنی ہیں (۶)

☆اس پہلے باب میں آپ نے ان گیارہ صحابہ کا تذکرہ کیا ہے جن کا نام محمد ہے (۷)

☆اس کے بعد اس باب [محمد] کی ذیلی ابواب بندی کی، جس میں رواۃ کے آباء کے اسماء کو مدنظر رکھ کر ترتیب سے ان کو ذکر کیا، پہلا ذیلی باب [باب الالف] ہے جس میں پہلے راوی "محمد بن اسامه بن زیدبن حارثه" ہیں اور تیسرے راوی "محمد بن ایاس بن البکیر اللیثی المدینی" ہیں (۸)

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسماء کی ترتیب میں امام بخاری نے صرف راوی کے والد کے نام کو مدنظر

(۱) التاریخ الکبیر، ۲: ۲۳۱
(۲) ایضا، ۱: ۴
(۳) ایضا، ۱: ۵،۶
(۴) ایضا، ۱: ۷-۱۰
(۵) ایضا، ۱: ۱۱
(۶) ایضا، ۱: ۱۱
(۷) ایضا، ۱: ۱۱-۱۹
(۸) ایضا، ۱: ۱۹-۲۰

رکھا ہے دادا کے نام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا، وگرنہ مذکورہ تیسرے راوی کا تذکرہ سب سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔

☆ امام بخاری راوی کے نام کے صرف پہلے حرف کو ترتیب میں ملحوظ خاطر رکھتے ہیں، باقی دوسرے یا تیسرے حرف کو ترتیب کے لئے خاطر میں نہیں لاتے جیسے: امام بخاری نے ترجمہ نمبر:۸۳ میں "**محمد بن بکار البغدادی**" کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد ترجمہ نمبر:۸۴ میں [**محمد بن برجان**] اور ترجمہ نمبر: ۸۵ میں "**محمد بن بجاد بن سعد**" کا تذکرہ کیا (۱)

☆باب محمد میں دوسرا ذیلی باب [**باب-ب**] ہے (۲)

یوں ترتیب سے چلتے چلتے اس باب کا آخری ذیلی باب [**باب الیاء**] ہے۔(۳)

☆اس کے بعد امام بخاری نے [**باب من افناء الناس**] (۴) کے نام سے ایک باب قائم کیا، اور اس میں ان [**محمد**] نامی رواۃ کا تذکرہ کیا جن کے صرف نام کا ان کو پتہ تھا اور ان کے آباء واجداد کے اسماء کا علم نہیں تھا۔اس میں امام بخاری نے دس رواۃ کا تذکرہ کیا ہے۔ان میں سے ایک بطور مثال ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

"**۸۶۳۔محمد، قال لی ابو حفص عمرو بن علی حدثنا یحییٰ قال : حدثنا سفیان قال حدثنی رجل یقال له محمد قال سمعت عکرمة قال : لعن النبی ﷺ المشوفات او المسوّفات**"(۵)

ترجمہ: محمد، (امام بخاری کہتے ہیں) مجھے ابو حفص عمرو بن علی نے کہا کہ ہم کو یحییٰ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ہم کو سفیان نے بیان کیا، سفیان کہتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی نے جس کو محمد کہا جاتا ہے، نے بیان کیا، وہ محمد نامی شخص کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے سنا، عکرمہ نے کہا: نبی مکرم ﷺ نے "المشوفات" یا "المسوفات" پر لعنت کی ہے۔

☆ اس کے بعد کتاب باقاعدہ اپنی ترتیب سے شروع ہو جاتی ہے، [**ابتداء باب الالف**] اس میں پہلا باب [**باب ابراھیم**] (۶)

---

(۱) التاریخ الکبیر، ۱: ۴۴

(۲) ایضا، ۱: ۴۳

(۳) ایضا، ۱: ۲۵۸

(۴) ایضا، ۱: ۲۶۹

(۵) ایضا، ۱: ۲۶۹

(۶)ایضاء، ۱: ۲۷۱

اور باب [ابراهيم] کے ذیلی ابواب [باب الف سے باب الياء] تک ۔اور آخر میں پھر وہی [باب من افناء الناس] (۱)اور اس میں پانچ ان ابراهيم نامی رواۃ کا تذکرہ کیا جن کے آباء کے اسماء کا امام کو علم نہیں تھا۔

ابراهيم کے باب کے بعد [باب اسماعيل](۲)اور اس باب [اسماعيل] کے ذیلی ابواب [باب الالف سے باب اليا ء] تک ۔ اور یہی سلسلہ آخر کتاب تک چلتا ہے ۔

☆امام بخاری ہر نام کے الگ باب کے تحت رواۃ کے آباء کے ناموں کو مدنظر رکھ کر قائم کئے گئے ذیلی ابواب میں مزید ایک اور ترتیب کا لحاظ رکھتے ہیں ، اور یہ **ترتیب طبقات** کے لحاظ سے ترتیب ہے، امام موصوف اولا صحابہ کرام کے اسماء کو ذکر کرتے ہیں، پھر تابعین اور ان کے بعد باقی رواۃ کو ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں ۔(۳)

راوی کا ترجمہ ذکر کرنے میں منہج

امام بخاری اپنی عظیم المرتبت تالیف التاریخ الکبیر میں رواۃ کے احوال بیان کرنے میں درج ذیل طریقہ اختیار کرتے ہیں :

راوی کا نام ، ولدیت اور نسبت بیان کرنا:

آپ راوی کا نام اور اس کی والد اور دادا کا نام ذکر کرتے ہیں ، اور نبی اکرم ﷺ کا مکمل شجرہ نسب آپ نے کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے ۔(۴)

مثال

" ۲۳۳ . عقيل بن جابر بن عبدالله السلمي الانصاری ......"(۵)

راوی کی کنیت اور لقب بیان کرنا:

راوی کی کنیت ، لقب اور اس کی اس کے قبیلہ یا شہر/ ملک کی طرف نسبت کو بیان کرتے ہیں

---

(۱) التاریخ الکبیر، ۱:۳۳۷

(۲)ایضاء ۱:۳۳۸

(۳) السير ، ۱۱:۱۱۸

(۴) التاریخ الکبیر ، ۱:۵

(۵) ایضا ، ۷:۵۲

مثال

"۲۴۴ . عتاب بن اسید القرشي المکی ....."(۱)

مثال

"۲۵۵ . عتاب بن بشیر ابو الحسن الحرانی سمع خصیفا علي بن بذیمة"(۲)

راوی کے شیوخ وتلامذہ کا ذکر:

امام بخاری راوی کے شیوخ اور تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں، تا کہ ایک ہی نام کے متعدد رواۃ کو ایک دوسرے سے الگ کرنے میں مدد لی جاسکے ۔تاہم کئی جگہوں پر بغرض اختصار راوی کے صرف ایک استاد اور صرف ایک تلمیذ کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۔

مثال

"۲۴۴۷ . الحارث بن عمرو الهذلي ، سمع ابن مسعود روی عنه مسلم بن جندب ، يعد في اهل المدينة"(۳)

ترجمہ: حارث بن عمرو الھذلی ، اس نے ابن مسعود سے سماعت کی ، اوران سے مسلم بن جندب نے روایت کیا، یہ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں ۔

سماع اور عدم سماع پر تبصرہ:

یہ بات امام بخاری کے امتیازات میں سے ہے کہ وہ کسی سند کے متصل ہونے میں راوی کے سماع ولقاء کے مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں ، اوراس کا اپنی کتب میں اہتمام سے تذکرہ کرتے ہیں کہ فلاں راوی جو اپنے فلاں شیخ سے روایت کرتا ہے ، اس کی اپنے شیخ سے ملاقات بھی ثابت ہے ، آیا اس نے اس سے سماع بھی کیا ہے یا نہیں ۔

لہٰذا امام بخاری التاریخ الکبیر میں بڑے اہتمام کے ساتھ رواۃ کا اپنے شیوخ سے اوررواۃ سے ان کے تلامذہ کے سماع کا تذکرہ کرتے ہیں ۔(۴)

---

(۱) التاريخ الكبير ، ۷:۵۴

(۲) ایضا ، ۷: ۵۶

(۳) ایضا ، ۲: ۲۷۶

(۴) فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری، ص: ۴۹

اوراس کے لئے عام طور پر وہ "سمع(۱)فلاں"، "سمع منه"(۲) "روی عنه(۳)فلاں"
کے الفاظ استعمال کرتے ہیں

مثال

"۲۳۳۴۔ جبر بن حبیب، سمع ام كلثوم، روی عنه شعبة والجريرى حديثه عن البصريين"(۴)

ترجمہ: جبر بن حبیب، انہوں نے ام کلثوم سے سنا، اوران سے شعبہ اور جریری نے روایت کیا، یہ بصریوں سے ہیں۔

مثال

"۲۳۴۰۔ جناح شامی مولى الوليد، سمع واثلة، روی عنه عثمان بن حصن الشامی"(۵)

ترجمہ: جناح شامی ولید کے آزادکردہ، انہوں نے واثلۃ سے علم حدیث کی سماعت کی، ان سے عثمان بن حصن الشامی نے روایت کیا۔

بعض جگہوں پر کسی راوی کا ترجمہ انتہائی مختصر انداز میں کرتے ہوئے بھی سماع کا تذکرہ کرتے ہیں:

مثال

"۲۲۳۔عكرمة بن حنبص سمع عليا"(۶)

ترجمہ: عکرمہ بن حنبص، انہوں نے علی سے سنا۔

اسی طرح امام بخاری رواۃ کے عدم سماع کو بھی اہتمام کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"لا يعرف لزهير سماع من علقمة"(۷)

ترجمہ: زہیر کا سماع علقمہ سے معروف نہیں ہے۔

(۱)التاريخ الكبير، ۱: ۳۰۷
(۲) ایضا، ۱: ۲۹۵
(۳)ایضا، ۱: ۲۹۵
(۴) ایضا، ۲: ۲۴۳
(۵) ایضا، ۲: ۲۴۵
(۶) ایضا، ۷: ۵۰
(۷) ایضا، ۷: ۴۰

راوی کی تاریخ ولادت ووفات کا تذکرہ:

جہاں ضروری یا ممکن ہو رواۃ کی تاریخ وفات اور علاقے وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

مثال

"۱۴۵۷ ۔ ابان بن عمران الطحان والد عمران ومحمد الواسطي ، مات سنة ثلاث وسبعين "(۱)

ترجمہ: ابان بن عمران الطحان ، یہ عمران اور محمد الواسطی کے والد ہیں ، سن ۷۳ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ۔

رواۃ کی احادیث کاذکر کرنا:

امام بخاری بعض اوقات کسی راوی کی بیان کردہ روایت کونقل کرتے ہیں جس کے ذکر کرنے کی ایک خاص اورلطیف حکمت ہوتی ہے۔جومختلف جگہوں پرمختلف ہے ۔

مثال

"۲۵۲ ۔ محمد بن فرات الكوفي ابو علي التميمي عن محارب عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال ان شاهد الزور لا تزول قدماه حتیٰ تجب له النار، قاله لي يحيٰى بن اسمٰعيل، منكر الحديث ، وقال سهل بن حماد عن محمد بن فرات الجرمي سمع محارب"(۲)

ترجمہ: محمد بن فرات الکوفی ابوعلی التمیمی ، محارب سے بیان کرتے ہیں ، وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں، اور ابن عمر نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ، بلاشبہ جھوٹی گواہی دینے والا ، اپنی جگہ سے قدم اٹھانے سے پہلے اس کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے، (محمد بن فرات الکوفی) کے بارے یحییٰ بن اسماعیل نے کہا کہ یہ: منکر الحدیث ہے اورکہا کہ سھل بن حماد ،محمد بن فرات الجرمی سے روایت کرتا ہے، محمد بن فرات نے محارب سے سماع کیا۔

کچھ رواۃ کا دوجگہوں پر ذکر کرنا:

اگر کوئی راوی دو اسماء سے جانا جاتا ہے تو دونوں جگہ اس کا تذکرہ کردیتے ہیں ، اگر تو ترتیب کے لحاظ سے اکٹھے ذکر کرنا ممکن ہوتو ایک ہی جگہ پر دونوں شناختوں کا تذکرہ کردیتے ہیں ، وگرنہ الگ الگ جگہوں پر تذکرہ کر دیتے ہیں۔

---

(۱) التاريخ الكبير، ۱: ۴۵۵

(۲) ايضا ، ۱: ۲۰۸

جرح وتعلیل کا ذکراور منہج:

امام بخاری راوی کے تعارفی ترجمہ کے آخر میں بعض رواۃ پر جرح وتعدیل ذکر کرنے کے لئے تین طریقے استعمال کرتے ہیں:

۱۔اپنی طرف سے براہ راست حکم لگاتے ہیں ۔

۲۔متقدمین میں سے کسی کی رائے یا قول کوذکر کرتے ہیں۔

۳۔اوربعض اوقات راوی پر براہ راست جرح کرنے کی بجائے اس کی روایت پرنقد کرتے ہیں ۔

تحریر علوم الحدیث میں یوں مرقوم ہے:

"..... ان یذکر الجرح فی المجروحین ، وذلک من جهة مایحکیه من عبارات بعض الائمة قبله وتارة بعبارة نفسه وتارة بنقد روایة ذلک الراوی فیستفاد من خلال ذلک النقد جرحه عند البخاری (۱)"

ترجمہ:یہ کہ وہ مجروحین پر ہونے والی جرح ذکر کرتے ہیں ، اور یہ جرح وہ بعض ائمہ کی عبارات کو ذکر کر کے کرتے ہیں ، اوربعض اوقات اپنی طرف سے کوئی عبارت ذکر کرتے ہیں اوربعض اوقات کسی راوی کی روایت پر جرح کرتے ہیں جس سے اس راوی کا امام بخاری کے ہاں مجروح ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے ۔

مثال

"۲۳۰۸ . جارود بن یزید النیسابوری ، منکر الحدیث ، کان ابو اسامة یرمیه ، یروی عن بهز بن حکیم و عمر بن ذر "(۲)

مثال

" ۲۴۳۱ .الحارث بن شبل، عن ام النعمان ، سمع منه هلال بن فیاض؛ لیس بمعروف الحدیث (۳)"

---

(۱) تحریر علوم الحدیث ، ۱: ۵۰۶

(۲) التاریخ الکبیر ، ۲: ۲۳۷

(۳) التاریخ الکبیر ، ۲: ۲۷۱

التاریخ الکبیر میں جرح وتعدیل کا کم ذکر کرنا

التاریخ الکبیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں امام بخاری نے جرح وتعدیل کوئی زیادہ اہتمام سے نہیں کی بلکہ اکثر جگہوں پر راوی کا نام، ولدیت، نسبت، علاقہ اور اس کے شیوخ وتلامذہ کا تذکرہ کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

جرح وتعدیل کم ہونے کی وجہ، امام ابن عدیؒ کے مطابق

محدثین کا یہ موقف بھی ہے کہ امام بخاری کا اس کتاب سے اصل مقصود یہی تھا کہ رواۃ حدیث کے زیادہ سے زیادہ ناموں کو اس میں جمع کر دیا جائے چاہے ان میں سے کچھ کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کا حکم بیان نہ بھی کیا جا سکے۔

امام ابن عدی کا قول ہے:

" مراد البخاری ان یذکر کل راو ولیس مراده انه ضعیف اوغیر ضعیف و انما یرید کثرة الاسامی"(۱)

ترجمہ: امام بخاری کا مقصود یہ تھا کہ وہ اس میں ہر راوی کا تذکرہ کردیں، قطع نظر اس سے کہ وہ ضعیف ہے یا غیر ضعیف، وہ چاہتے تھے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ رواۃ کے ناموں کو محفوظ کرلیا جائے۔

التاریخ الکبیر میں تعدیل کی نسبت جرح زیادہ

ویسے تو امام بخاری جرح وتعدیل میں بہت محتاط ہیں تاہم جہاں آپ نے جرح کی وہاں بھی انتہائی محتاط انداز اور محتاط الفاظ کے ساتھ کی ہے۔اسی طرح یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں رواۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے تعدیل کے الفاظ کا کم استعمال کیا۔

الدکتور خالد بن منصور لکھتے ہیں:

"من خلال اطلاعی علی کتاب التاریخ الکبیر لاحظت ان نصوص البخاری فی تعدیل الرواۃ وتوثیقهم قلیلة جدا بل نادرة ..."(۲)

ترجمہ:میری اطلاع کے مطابق التاریخ الکبیر میں تعدیل الرواۃ کی نصوص بہت کم ہیں بلکہ نادر ہیں۔

عبداللہ بن یوسف الجدیع اپنی کتاب تحریر علوم الحدیث میں یوں رقمطراز ہیں:

(۱) الکامل لابن عدی، ۳: ۲٦۷

(۲) الحدیث الحسن لذاته ولغیره، ۱: ۴۱۳

" لم يلتزم فيه ذكر التعديل في الرواة وانما يريد ذلک احيانا قليلة جدا ... التزم ان يذكر الجرح في المجروحين ...."(۱)

ترجمہ: امام بخاری نے اس (التاریخ الکبیر) میں تعدیل کو ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا، اور یہ بہت کم کبھی کبھی ذکر کی ہے، تاہم انہوں نے مجروح رواۃ کی جرح کو ذکر کرنے کا التزام ضرور کیا ہے۔

التاریخ الکبیر میں جرح وتعدیل کے الفاظ کانمونہ

امام بخاری کے جرح وتعدیل کے الفاظ اوران سے ان کی خاص مراد کوآئندہ الگ فصل (۲) میں بیان کیا جائے گا، تاہم یہاں چند الفاظ بر سبیل تذکرہ بیان کئے جارہے ہیں:

☆ فيه نظر

☆ منكر الحديث

☆سكتوا عنه

☆في حديثه نظر

☆ فهو متهم

☆ثقة

☆ حسن الحديث

☆ ثبت ۔ وغيره

جن رواۃ پر امام بخاری نے سکوت اختیار کیا، ان کا حکم

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں بہت سے ایسے راوی ہیں جن پر سکوت اختیار کیا ہے، تو اس خاموشی اور سکوت کو مطلقا تعدیل سے تعبیر کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد تعدیل بھی ہوسکتی ہے اور جرح بھی۔

الشیخ صالح اللحید ان کہتے ہیں کہ وہ شخص غلطی پر ہے جو یہ کہے کہ سکوت الامام البخاری سے مراد اس صاحب ترجمہ کی تعدیل ہے (۳)

(۱) تحرير علوم الحديث، ۱: ۵۰٦

(۲) اس مقالہ کا ص:

(۳)صالح اللحيدان، کتب تراجم الرجال بين الجرح والتعديل، ۱: ۷۳، دار الطويق للنشر والتوزيع، ۱۴۱۵ھ

اسی طرح عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم لکھتے ہیں:

"**لایعتبر سکوت البخاری وابن ابی حاتم عن توثیق الراوی و تضعیفه توثیقا له ولا جرحا فیه**"(۱)

ترجمہ: کسی راوی کی تضعیف وتوثیق کے معاملے میں امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتمؒ کے سکوت کو اس راوی کے ثقہ یا مجروح ہونے پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس راوی پر امام بخاری سکوت اختیار کریں تو اس کے ثقہ یا ضعیف وغیرہ ہونے کے ہر دو احتمال موجود ہیں، اس کو راوی کی کسی خاص ایک حیثیت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

التاریخ الکبیر میں رواۃ کے ترجمہ میں احادیث ذکر کرنے کی حکمت

امام بخاری کا یہ منہج واسلوب ہے کہ وہ کچھ رواۃ کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی راوی کی روایت کردہ ایک یا دو احادیث بھی ذکر کرتے ہیں یوں ان بیان کردہ روایات اور احادیث کی تعداد پانچ ہزار (۲) سے تجاوز کرگئی ہے جن کو ذکر کر کے امام بخاری نے ان پر صحت اور ضعف کے اعتبار سے تبصرہ کیا ہے،

الدکتورعزیز رشید یوں رقمطراز ہیں:

"**بینما کانت عدد الاحادیث التی اوردها وتکلم علیها صحة وضعفا وتعلیلا تزید علی خمسة آلاف حدیث فنجده یقول : هذا حدیث اصح او لا یصح او لا یثبت او یبین ما فیها من ارسال او انقطا ع او تعارض وقف او رفع او وصل وارسال او قلب اسناد او قلب اسم راو او ابدال راو براو او اسناد باسناد ونماذ ج کثیرة جدا ، وهو لا یرید بهذا الا نقد الرجال فهو المقصود الاول من وراء ایراد هذه الاخبار ...**"(۳)

ترجمہ: وہ احادیث جن کو امام بخاری نے ذکر کیا اور ان پر ان کی صحت، ضعف اوران کے معلول ہونے کے اعتبار سے کلام کیا، ان کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہے، پس ہم ان کو یوں کلام کرتے ہوئے پاتے ہیں: یہ حدیث زیادہ صحیح ہے، یا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ ثابت نہیں ہے، یاوہ ان احادیث کی اسناد میں: انقطاع، تعارض، وقف (حدیث کا موقوف ہونا)، رفع (حدیث کا مرفوع ہونا)، وصل (حدیث کا موصول ہونا)، ارسال، سند کا تبدیل ہونا، کسی راوی کا نام کسی دوسرے راوی کے نام سے تبدیل ہوجانے یا کسی سند کے کسی اور سند سے تبدیل

(۱) ضوابط الجرح والتعدیل، ص: ۹۲

(۲) عزیز رشید، الداینی الدکتور، اسس الحکم علی الرجال حتی نهایة القرن الثالث الهجری، ص: ۱۳۴، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۷، ۱۴۲۷ھ

(۳) اسس الحکم علی الرجال حتی نهایة القرن الثالث الهجری، ص: ۱۳۴

ہوجانے کو واضح کرتے ہیں۔ اس طرح کی اس کتاب میں بہت زیادہ مثالیں ہیں۔پس ان احادیث کو ذکر کرنے میں ان کا اصل مقصد نقد رجال کرنا ہی ہوتا ہے۔

اُمثلہ

☆ ".... وقال عبدالرزاق عن معمرعن ابن ابی ذئب عن سعید عن ابی هریرة عن النبی ﷺ ، والاول اصح ، ولا یثبت هذا عن النبی ﷺ ......"(۱)

☆ "۵۸۰ . محمد بن عمرو الهاشمی عن زینب روی عنه ابو الجحاف(حدیثه، مرسل لم یصح ،ان لم یکن هذا هو الاول فلا ادری یعنی محمد بن عمرو بن الحسن)"(۲)

ترجمہ: محمد بن عمرو الہاشمی ،حضرت زینب سے بیان کرتے ہیں ، ان سے(محمد بن عمرو الہاشمی سے)ابو الجحاف نے روایت کی ۔(اس کی حدیث مرسل ہے ، صحیح سند سے ثابت نہیں ، اگر یہ وہی پہلے نہیں ہیں تو میں ان کو نہیں جانتا یعنی (اگر یہ) محمد بن عمرو بن الحسن نہیں ہیں۔

امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی نے بھی اس کی یوں وضاحت کی ہے:

"..... فان من شان البخاری ان لا یخرج الخبر فی "التاریخ" الا لیدل علی وهن راویه "(۳)

ترجمہ: پس امام بخاری کا یہ طریقہ ہے کہ وہ التاریخ میں جو بھی "خبر" ذکر کرتے ہیں ان سے ان کا مقصود اس روایت کے راوی کی کمزوری کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔

الدکتور عزیز رشید محمد الداییني نے اپنی کتاب اسس الحکم علی الرجال حتی نهایة القرن الثالث الهجری میں تقریبا ۲۵ ایسے رواۃ کا تذکرہ کیا جن کے تراجم میں امام بخاری نے احادیث ذکر کیں ہیں ، اور ہر مقام پر انہوں نے ان روایات کے ذکر کرنے کی امام بخاری کی حکمت اور وجہ بھی واضح کرنی کی کوشش کی ہے۔

ان میں چند ایک بطور مثال یہاں بیان کی جارہی ہیں :

"وقد یسوق حدیثا ما فی الترجمة معینة لبیان ضعف المترجم مع التصریح بضعفه فکانه اراد بایراد الحدیث ان یکون دلیلا علی قوله فیه ومثال ذلک:

ترجمہ: بعض اوقات وہ کسی خاص ترجمہ میں حدیث ذکر کرتے ہیں، تا کہ وہ متعلقہ مترجم کا ضعف صراحت سے

---

(۱) التاریخ الکبیر ، ۱: ۱۵۳

(۲) ایضا ، ۱: ۱۹۱

(۳) النکت الجیاد ، ۲: ۸۸

بیان کردیں، پس گویا کہ وہ اس حدیث کو اپنی بات کی دلیل کے طور پر لاتے ہیں، اور اس کی یہ مثال ہے:

المثال السابع:

محمد بن فرات الکوفی ابو علي التمیمي عن محارب عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال (ان شاهد الزور لا تزول قدماه حتی تجب له النار) ، قاله لي یحیٰی بن اسماعیل " منکر الحدیث " (۱)

ومحمد بن فرات هذا کذاب کما في ترجمته من تهذیب الکمال (۲)

، وحدیثه في شاهد الزور حدیث موضوع اخرجه ابن ماجة و غیره (۳)

ترجمہ: محمد بن فرات الکوفی ابوعلی التیمی ، یہ محارب سے بیان کرتے ہیں وہ ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں ، وہ نبی مکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ، (بلاشبہ جھوٹی گواہی دینے والے اپنی جگہ سے ہلنے سے قبل ہی اس پر جہنم واجب ہوجاتی ہے) ، اس کو یحیٰی بن اسماعیل نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے ۔

اور محمد بن فرات ، یہ کذاب ہے ، جیسا کہ تہذیب الکمال میں اس کے ترجمہ میں مذکور ہے ۔اور جھوٹی گواہی کے متعلق اس کی حدیث موضوع ہے ، اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے ۔

ومن هذاالقبیل:

المثال الثامن

بکر ابو عتبة الاعنق : سمع عطاء قوله روی عنه عبد الصمد و یزید بن هارون عن بکر بن عبدالله

وروی ابو عبیدة الحداد عن بکر بن الاعنق عن رجل عن الشعبي قوله:حدثني عمرو بن علي قال : حدثنا النضر بن کثیر ثقة ابو سهل قال: حدثنا بکار الاعنق عن ثابت عن انس کنت اوصی النبی ﷺ فقال : صل الضحی لا یتابع علیه (۴)

فمراد البخاری من هذه الترجمة شیئان :

(۱) التاریخ الکبیر ، ۱: ت ۲۵۶

(۲) تهذیب الکمال، ۲۶: ۲۶۹

(۳)ابن ماجة، محمدبن یزید،ابوعبدالله، السنن ، رقم الحدیث: ۲۳۷۳،دارالسلام،للنشر والتوزیع،الریاض، ۱۴۲۰ھ

(۴) التاریخ الکبیر ، ۲: ۹۳

الاول: بیان الخلاف فی اسم صاحب الترجمة ، فعبد الصمد بن یزید سماه بکر بن عبد الله . وابو عبیدة الحداد سماه بکر بن الاعنق......

الثانی : ان هذا الراوی ضعیف عند البخاری لانه روی هذا المتن بهذا الاسناد ولیس لهذا المتن اسناد صحیح کما قال العقیلی فقد ترجم لهذا الرجل فی ضعفائه ......"(۱)

ترجمہ: پس اس ترجمہ سے امام بخاری دو چیزیں مراد لیتے ہیں:

پہلی : صاحب ترجمہ کے نام میں اختلاف کو واضح کرنا ، پس عبدالصمد بن یزید نے اس کا نام بکر بن عبداللہ کہا ، جبکہ ابوعبیدہ الحداد نے ان کو بکر بن الاعنق کہا۔۔

دوسری: یہ راوی امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے ، کیونکہ اس نے اس متن کو اس سند سے ذکر کیا ، اور اس متن کی اسناد صحیح نہیں ہیں ، جیسا کہ امام عقیلی نے کہا ، پس انہوں نے اس کو "ضعفاء" میں ذکر کیا ہے ۔

اسی طرح ڈکتور موصوف نے ایک اور راوی کے احوال کا یوں تذکرہ کیا

"وقد یترجم البخاری لشخص ما بسبب انه لا یعرف له الا حدیث واحد فیسوقه. کما فی ترجمة محمد بن عبدالملک بن ابی محذورة القرشی الذی روی عن ابیه عن جده حدیث الاذان الذی لم یروه عنه سوی ابی قدامة الحارث بن عبید"(۲)

ترجمہ: بعض اوقات امام بخاری کسی راوی کے ترجمہ میں اس وجہ سے حدیث لے کر آتے ہیں کہ اس راوی کی صرف ایک حدیث سے ہی وہ واقف ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ محمد بن عبدالملک بن ابی محذورہ القرشی کے ترجمہ میں کیا ، یہ راوی اپنے والد ، اپنے دادا سے اذان والی حدیث بیان کرتے ہیں ، تو اس کو ان سے ابوقدامہ الحارث بن عبید کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ۔

"وحین ترجمه ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل اقتصر علی ما ذکرت من غیر سیاقة الحدیث ، فقال : ومحمد بن عبد الملک بن ابی محذورة روی عن ابیه عن جده ، روی عنه ابو قدامة الحارث بن عبید سمعت ابی یقول ذلک"(۳)

ترجمہ: اور جب اس کا ترجمہ ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" میں کیا تو ان کی حدیث ذکر کرنے کی بجائے

---

(۱) اسس الحکم علی الرجال حتی نهایة القرن الثالث الهجری ، ص: ۱۳۹، ۱۴۰

(۲) التاریخ الکبیر ، ۱: ت ۴۸۶

(۳) اسس الحکم علی الرجال حتی نهایة القرن الثالث الهجری ، ص: ۱۳۶

صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا: محمد بن عبدالملک بن ابی محذورۃ ، اس نے اپنے والد کے واسطے سے دادا سے روایت کی ، اور اس سے ابو قدامہ الحارث بن عبید نے روایت کیا ، میں نے اپنے والد کو سنا وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں ۔

اسی طرح دکتور موصوف نے ایک اور مثال بیان کی

"المثال الثالث: ومن هذا القبيل ما قال البخاری : "محمد مولی بنی تميم عن ابی طلحة الكوفی عن ابن عباس قال: من تعلم النجوم ، تعلم سحرا " قاله اسحاق عن معتمر (١)

فاذا بحثنا فی ترجمة الطائفی راينا العلماء يذكرونه بالجهالة ، ولم يعرف له راو الا الفضل بن موسیٰ فكان البخاری يبين لنا انه ما عرف الا بهذا الحديث ويبين علة حديثه وهی الارسال ()(الجرح والتعديل ، ٨: ت ٤٦١ "(٢)

ترجمہ: تیسری مثال: اور اسی سے متعلقہ یہ بھی ہے جو امام بخاری نے بیان کیا: محمد مولی بنی تمیم ، یہ ابو طلحہ الکوفی سے ، وہ ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا : جس نے علم نجوم حاصل کیا ، گویا اس نے جادو کا علم حاصل کیا۔امام اسحاق کہتے ہیں کہ یہ معتمر سے روایت کرتے ہیں ۔

پس جب ہم نے طائفی کے ترجمہ میں بحث کی تو ہمیں علم ہوا کہ علماء اس کا مجہول رواۃ میں تذکرہ کرتے ہیں ، اور اس سے روایت کرنے میں فضل بن موسیٰ کے علاوہ اور کوئی معروف نہیں ہے ، پس امام بخاری ہمارے لئے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو اس راوی کی صرف اسی حدیث کا علم ہے ، اور وہ حدیث کا معلول ہونا بھی واضح کررہے ہیں ، کہ یہ مرسل ہے۔

"المثال العاشر: بشار بن الحكم ابو بدر الضبی سمع ثابتا عن انس قال النبی ﷺ : "يكفر الله بطهوره " قاله لی محمد حدثنا معلی بن اسد سمع بشارا"(٣)

"فمراد البخاری بهذا الحديث ان بشارا هذا ضعيف منكر الحديث لانه انفرد عن ثابت بهذا الحديث فلم يروه عنه غيره ...."(٤)

ترجمہ: دسویں مثال: بشار بن الحکم ابو بدر الضبی ، انہوں نے ثابت سے سنا ، وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "يكفر الله بطهوره" مجھے محمد نے کہا کہ ہمیں معلیٰ بن

(١) التاريخ الكبير ، ١: ت ٧٨٤

(٢) اسس الحكم علی الرجال حتی نهاية القرن الثالث الهجری ، ص: ١٣٦

(٣) التاريخ الكبير ، ٢: ت ١٩٣٣

(٤) اسس الحكم علی الرجال حتی نهاية القرن الثالث الهجری ، ص: ١٤١

اسد نے بیان کیا۔۔پس اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ بشار ضعیف ہے، منکر الحدیث ہے، کیونکہ وہ اس حدیث میں ثابت سے بیان کرنے میں اکیلا ہی ہے، پس اس سے یہ روایت اس کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کی۔

"المثال الثالث عشر: وقد یسوق البخاری حدیثا لبیان شکه فی حقیقة الراوی فقد ترجم محمد بن قیس الاسدی الوالبی الکوفی الثقة المعروف . ثم قال و قال یحیٰی بن آدم : حدثنا ابو بکر النهشلی عن محمد بن قیس عن حبیب بن ابی ثابت عن طاوس . "فی العتق" ثم قال "فلا ادری هو الاسدی ام لا" (۱)

ترجمہ:بعض اوقات امام بخاری کسی راوی کی حقیقت حال میں شک کو بیان کرنے کے لئے حدیث لاتے ہیں، پس انہوں نے محمد بن قیس الاسدی الوالبی الکوفی الثقہ ، المعروف کا ترجمہ ذکر کیا ، پھر فرمایا ، اور یحییٰ بن آدم نے کہا کہ ہم کو ابوبکر النھشلی نے بیان کیا، وہ محمد بن قیس سے بیان کرتے ہیں ، وہ حبیب بن ابی ثابت سے روایت کرتے ہیں ، وہ طاوس سے "عتق" کے بارے روایت کرتے ہیں، پھر امام بخاری نے فرمایا ، پس میں نہیں جانتا کہ یہ (محمد بن قیس) اسدی ہیں یا یہ کوئی اور ہے۔

"المثال الخامس والعشرون : ابراهیم بن عبدالرحمٰن ابو اسماعیل السکسکی: قال البخاری سمع عبد الله بن ابی اوفی وابا بردة روی عنه مسعرقال لی عمرو بن محمد حدثنا هشیم قال اخبرنا العوام عن ابراهیم بن عبدالرحمٰن عن عبدالله بن ابی اوفی ، ان رجلا..... الخ (۲)

ترجمہ: پچیسویں مثال: ابراہیم بن عبدالرحمٰن ابو اسماعیل السکسکی : امام بخاری کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفی اور ابو بردہ سے انہوں نے سماع کیا، اور ان سے مسعر نے آگے روایت بیان کی۔ مجھے عمرو بن محمد نے کہا کہ ہمیں ھشیم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عوام نے خبر دی ، وہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے اور وہ عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں، بے شک ایک آدمی ۔۔۔۔

"فصنیع البخاری یدل علی انه انتقی من حدیثه ما یدل علی انه قد ضبط فی روایته هذه ولیس علی اطلاقه ، اذ ان ابراهیم هذا قال فیه احمد ، ضعیف ، وقال النسائی لیس بذلک القوی"(۳)

ترجمہ: پس امام بخاری کا طریقہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کسی متکلم فیہ راوی کی احادیث میں سے وہ

---

(۱) التاریخ الکبیر ، ۱: ت ۲۶۲
(۲) ایضا ، ۱: ۲۸۶ ت:۹۴۸
(۳) تهذیب الکمال ، ۲: ت ۱۳۲

روایات جن کے بارے ان کو یقین ہو کہ اس کی یہ روایت ٹھیک ہے ،ان کو قبول کر لیتے ہیں، اور اس کی مطلقا ساری روایات کو قبول نہیں کرتے ، پس یہ جو ابراھیم ہے، اس کے بارے امام احمد نے" ضعیف'' کہا اور امام نسائی نے ''لیس بذلک القوی'' کہا ہے۔

"فهو ضعيف يعتبر به ، لكنه قد ضبط في روايته هذه في نظر البخاری والدليل علی هذا ، ان البخاری قد اخرج هذه الرواية في صحيحه من طريق عمرو بن علي الفلاس به"(۱)

ترجمہ:یہ بات معتبر ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے ،لیکن وہ اس روایت کے ضبط میں امام بخاری کی نظر میں قابل اعتماد ہے، کیونکہ امام بخاری نے اس روایت کو اپنی ''صحیح'' میں عمرو بن علی الفلاس کے واسطے سے ذکر کیا ہے۔

ماحاصل

مذکورہ بالا بحث اور امثلہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رواۃ کا ترجمہ بیان کرتے وقت امام بخاری ایک خاص مقصد اور وجہ سے راوی کی کوئی حدیث یا روایت ذکر کرتے ہیں ،جس سے اکثر طور پر امام بخاری کی مراد اس راوی کسی نہ کسی درجہ میں کمزوری کو بیان کرنا ہوتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

(۱)اسس الحكم علی الرجال حتی نهاية القرن الثالث الهجری ، ص: ۱۵۲،۱۵۳

فصل اول

مبحث ثانی

''الکنیٰ'' اور امام بخاریؒ کا منہج

مبحث ثانی

الکنیٰ اور امام بخاریؒ کا منہج واسلوب

کتاب کا نام وتعارف

کتاب کے موجودہ ٹائٹل پر کتاب کا نام:

''کتاب الکنیٰ جزء من التاریخ الکبیر للامام البخاری''

راوی:

''رواہ عنہ محمدبن ابراھیم بن شعیب المعروف بالغازی وھذہ ھی النسخۃ المنشورۃ ''(۱)

کیا کتاب الکنی''التاریخ الکبیر'' کا جز ء ہے؟

کتاب الکنی کے بارے ماہرین محدثین کی ہر دوطرف آراء موجود ہیں ، کچھ محدثین کی یہ رائے ہے کہ کتاب الکنی ، التاریخ الکبیر ہی کا جزء ہے ۔جب کہ اکثر محدثین کی یہ رائے ہے کہ یہ الگ سے ایک کتاب ہے جسکی متعدد وجوہ ہیں :

۱۔''التاریخ الکبیر'' اور''الکنیٰ '' کے رواۃ الگ الگ ہیں،کتاب الکنی کے راوی محمد بن ابراھیم بن شعیب المعروف بالغازی ہیں۔

۲۔التاریخ الکبیر کے کچھ قدیم نسخے ''الکنی'' کے بغیر بھی موجود ہیں جیسا کہ عادل زرقی اپنے دراسۃ میں قمطراز ہیں:

''وجود نسخ قدیمۃ للتاریخ بدون الکنیٰ ، ...''(۲)

ترجمہ: تاریخ کے قدیم نسخے ''الکنی'' کے بغیر بھی پائے گئے ہیں۔

۳۔ باقی بھی کئی محدثین نے ''الکنی'' کے نام سے کتب تالیف کیں ،جس یہ بات واضح ہوتی ہے کہ الگ سے ''الکنی '' کے نام سے کتب لکھنے کا محدثین میں طریقہ عام تھا جس کے مطابق امام بخاری نے بھی الگ سے یہ کتاب تالیف کی ۔

فہرس مصنفات الامام۔۔۔میں مرقوم ہے :

''قیل : انہ جزء من التاریخ الکبیر ، ولا اظن ذلک صحیحا ، فراویہ غیر راوی التاریخ ، والافراد

(۱) فھرس مصنفات الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ، ص: ۳۱

(۲)تاریخ البخاری، ص: ۲۱

الکنیٰ فی کتاب معروف عند المحدثین "(۱)

ترجمہ:یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ "التاریخ الکبیر" کا جزء ہے، اور میں اس موقف کو درست نہیں جانتا، پس اس کا راوی "التاریخ" کے راوی کے علاوہ کوئی اور ہے۔اور"الکنیٰ" نام سے الگ سے کتب لکھنا بھی محدثین میں معروف ہے۔

۴۔محدثین کا امام بخاری کی کتب کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے ساتھ"المفردہ"اور"المجردۃ" کے الفاظ کا اضافہ کرنا، یعنی "الکنی المجردۃ"، "الکنی المفردۃ" کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی اس کو الگ سے کتاب جانتے ہیں، جیسے حافظ ابن حجر العسقلانی (۲)

۵۔متاخرین محدثین نے جہاں امام بخاری کی کتب کا تعارف کروایا،تو انہوں نے "الکنی" کو الگ سے ذکر کیا۔

واللہ اعلم۔

طبع

یہ کتاب مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد،دکن،ھند سے ۱۳۶۰ھ میں شائع ہوئی۔

کتاب کا آغاز

کتاب الکنیٰ

باب الکنیٰ

"اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراھیم بن شعیب المعروف بالغازی قال : نا محمد بن اسماعیل البخاری" (۳)

کتاب میں ترتیب

اس کتاب کو امام بخاری نے الف بائی ترتیب سے ابواب بندی کر کے تالیف کیا، ہر باب کے تحت ہر نئے نام سے ذیلی ابواب قائم کئے۔

---

(۱) فهرس مصنفات الامام ابو عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری، ص: ۳۱
(۲)التهذیب، ۱۲: ۱۶۱، الاصابة، ۷: ۳۵۴، ۴۱۱ وغیره
(۳) کتاب الکنیٰ للبخاری، ص: ۲

مثلاً:[باب الف] میں پہلے ذیلی باب میں [ابو امیه] کنیت سے جانے جانے والے رواۃ کا تذکرہ کیا جن کی تعداد ۵ ہے، اس کے بعد نیا [باب] قائم کیا اور اس میں [ابو امامة] کنیت سے مشہور رواۃ کا تذکرہ کیا جن کی تعداد ۲ ہے۔

ذیلی ابواب بندی

اس کے بعد [باب الف] میں تیسرا ذیلی باب [ابو ابراھیم] اور چوتھا ذیلی باب [ابوالاشعث] لایا گیا ہے۔

کتاب کی ترتیب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاری نے ترتیب میں صرف پہلے حرف کی رعایت کی ہے اس کے بعد والے حروف کا ترتیب میں لحاظ نہیں رکھا جیسے: [باب الف] کا پہلا ذیلی باب [ابو امیه] ہے، دوسرا [ابو امامة] اور تیسرا [ابو ابراھیم] پہلے باب میں الف کے بعد میم ہے اور میم کے بعد [ی] جب کہ دوسرے باب میں [الف] کے بعد [میم] اور [میم] کے بعد پھر [الف] ہے، اسی طرح تیسرے باب میں [الف] کے بعد [ب] آ رہی ہے (۱)۔

جس حرف کے تحت ایک جیسے اسماء تھوڑے ہوں تو بعض اوقات ان کے لئے الگ سے ذیلی باب قائم نہیں کرتے، بلکہ سارے اکٹھے ایک بڑے باب کے تحت ہی ذکر کر دیتے ہیں، جیسے: باب [ت] اور باب [ث] میں امام بخاری نے ایسا کیا ہے۔(۲)

اسی طرح باب [ثا] میں [ابو ثور] تین لوگوں کی کنیت ہے، [ابو ثمامه] دو رواۃ کی، [ابو ثابت] تین رواۃ کی، ان کے بعد ابوثعلبة اور ابو ثامن کا تذکرہ کیا ہے، تو امام بخاری نے ان دس رواۃ کو بغیر کسی خاص ترتیب سے [باب ثا] میں ذکر کیا ہے۔(۳)

[باب الواحد] قائم کرنا:

کسی حرف کے تحت آنے والی ایک [کنیت] کے متعدد رواۃ کے لئے تو الگ باب قائم کیا جاتا ہے۔

لیکن! اگر ایک کنیت کے تحت صرف ایک راوی ہی ہو تو ایسے تمام رواۃ کو متعلقہ باب کے آخر میں [باب الواحد] کے نام سے باب قائم کر کے ایسے تمام رواۃ کا تذکرہ کر دیتے ہیں جو اس کنیت کے تحت اکیلا ہی ہو۔

---

(۱)بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الکنیٰ، ص: ۲-۴، دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد، دکن، سن: ند

(۲)ایضا، ص: ۱۷

(۳)ایضا، ص: ۱۷

جیسے: [باب سین] (۱) کے تحت پہلا باب [ابو سعید] ، دوسرا باب [ابو سلیمان] ، تیسرا [ابو سفیان] ، چوتھا [ابو سلمۃ] ، پانچواں [ابو سبرۃ] ، چھٹا [ابو سوید] ، ساتواں [ابو سیف] اور ان کے بعد سب سے آخر میں [باب الواحد] قائم کیا۔ (۲)

آخری باب [باب الیاء] ہے، اس کے تحت ۵ ذیلی ابواب ہیں: [ابو یزید] ، [ابو یوسف] ، [ابو یونس] ، [ابو یحییٰ] اور پانچواں [باب الواحد] ہے۔

اور یہاں تک رواۃ کی تعداد ۸۰۳ تک پہنچ جاتی ہے۔

کتاب کا آخری حصہ: ان رواۃ کے تذکرہ پر مشتمل ہے جن کی کنیت کے ساتھ ساتھ نام بھی موجود ہے لیکن وہ مشہور اپنی کنیت ہی سے ہیں۔

امام بخاری اس عنوان کو یوں قائم کیا ہے

"وفی الاسماء من کان الغالب علی اسمہ کنیتہ ولہ اسم "(۳)

ترجمہ: ان رواۃ کے اسماء کا تذکرہ جو اپنی کنیت سے معروف ہیں، اور ان کے نام بھی موجود ہیں۔

اس حصہ میں امام بخاری ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں:

"۸۰۴ . ابو شریح الخزاعی الکعبی ، اسمہ خویلد لہ صحبۃ "(۴)

ترجمہ: ابوشریح الخزاعی الکعبی، ان کا نام خویلد ہے، اور یہ صحابی ہیں۔

ترجمہ نمبر ۸۰۴ سے لے کر ۹۹۳ تک تراجم اسی عنوان کے تحت ذکر کئے۔

تراجم کی کل تعداد

یوں اس کتاب [الکنیٰ] میں تراجم کی کل تعداد ۹۹۳ بن جاتی ہے، اور کتاب کے بالکل اختتام پر موجود سات خواتین کے تراجم کو شامل کر کے اس کتاب میں مذکورہ کل تراجم کی تعداد ایک ہزار ہو جاتی ہے۔

اور کتاب کے بالکل اختتام پر ایک عنوان:

---

(۱) کتاب الکنیٰ ، ص: ۳۳
(۲) ایضا ، ص: ۴۱
(۳) ایضا، ص: ۸۳
(۴) ایضا ، ص: ۸۳

[الکنیٰ من النساء] کے تحت آپ نے ان عورتوں کا تذکرہ کیا جو کنیت سے معروف ہیں اور ان کے اسماء بھی موجود ہیں جیسے:

☆ واسم ام هانی بنت ابی طالب "هند" و قال بعضهم اسمها "فاخته" (۱)

ترجمہ: ام ہانی بنت ابی طالب کا نام ''هند'' ہے، اور بعض نے کہا کہ ان کا نام ''فاخته'' ہے۔

☆ اسم ام حبیبه، رملة (۲)

ترجمہ: ام حبیبہ کا نام، رملہ ہے۔

☆اسم ام سلمة هند بنت ابی امیه وابو امیه اسمه سهل (۳)

ترجمہ: ام سلمہ کا نام، هند بنت ابی امیه ہے، اور ابو امیہ کا نام سہل ہے۔

اس عنوان کے تحت آپ نے کل سات عورتوں کی کنیتوں اور اسماء کا تذکرہ کیا۔

اختتام:

اس کتاب کے اختتامی الفاظ [تم و کمل ولله الحمد] ہیں۔

---

(۱) کتاب الکنیٰ، ص: ۹۲
(۲)ایضا، ص: ۹۲
(۳)ایضاء ص: ۹۲

فصل اول

مبحث ثالث

التاریخ الاوسط اور امام بخاریؒ کا منہج

مبحث ثالث

التاریخ الاوسط اور امام بخاریؒ کا منہج

کتاب کا نام وتعارف

یہ بات واضح رہے کہ امام بخاری نے اپنی تواریخ میں سے کسی کے ساتھ بھی ''الکبیر''، ''الاوسط'' یا ''الصغیر'' جیسے الفاظ کا اضافہ نہیں کیا، اور موجودہ مطبوع التاریخ الکبیر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی امام بخاری نے صرف ''التاریخ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

''وصنفت'' کتاب التاریخ'' اذ ذاک عند قبر الرسول ﷺ في ...'' (۱)

ترجمہ: اور میں کتاب التاریخ تصنیف کی، نبی مکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس ۔۔۔

یہ ''الکبیر'' کا اضافہ بعد میں محدثین اور آپ کے تلامذہ کی طرف سے ہوا ہے (۲)

اور جہاں تک تعلق ہے ''التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر'' کا تو اس میں بھی امام بخاری نے کوئی قید نہیں لگائی،

التاریخ الاوسط کے محقق دکتور تیسیر بن سعد یوں رقمطراز ہیں:

''في نسخة المکتبة الظاهرية، برواية الخفاف لم يذكر اسم للكتاب، والكتفي بكتابة كلمة ((التاريخ)) في بداية كل جزء هكذا: ((الجزء الاول من التاريخ)) تاليف محمد بن اسماعيل البخاري، رواية ابي محمد ...علما ان الخفاف (ت ۳۹۴ ھ) من اقدم الرواة عن البخاري، والنسخة نسخة قديمة معارضة مقابلة'' (۳)

ترجمہ: مکتبہ ظاہریہ کے نسخہ میں جو خفاف کی روایت سے ہے، میں کتاب کا نام مذکور نہیں ہے، اور ہر جزء کے آغاز میں لفظ ''التاریخ'' لکھنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، جیسے: [الجزء الاول من التاریخ] تالیف: محمد بن اسماعیل البخاری، بروایت ابو محمد ۔۔۔۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ خفاف امام بخاری کے اولین رواۃ سے ہیں اور یہ نسخہ بھی کافی قدیم ہے

---

(۱) تاریخ بغداد، ۲:۷

(۲) مقدمة، التاریخ الاوسط، ۱:۵۵

(۳) ایضا، ۱:۵۶

التاریخ الاوسط کے محقق ڈکتور تیسیر بن سعد ایک ایسے نسخہ کا تذکرہ کرتے ہیں جو قصیم میں موجود ہے اور اس کو انہوں نے خود بھی دیکھا ہے اس کے بارے لکھتے ہیں:

"واما نسخة القصيم ، وهي برواية زنجويه اللباد (ت ٣١٨ ھ) ، فقد كتب على صفحة العنوان : ((التاريخ الاوسط)) ، تصنيف الامام الحافظ الثقة الناقد الفقيه امير المومنين في الحديث ابی عبدالله محمد بن اسماعيل البخاری"(١)

ترجمہ:اور جو قصیم والا نسخہ ہے، وہ زنجویہ اللباد کا روایت کردہ ہے، اس کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے: التاریخ الاوسط، تصنیف: امام، حافظ، ناقد، فقیہ، حدیث کے میدان میں مومنوں کے امیر، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے محدثین اور اس کتاب کے رواۃ نے اس کے نام کے ساتھ الاوسط لکھنا شروع کر دیا تھا۔

نام مولف: امام محمد بن اسماعیل البخاری (ت ٢٥٦ھ)

نام محقق: الدکتور تیسیر سعد ابوحیمد (پہلی دو جلدیں)، الدکتور یحیٰی بن عبداللہ الثمالی ()

ناشر: مکتبۃ الرشد ناشرون، الریاض

طبع: الطبعۃ الاولیٰ، ١٤٢٦ھ -- ٢٠٠٥ء

کتاب کے راوی

کتاب کی روایت بارے کتاب "التاریخ الاوسط" کے محقق اپنے تفصیلی مقدمہ میں یوں لکھتے ہیں:

"المشهور ان ((التاريخ الاوسط)) ، له روايتان عن الامام البخاری "(٢)

ترجمہ:مشہور بات یہ ہے کہ التاریخ الاوسط کو امام بخاری سے دو راویوں نے روایت کیا ہے۔

لازمی طور پر امام بخاری کی اس کتاب کو بھی علماء محدثین کی ایک بڑی تعداد نے روایت کیا ہوگا لیکن اس کی دو اسناد زیادہ مشہور ہیں:

ابن خیر الاشبیلی نے اپنی کتاب "فہرست" میں بھی دو اسناد کا ذکر کیا ہے:

١۔"حدثنی به ابو محمد بن عتاب رحمه الله ، عن ابی عمر بن عبدالبر ، عن خلف بن قاسم

(١)مقدمه التاريخ الاوسط ، ١ : ٥٨

(٢)ايضاء ١ : ٥٩

الحافظ ، عن ابی محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن الورد البغدادی ، عن عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الجباب (الخفاف) ، عن البخاری"(۱)

ترجمہ: ہم کو یہ بیان کیا ابو محمد بن عتاب رحمہ اللہ نے ، وہ ابو عمر بن عبدالبر سے روایت کرتے ہیں ، وہ خلف بن قاسم الحافظ سے روایت کرتے ہیں ، وہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن الورد البغدادی سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الجباب (الخفاف) سے ، وہ امام بخاری سے ۔

۲۔"وحدثنی بہ الشیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن موھب رحمہ اللہ عن ابی العباس احمد بن عمر بن انس الدلانی ، عن ابی ذر عبد بن احمد الھروی ،قال: حدثنا ابو علی زاھد بن احمد السرخسی ، قال : حدثنا ابو محمد زنجویہ بن محمد النیسابوری ، عن البخاری"(۲)

ترجمہ: اور مجھے الشیخ ابو الحسن علی بن عبداللہ بن موھب رحمہ اللہ نے بیان کیا ، وہ ابو العباس احمد بن عمر بن انس الدلانی سے روایت کرتے ہیں ، وہ ابو ذر عبد بن احمد الھروی سے روایت کرتے ہیں ، (ابوذر) کہتے ہیں کہ ہم کو ابو علی زاہد بن احمد السرخسی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو محمد زنجویہ بن محمد النیشاپوری نے روایت کیا ، وہ امام بخاری سے روایت کرتے ہیں ۔

اور مذکورہ کتاب جس کو مکتبۃ الرشد ناشرون نے دکتور تیسیر بن سعد کی تحقیق سے شائع کیا ہے وہ امام زنجویہ بن محمد کی روایت کردہ ہے ، کتاب کے آغاز میں یوں مرقوم ہے :

" ....قال : اخبرنا ابو محمد زنجویہ بن محمد النیسابوری ،قال : حدثنا محمد بن اسماعیل البخاری ، قال : کتاب المختصر من تاریخ ...."(۳)

ترجمہ: کہتے ہیں ، ہم کو ابو محمد زنجویہ بن محمد النیشاپوری نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن اسماعیل البخاری نے بیان کیا، کہتے ہیں کہ یہ مختصر کتاب ----

کتاب کا آغاز

امام بخاریؒ نے کتاب کے آغاز میں اس کتاب کا تعارف یوں کروایا ہے :

"قال حدثنا محمد بن اسماعیل البخاری ، قال : کتاب مختصر من تاریخ ھجرۃ رسول اللہ ﷺ

(۱) فھرست لابن خیر ، ص: ۱۷۴ ، ابو بکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ الاموی (۵۷۵ ھ) ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ، لبنان ، الطبعۃ الاولیٰ ، ۱۴۱۹ ھ -- ۱۹۹۸ء

(۲) ایضا ، ص: ۱۷۴

(۳) التاریخ الاوسط ، ۱ : ۲۳۳

والمهاجرين والانصار ، وطبقات التابعين باحسان ، ومن بعدهم ، ووفاتهم ، وبعض نسبهم ، وكناهم ...."(۱)

ترجمہ:راوی کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن اسماعیل البخاریؒ نے بیان کیا ،فرماتے ہیں : یہ مختصر کتاب ہے جو ہجرت رسول ﷺ کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے ،اس میں مہاجرین وانصار، تابعین ، اور ان کے اتباع کا تذکرہ ، ان کی وفیات ،ان کے انساب ،اور کنٰی کا تذکرہ ہے ------۔

امام بخاری کی اس عبارت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اس کتاب میں امام بخاری کا منہج اختصار والا ہو گا ،اور اس کتاب کا موضوع بھی تاریخ ہی ہے ، اس کو امام بخاری نے ہجرت سے شروع کیا ہے اور اس میں رجال کے نام ،نسب ، کنیت ، اور ان کی احادیث اور تواریخ وفات بھی بیان کی ہیں ۔

کتاب میں امام بخاریؒ کا منہج اور اسلوب

اس کتاب میں امام بخاریؒ کے منہج واسلوب کو درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا رہا ہے:

اختصار کا منہج

امام بخاریؒ نے اپنی دیگر کتب کی طرح اس کتاب میں بھی اختصار کا منہج اختیار کیا ہے (۲)

کتاب کی ترتیب

امام بخاریؒ نے اس کتاب کو طبقات یعنی سالوں کی ترتیب سے مرتب کیا ہے ، اس میں رجال کا تذکرہ امام بخاری نے نبی مکرم ﷺ کے دور سے لے کر تیسری صدی ہجری کے نصف تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے

کتاب کی مختصرا ترتیب کچھ یوں ہے:

☆ کتاب کا آغاز امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی نبی مکرم ﷺ کی طرف سے اجازت اور حبشہ کی طرف مہاجرین کے تذکرہ کے ساتھ کیا ہے (۳)

☆ اس کے بعد دوسری نص میں امام بخاری نے نبی مکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کا تذکرہ کیا ہے (۴)

---

(۱) التاریخ الاوسط ، ۱: ۲۳۳

(۲) مقدمہ، التاریخ الاوسط ، ۱: ۱۵۹

(۳) التاریخ الاوسط ، ۱: ۲۳۴

(۴) ایضاء ۱: ۲۳۸

☆ اس کے بعد تیسری نص میں امام بخاری نے نبی مکرم ﷺ کے صاحبزادوں کا یوں تذکرہ کیا ہے:

" ۳۔ حدثنا محمد، قال: حدثنا اسماعیل، قال: حدثنی اخی، عن سلیمان عن ھشام بن عروۃ، قال: ولد لرسول اللہ ﷺ من خدیجة بمکة: عبدالعزی (۱) والقاسم وماتا قبل الاسلام"(۲)

ترجمہ: ہمیں محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے سلیمان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، وہ ہشام بن عروہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: نبی مکرم ﷺ کے گھر حضرت خدیجہؓ کے بطن سے عبداللہؓ اور قاسمؓ پیدا ہوئے، اور اسلام سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اور اس کے بعد اگلی نصوص میں نبی مکرم ﷺ کے غزوات وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ پھر حضرت ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ (زوجہ حضرت عثمانؓ) کا تذکرہ کیا (۳)

☆ اس کے بعد حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ (زوجۃ ابی العاص) کا تذکرہ کیا ہے (۴)

☆ بعد ازاں حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا تذکرہ کیا گیا ہے (۵)

☆ پھر حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ (زوجہ حضرت عثمانؓ) اور ان کی وفات کا تذکرہ کیا گیا ہے (۶)

☆ ان رواۃ کا تذکرہ جو نبی مکرم ﷺ کے دور میں فوت ہوئے۔ (۷)

☆ [وفاۃ رسول اللہ ﷺ] (۸)

☆ وہ رواۃ جو حضرت ابو بکر کے زمانہ اور اس کے قریب قریب کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ (۹)

(امام بخاریؒ نے باقی خلفاء کی طرح حضرت عمر فاروقؓ کے عرصہ کے نام سے باب قائم نہیں کیا، تاہم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں "او قریبا منه" کے الفاظ سے اشارہ ممکن اسی طرف ہو۔)

(۱) التاریخ الاوسط کے محقق نے اس کو کاتب کی طرف سے تصحیف قرار دیا ہے، اور ساتھ ابن عساکر کی تاریخ دمشق ۳۰: ۱۹۲ میں امام بخاری کے حوالے سے ذکر کردہ روایت میں عبداللہ ہی کا ذکر کرنے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے

(۲) التاریخ الاوسط، ۱: ۲۳۸، ۲۳۹

(۳) ایضاً، ۱: ۲۴۸

(۴) ایضاً، ۱: ۲۵۱

(۵) ایضاً، ۱؛ ۲۸۷

(۶) ایضاً، ۱: ۲۹۲

(۷) ایضاً، ۱: ۳۰۲

(۸) ایضاً، ۱: ۳۲۹

(۹) ایضاً، ۱: ۳۴۸

☆وہ رواۃ جو حضرت عثمانؓ کے دور میں فوت ہوئے ۔(۱)

☆وہ رواۃ جو حضرت عثمانؓ کے دور کے بعد، حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور میں فوت ہوئے ۔(۲)

☆جو رواۃ چالیس سے پچاس ہجری کے دوران کے عرصہ میں وفات پائے گئے ۔(۳)

☆جو رواۃ پچاس سے ساٹھ ہجری کے عرصہ کے دوران فوت ہوئے ۔(۴)

☆وہ رواۃ جو ساٹھ سے ستر کے عرصہ کے دوران فوت ہوئے ۔(۵)

☆وہ رواۃ جو ستر اور اسی ہجری کے عرصہ کے دوران فوت ہوئے ۔(۶)

☆اسی طرح دس، دس سال کی تقسیم کر کے امام بخاریؒ نے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے،

☆اور آخری تقسیم [من مات بعد خمسين ومائتين الى ستين ومائتين] کے باب کے ساتھ کی ہے ۔(۷)

روای کا ترجمہ ذکر کرنے میں منہج

کسی راوی کا ترجمہ ذکر کرتے وقت امام بخاریؒ اس متعلقہ راوی کے بارے جو جو چیزیں ذکر کرتے ہیں، ان کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

راوی کا نام وغیرہ :

کسی بھی راوی کا ترجمہ ذکر کرنے میں اس کا نام، والد کا نام، اور سلسلہ نسب بیان کرنا بنیادی عناصر میں سے ہے (۸)

امام بخاریؒ التاریخ الاوسط میں راوی کا نام، اس کے والد کا نام، اس کے دادا کا نام اور بعض اوقات کئی پشتوں تک نسب بیان کرتے ہیں ۔

(۱) التاریخ الاوسط، ۱: ۴۵۹
(۲)ایضاً، ۱: ۵۲۸
(۳)ایضاً، ۱: ۶۱۲
(۴)ایضاً، ۱: ۶۵۱
(۵)ایضاً، ۲: ۷۵۶
(۶)ایضاً، ۲: ۸۶۳
(۷)ایضاً، ۴: ۱۰۷۲
(۸) مقدمہ، التاریخ الاوسط، ۱: ۱۷۹

راوی کی نسبت کا بیان:

اسی طرح کسی بھی راوی کی نسبت بیان کرنا اور یہ بھی واضح کرنا کہ آیا یہ نسبت اصلی اور حقیقی ہے یا عارضی ہے یہ بھی کسی راوی کا ترجمہ ذکر کرنے کے اہم عناصر سے ہے (۱)

تو امام بخاریؒ راوی کی نسبت کو بیان کرتے ہیں کہ اس کی کس قبیلہ، خاندان، یا علاقے اور ملک کی طرف نسبت ہے اور بعض اوقات اس نسبت کے حقیقی یا عارضی ہونے کی بھی وضاحت کرتے ہیں ۔

راوی کی کنیت کا تذکرہ کرنا:

فن علم الرجال میں سے رواۃ کی کنیتوں کے متعلق جاننا اور ان کو بیان کرنا ایک اہم فن ہے، اور یوں کسی راوی کا ترجمہ بیان کرنے میں اس کی کنیت کی وضاحت کرنا بھی راوی کے ترجمہ کا ایک اہم عنصر ہے (۲)

لہذا امام بخاریؒ اپنی اس تاریخ میں رواۃ کی کنیت کو بھی اہتمام کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

جیسے:

"وبلال بن رباح – اخو خالد، وغفرة اخته : ابو عبدالله، ويقال : ابوعبدالكريم، ويقال ابو عمرو"

روای کے شیوخ وتلامذہ کا ذکر :

اگر کسی راوی کا نام اور ولدیت وغیرہ کسی دوسرے راوی سے ملتی ہو تو اس کو دوسرں سے ممتاز کرنے کے لئے اس کے شیوخ اور تلامذہ سے آگاہی بہت ضروری ہے (۳)

لیکن امام بخاریؒ اس کتاب میں کسی راوی کے اساتذہ اور تلامذہ کا تفصیل سے تذکرہ نہیں کرتے، اور جہاں تذکرہ کرتے ہیں وہ سرسری سا تذکرہ کرتے ہیں، جہاں بہت زیادہ ضرورت ہو اور راوی کی معاصرت اور لقاء وسماع کو ثابت کرنا یا عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو (۴)

---

(۱) مقدمه، التاريخ الاوسط، ۱: ۱۸۳
(۲) ایضاء ۱: ۱۸۶
(۳) ایضاء ۱: ۱۸۹
(۴) ایضاء ۱: ۱۸۹

مثال

"۲۳۸ . حدثنا محمد ، قال : حدثني ابراهيم بن محمد بن ابراهيم ابو اسحاق – من ولد عبيدالله – قال: مات عبيدالله بن معمر ، ابومعاذ في عهد عثمان باصطخر . والذی کان علی البصرة هو عبيدالله بن عبدالله او ابن عبيدالله بن معمر ، روی عنه خلاس ، وابن سيرين"(۱)

ترجمہ: ہم کو محمد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ابو اسحاق نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن معمر، ابو معاذ عثمان کے دور میں اصطخر میں فوت ہوئے، اور جو بصرہ میں تھے وہ عبیداللہ بن عبداللہ تھے یا ابن عبیداللہ بن معمر تھے، ان سے خلاس اور ابن سیرین نے روایت بیان کی۔

مثال

"۵۵۰ . وروی الاعمش ، عن سالم ، عن ثوبان – رفعه في قصته وسالم لم يسمع من ثوبان ، والاعمش لا يدرئ سمع هذا من سالم ام لا ؟"(۲)

ترجمہ: اور اعمش نے روایت کیا، سالم سے، انہوں نے ثوبان سے۔ اور سالم کا ثوبان سے سماع نہیں ہے، اور اعمش کے بارے بھی یہ معلوم نہیں کہ اس نے سالم سے سنا ہے یا نہیں؟

رواۃ کی ولادت و وفات کا تذکرہ:

رواۃ حدیث کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے، اس سے کسی راوی کی بیان کردہ حدیث کے متصل و منقطع ہونے کے بارے میں آسانی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ تو امام بخاری کی یہ کتاب وفیات رواۃ کے بارے جاننے کے لئے بنیادی مصدر و مرجع شمار کی جاتی ہے (۳)

اور امام بخاری نے کتاب کی ترتیب ہی میں اس بات کا خیال رکھا، اور دس، دس سال کی تقسیم کر کے اس عرصہ میں وفات پانے والے رواۃ کا تذکرہ کر دیا، جس سے یہ آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون سا راوی کس دور میں فوت ہوا ہے۔

اس کے علاوہ وہ اکثر جگہوں ہر راوی کی الگ سے سن وفات بیان کرتے ہیں، اور بعض اوقات مخصوص واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی طرف اشارہ کر کے راوی کی ولادت یا وفات کے عرصہ کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں:

---

(۱) التاريخ الاوسط ، ۱: ۵۰۴ ، ۵۰۵

(۲) ایضا ۲: ۱۰۸

(۳) مقدمة ، التاريخ الاوسط ، ۱: ۱۹۱

التاریخ الاوسط کے مقدمۃ المحقق میں مرقوم ہے:

"والبخاری قد یذکر سنة الوفاة دون نسبة ذلک لاحد ، او یروی عن غیره ، وقد اکثر فی ذلک عن شیخیه : ابی نعیم ، وابن المدینی ، واکثر الروایة عن الحسن بن واقع عن ضمرة بن ربیعه الفلسطینی والذی کان له کتاب او کتب فی التاریخ"(۱)

ترجمہ: اور امام بخاریؒ کسی راوی کی سن وفات بعض اوقات براہ راست اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں اور بعض اوقات کسی سے ذکر کرتے ہیں، اور اکثر اوقات اپنے استاد: ابونعیم اور ابن مدینی کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں، اور کئی ایک روایات انہوں نے حسن بن واقع عن ضمرۃ بن ربیعہ الفلسطینی کے حوالے سے بھی ذکر کی ہیں، جن کی "التاریخ" کے موضوع پر کتب تھیں۔

<u>ذیل میں رواۃ کی ولادت و وفات کے وقت کو بیان کرنے میں امام بخاری کے مختلف انداز کو امثلہ سے واضح کیا جا رہا ہے:</u>

<u>مثال</u>

"۴۲۔ ....عن عبدالله بن عباس قال: کان التاریخ فی السنة التی قدم فیها النبی ﷺ المدینة ، وفیها ولد عبدالله بن الزبیر"(۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سالوں کا آغاز ہوا جب سے نبی مکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے، اور اسی سال عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔

<u>مثال</u>

"۴۷۔ ....تزوج النبی ﷺ خدیجة بنت خویلد مرجعه من الشام ، وهو ابن خمس وعشرین سنة ، فولدت القاسم ، والطاهر ، وزینب ، ورقیة ، وام کلثوم ، وفاطمة"(۳)

ترجمہ: نبی مکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے شام سے واپسی پر شادی کی، اور اس وقت آپ ﷺ پچیس برس کے تھے، پس حضرت قاسمؓ، حضرت طاہرؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کو حضرت خدیجہؓ نے جنم دیا۔

---

(۱) مقدمه ، التاریخ الاوسط ، ۱: ۱۹۲
(۲) التاریخ الاوسط ، ۱: ۲۸۵
(۳) ایضاً ، ۱: ۲۹۰

مثال

"۶۰ ۔ ....ومنهم : عبدالله بن عمرو بن حرام الانصاری المدني ، والد جابر ، قتل يوم احد ، كنيته : ابو جابر . ومنهم :مصعب بن عمير ، اخو بني عبدالدار بن قصي ، القرشي ، قدم المدينة قبل النبي ﷺ ، وقتل يوم احد ......"(۱)

ترجمہ: ۔۔۔۔۔اوران میں سے عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری المدنی ہیں ، جوحضرت جابر کے والد ہیں، وہ احد کے دن شھید ہوئے ، ان کی کنیت : ابو جابر تھی ۔ اوران میں سے مصعب بن عمیر ہیں جو بنی عبدالدار بن قصی القرشی کے بھائی ہیں ، وہ نبی مکرم ﷺ سے پہلے مدینہ آگئے تھے ، اوراحد کے دن شھید ہوئے ۔

مثال

"۶۶ ۔ .... ومنهم عبيد ابو عامر الاشعری ، قتل ايام حنين ، قبل وفاة النبي ﷺ باقل من سنتين ."(۲)

ترجمہ: اوران میں سے عبید ابو عامر الاشعری ہیں ، نبی مکرم ﷺ کی وفات سے دو سال سے تھوڑا کم عرصہ قبل ، غزوہ حنین کے دنوں میں شھید ہوئے ۔

مثال

"۷۴ ۔ .... حدثنا محمد ، قال : اخبرنا اسماعيل بن ابی اويس ، قال : حدثني اسماعيل بن ابراهيم بن عقبة ، عن موسیٰ بن عقبة ،قال ابن شهاب : اخبرني عروة بن الزبير ،عن عائشة --زوج النبي ﷺ -- قالت : توفي النبي ﷺ وهو ابن ثلاث وستين "(۳)

ترجمہ: ۔۔۔ہم کومحمد نے بیان کیا ، کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے خبر دی ، وہ کہتے ہیں : مجھے اسماعیل بن ابراھیم بن عقبہ نے بیان کیا ، وہ موسیٰ بن عقبہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابن شھاب نے کہا کہ مجھے عروۃ بن زبیر نے بیان کیا ، وہ حضرت عائشہؓ-زوجہ رسول ﷺ - سے بیان کرتے ہیں ،حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نبی مکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے اوراس وقت آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی ۔

---

(۱) التاريخ الاوسط ، ۱ : ۳۰۲

(۲) ايضا ، ۱ : ۳۱۷

(۳) ايضا ، ۱ : ۳۳۱

مثال

"حدثنا محمد ، قال : حدثنا اسحاق ، قال :۔ حدثنا خالد عن خالد ، عن عکرمة : قتل ابو حذیفة بن عتبة بن ربیعه یوم الیمامة ---وهو القرشی ---"(۱)

ترجمہ: ہمیں محمد نے بیان کیا، کہتے ہیں کہ ہم کو اسحاق نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ہمیں خالد نے خالد سے اور وہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جنگ یمامہ کے دن شھید ہوئے ، اور وہ قرشی تھے۔

جرح وتعلیل کا ذکر کرنا:

التاریخ الاوسط جو مکتبہ الرشد ناشرون نے طبع کی ہے اس کی تحقیق دو لوگوں نے کی ہے، یہ کتاب پانچ جلدوں میں مطبوع ہے، پہلی چار جلدوں میں کتاب اور آخری، پانچویں جلد فہرست پر مشتمل ہے۔پہلی دو جلدوں کی تحقیق (جن میں مذکورہ تراجم کی تعداد ۹۱۸ ہے) دکتور تیسیر بن سعد ابوحیمد نے کی ہے اور دوسری دو جلدوں کی تحقیق الدکتور یحییٰ بن عبداللہ الثمالی نے کی ہے، پہلی دو جلدوں میں چونکہ صحابہ کرام ، تابعین کرام اور ان کے اتباع کا تذکرہ ہے اس لئے ان میں رواۃ پر کلام کی عبارات اور نصوص نہ ہونے کے برابر ہیں ، تاہم دوسرے حصہ میں جرح وتعدیل کے متعلق امام بخاری کے اقوال موجود ہیں ۔

دکتور تیسیر بن سعد لکھتے ہیں :

"والقسم الذی کلفت بتحقیقه ودراسته قل ان تجد فیه کلاما للبخاری فی الجرح والتعدیل ؛ لان اغلب التراجم تتعلق بالصحابة فمن دونهم من طبقة التابعین ، بخلاف القسم الذی کان من نصیب زمیلی فی التحقیق والدراسة ، وقد احصی عدد الرواة الذین تکلم فیهم البخاری اوحکی عن غیره کلاما فیهم فبلغ عددهم (۵۰۰) رجل تقریبا"(۲)

ترجمہ: وہ حصہ جس کی تحقیق کی ذمہ داری میری لگائی گئی ، اس میں آپ بہت کم جرح وتعدیل کے الفاظ پائیں گے ، کیونکہ اکثر تراجم صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین سے متعلق ہیں ، اس کے برعکس وہ حصہ جس کی میرے ساتھی نے تحقیق کی وہ کافی ایسے رواۃ پر مشتمل ہے جن میں امام بخاری نے کلام کیا، اوراپنے علاوہ کسی اور کا کلام ان کے بارے ذکر کیا، ایسے رواۃ کی تعداد پانچ سو تک پہنچ جاتی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کتاب میں امام بخاری نے بہت کم جرح وتعدیل کی ہے ، اور

---

(۱) التاریخ الاوسط ، ۱: ۳۸۰

(۲) مقدمة ، التاریخ الاوسط ، ۱: ۱۹۷

جہاں پر جرح وتعدیل کی ہے،اس کی چند امثلہ ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

مثال

"۸۳. .... وقال عمار بن ابی عمار ، عن ابن عباس : توفی النبی ﷺ وهو ابن خمس وستین . ولا یتابع علیه ، وکان شعبة یتکلم فی عمار"(۱)

ترجمہ: ـــــ اور عمار بن ابی عمار حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی مکرم ﷺ کی وفات کے وقت عمر پینسٹھ سال تھی ، اس کا تابع موجود نہیں ہے، اور شعبہ، عمار میں کلام کیا کرتے تھے۔

مثال

"۶۳۹ . قال الشعبی : حدثنا الحارث ، وکان کذابا"(۲)

ترجمہ: شعبی کہتے ہیں: ہمیں حارث نے بیان کیا، اور وہ کذاب تھا۔

مثال

"۸۷۰ . ...حنش بن المعتمرالصنعانی . وقال بعضهم : حنش بن ربیعة الکنانی ، عداده فی الکوفیین . عن علی ، روی عنه سماک ، والحکم . یتکلون فی حدیثه"(۳)

ترجمہ: حنش بن المعتمر الصنعانی ، اور بعض لوگوں نے کہا کہ: حنش بن ربیعہ الکنانی ، اس کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے ، یہ علی سے روایت کرتے ہیں، ان سے سماک نے روایت بیان کی ۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ: محدثین نے اس میں کلام کی ہے۔

روایت میں ادائیگی کے الفاظ

التاریخ الاوسط کے محقق یوں رقمطراز ہیں:

" تنوعت الفاظ الاداء عند البخاری فی کتابه هذا ، واغلبها بصیغة التحدیث المشهورة : ((حدثنا)) ، ((حدثنی)).وروی بصیغة ((قال لی)) ، ((وقال لنا)) ، وهی قلیله."(۴)

---

(۱) التاریخ الاوسط ، ۱: ۳۳۹

(۲) ایضا ، ۲: ۸۷۵

(۳) ایضا ، ۲: ۱۰۷۸

(۴) ایضا ، ۱: ۱۶۴

ترجمہ:اس کتاب میں امام بخاری کے الفاظ ادا مختلف ہیں، اور ان میں زیادہ استعمال تحدیث کے مشہور صیغہ [حدثنا] ، [حدثني] کا کیا ہے ۔امام موصوف نے [قال لي] اور [قال لنا] سے بھی روایت کیا لیکن یہ کم ہیں۔

مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری مختلف الفاظ ادائیگی استعمال کرتے ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر لفظ ''حدثنا'' اور ''حدثني'' کا استعمال کیا ہے ۔اور بعض اوقات ''قال لي'' یا ''قال لنا'' کے ذریعہ بیان کرتے ہیں۔

لقاء اور سماع کو اہتمام سے بیان کرنا

امام بخاری کا یہ موقف ہے کہ سند متصل ہونے کے لئے ہم عصر ہونے کے ساتھ ساتھ راوی کی شیخ سے ملاقات کا صراحت سے علم ہونا بھی ضروری ہے ۔اسی وجہ سے امام بخاری اپنی کتب میں رواۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے لقاء کو بھی بوقت ضرورت اہتمام سے بیان کرتے ہیں۔

اُمثلہ

☆ ترجمہ نمبر: ۸۵۸ میں ذکر کرتے ہیں:

"ولایعرف لطلحة سماع من ابن عبدالله"(۱)

ترجمہ: اور طلحہ کا سماع ابن عبداللہ سے ثابت نہیں ہے۔

☆ ترجمہ نمبر: ۴۹ میں ذکر کرتے ہیں:

"ولایعرف للمطلب سماع من ابی هريرة ، ولا لمحمد من المطلب"(۲)

ترجمہ: اور مطلب کا ابوھریرہ سے سماع ثابت نہیں، اور نہ ہی محمد کا مطلب سے۔

×......× نوٹ: بعض اوقات امام بخاری کسی راوی کے ترجمہ میں کہتے ہیں: [سمع فلانا] ،تو اس سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ امام بخاری نے اس کے سماع کی تصدیق کر دی ہے بلکہ یہ اس بات کی خبر دینا مقصود ہوتا ہے کہ راوی نے یہ کہا ہے کہ اس نے ،فلاں سے سنا ہے(۳)

---

(۱) التاريخ الاوسط، ترجمہ: ۸۵۸
(۲) ایضاء ۱: ۲۹۳
(۳) مقدمة التاريخ الاوسط ، ۱: ۱۷۲

احادیث کی علت بیان کرنا:

امام بخاری حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث کی علل سے بھی کما حقہ واقف تھے، اور محدثین نے بھی اس بات کو شرح صدر سے قبول کیا ہے اور اس کو بیان کیا ہے،

امام مسلم آپ کو "استاذ الاستاذین"، سید المحدثین اور "طبیب الحدیث فی علله" جیسے القاب دیتے ہیں (۱)

اور امام احمد بن حمدون بیان کرتے ہیں:

"رایت البخاری ، ومحمد بن یحیٰی یساله عن الاسامی والکنیٰ والعلل ، ومحمد بن اسماعیل یمر فیه مثل السهم ، کانه یقرا ((قل هو الله احد))"(۲)

ترجمہ: میں نے بخاری کو دیکھا، کہ محمد بن یحیٰی ان سے رواۃ کے اسماء، کنیتوں اور علل کے بارے سوال کر رہے تھے اور محمد بن اسماعیل ان سوالات میں سے تیر کی طرح گزرتے چلے جا رہے تھے، گویا کہ وہ [قل ھو اللہ احد] کی تلاوت کر رہے ہیں۔

احادیث کی علل بیان کرتے ہوئے امام بخاری:

مسند ومرسل کے لحاظ سے بحث کرتے ہیں۔

مرفوع وموقوف کے اعتبار سے

سند میں کسی راوی کے تبدیل ہوجانے سے

یا سند ہی تبدیل ہو جانے سے

یا سند یا متن میں کوئی زیادتی ہو تو اس کو ظاہر کرتے ہیں

دو روایات کو ذکر کرتے وقت ترجیح کے الفاظ

بعض اوقات امام بخاری کسی معلول حدیث کو بیان کر کے اس سے پہلے یا اس سے بعد صحیح روایت یا نص کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور ان میں سے صحیح کو مختلف الفاظ سے واضح کرتے ہیں:

[وهٰذا اصح] ، [والاول اشبه]، [والمرسل بارساله اصح]، [اسنده]، [غیر المرفوع اصح] وغیرہ (۳)

(۱) شرح علل الترمذی لابن رجب ، ص: ۱۹۲

(۲) ایضاً، ص: ۱۹۲

(۳) مقدمه، التاریخ الاوسط ، ۱ : ۱۷۴

فصل اول

مبحث رابع

امام بخاریؒ کا کتاب ''الضعفاء الصغیر'' میں منہج

مبحث رابع

کتاب الضعفاء الصغیر

کتاب کا تعارف

نام کتاب: "کتاب الضعفاء الصغیر"

نام مصنف: امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ (۲۵۶ھ)

نام محقق: محمود ابراہیم زاید

طابع: دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان

سن: ۱۴۰۶ھ --- ۱۹۸۶ء (الطبعۃ الاولیٰ)

کتاب کے راوی

امام بخاری کی یہ کتاب مطبوع اور متداول ہے اور اس کو آدم بن موسیٰ نے روایت کیا ہے (۱)

امام ابن حجر یوں رقمطراز ہیں:

[یرویہ عنہ ابو بشر محمدبن احمدبن حماد الدولابی ، وابو جعفر مسبح بن سعید ، وآدم بن موسیٰ الخواری] (۲)

ترجمہ: اس کتاب کو امام بخاری سے:

۱۔ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی

۲۔ابو جعفر مسیح بن سعید

۳۔آدم بن موسیٰ الخواری

روایت کرتے ہیں۔

اور کتاب کے محقق محمود ابراہیم زاید یوں رقمطراز ہیں:

---

(۱) التاریخ الاوسط، ۱: ۴۴

(۲) ھدی الساری، ص: ۵۱۷

[یرویه عنه ثلاثة من الحفاظ : ابو بشر محمدبن احمد بن احمد بن حماد الدولابی ، وابو جعفر مسبح بن سعید ، وآدم بن موسیٰ الخواری . والنسخة التی بین یدی القاری تعتمد علی روایة الخوای] (۱)

ترجمہ: اس کتاب کو امام بخاری سے تین حفاظ روایت کرتے ہیں: ابو بشر محمد بن احمد بن احمد بن حماد الدولابی ، ابو جعفر مسبح بن سعید، آدم بن موسیٰ الخواری ۔ اور جو نسخہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے اس کی بنیاد آدم بن موسی خواری کی روایت پر ہے۔

کتاب کا موضوع

امام بخاری کی یہ کتاب ان رواۃ کے تذکرہ کے لئے خاص ہے جو ضعیف ہیں۔

اس کتاب میں امام بخاری کا منہج

کتاب کے محقق نے اپنے مقدمہ میں امام بخاری کے منہج کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

[للامام البخاری منهج واضح فی کتبه التی الفها عن الرجال ، فهو یبتعد عن الاطالة ، وکثرة الاخبار، وهو لا یترجم الا لهدف محدد هو خدمة الحدیث ...] (۲)

ترجمہ: امام بخاری کا اپنی کتب رجال میں منہج واضح ہے، وہ طوالت سے احتراز کرتے ہیں، وہ راوی کا ترجمہ ایک خاص متعین ہدف کے مطابق کرتے ہیں، اور وہ ہدف حدیث کی خدمت کرنا ہے۔

ذیل میں امام بخاری کے منہج کو مختصر انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔

اختصار کا منہج

امام بخاری نے اپنی دیگر کتب کی طرح اس کتاب "الضعفاء" میں بھی اختصار کا منہج اختیار کیا ہے، آپ راوی کا نام ولدیت اور کنیت و نسب وغیرہ بیان کرکے اس کے ایک یا دو شیوخ اور بعض اوقات اس سے روایت لینے والوں کا تذکرہ کر کے اس پر اپنی طرف سے یا کسی سابق محدث کی طرف سے حکم لگا کر ترجمہ ختم کر دیتے ہیں۔

(۱) مقدمة المحقق ، کتاب الضعفاء الصغیر ، ص: ۷ ، محمد بن اسماعیل البخاری ، دارالمعرفة ، بیروت ، لبنان ، ۱۴۰۶ھ
(۲) ایضاء ص: ۱۳

کتاب کی ترتیب

☆**الفبائی ترتیب:** امام بخاری نے یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کی ہے۔

سب سے پہلے [باب الالف] قائم کیا اور پھر اس کے تحت آنے والے اسماء کے لئے الگ الگ ذیلی ابواب قائم کئے ، [باب الالف] میں سب سے پہلے [ابراهیم](۱) نامی رواۃ کا تذکرہ کیا اس کے بعد [باب الالف] کا دوسرا ذیلی باب [باب من اسمه اسماعیل](۲) قائم کیا اور پھر اس کے بعد [باب من اسمه اسحاق](۳) قائم کیا ہے۔اس کے بعد [باب من اسمه ایوب] (۴) اور اس کے بعد [باب من اسمه ابان] (۵) لائے ہیں

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاری ایک حرف تہجی کے تحت آنے والے ذیلی ابواب میں پہلے حرف کے بعد دوسرے حرف تہجی کو ترتیب میں ملحوظ خاطر نہیں رکھتے ،جس کی واضح دلیل ''اسحاق" اور''ایوب '' کے ابواب کے بعد ''ابان '' کا باب قائم کرنا ہے۔

اور امام بخاری ایک باب کے تحت اسماء کی ترتیب میں صرف راوی کے نام کے لحاظ سے ترتیب لگاتے ہیں رواۃ کے آباء کے ناموں کو مدنظر نہیں رکھتے:

جیسے [باب من اسمه اسحاق] میں پہلے راوی: اسحاق بن عبداللہ ہیں ، دوسرے راوی: اسحاق بن یحیٰی ، تیسرے: اسحاق بن الحارث اور چوتھے: اسحاق بن ابراھیم ہیں۔

دوسرا باب [باب الباء] ہے:

اس باب میں رواۃ کے اسماء تھوڑے ہونے کی وجہ سے آپ نے ہر نام کے لئے الگ سے ذیلی ابواب قائم نہیں کئے ، بلکہ کل چھ تراجم کو اسی ایک بڑی سرخی کے تحت بیان کیا گیا ہے ،جس میں چار اسماء [بشر] ہیں ایک [بزیع] اور ایک [باذام] ہے۔

[باب الظاء] (۶) کے تحت کوئی بھی راوی ذکر نہیں کیا گیا ۔اور کتاب میں اس باب کا عنوان قائم کرکے ،''لیس فیه شيء '' کے الفاظ مرقوم ہیں۔

---

(۱) الضعفاء الصغیر ، ص: ۱۲

(۲) ایضاء ص: ۱۸

(۳) ایضاء ص: ۲۱

(۴) ایضاء ص: ۲۲

(۵) ایضاء ص: ۲۳

(۶) ایضاء ص: ۲۵

آخری باب [باب الیاء] (۱) ہے اس میں کل ۲۳ رواۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اور سب سے آخر میں [باب الکنیٰ] (۲) قائم کیا ہے جس میں تین رواۃ:

۱۔ ابوبکر بن عبداللہ ۲۔ ابو الرجال ۳۔ ابو ماجد

کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اور اس مطبوع کتاب میں کل رواۃ کی تعداد ۴۱۸ ہے، جن تراجم کا امام موصوف نے تذکرہ کیا۔

رواۃ کا ترجمہ ذکر کرنے میں منہج:

☆ امام بخاری راوی کا نام، والد کا نام اور دادا کا نام ذکر کرتے ہیں، اور راوی کی قبیلہ یا علاقہ کی طرف نسبت کو بھی بیان کر دیتے ہیں:

جیسے : [۲۔ ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبة المدنی الانصاری الاشھلی، عن داود بن حصین : منکر الحدیث ۔] (۳)

☆ راوی کے شیوخ اور اس سے روایت کرنے والے تلامذہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔

جیسے : [۴۔ ابراھیم بن عمر بن ابان بن عثمان بن عفان ، سمع اباہ ، یروی عنه یوسف البراء فی حدیثه بعض المناکیر](۴)

☆جہاں ضروری ہو راوی کے عقیدہ کے متعلق بھی ذکر کرتے ہیں،

جیسے :[۸۔ ابراھیم بن محمد بن ابی یحییٰ المدنی الاسلمی مولاھم : کان یری القدر .....] (۵)

☆ راوی کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس کی کنیت کی بھی وضاحت فرما دیتے ہیں:

"۱۶۔ اسماعیل بن ابان ، عن ھشام بن عروۃ : متروک الحدیث ، کنیته ابو اسحاق ، کوفی (۶)

(۱) الضعفاء الصغیر ، ص: ۱۲۳

(۲)ایضاء ص: ۱۲۹

(۳)ایضاء ص: ۱۲

(۴) ایضاء ص: ۱۲

(۵)ایضاء ص: ۱۷

(۶)ایضاء ص: ۱۹

جرح کرنے میں منہج

☆ امام بخاری اپنی طرف سے براہ راست رواۃ پر جرح کرتے ہیں:

جیسے۔:۔[۹ . ابراهیم بن مهاجر بن مسمار المدنی : منکر الحدیث](۱)

ترجمہ: ابراہیم بن مہاجر بن مسمار المدنی، یہ منکر الحدیث ہے۔

جیسے : [۱٦ . اسماعیل بن ابان ، عن هشام بن عروة : متروک الحدیث ، کنیته ابو اسحاق ، کوفی .](۲)

اسماعیل بن ابان، یہ ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں، یہ "متروک الحدیث" ہیں، اس کی کنیت ابو اسحاق، کوفی ہے۔

متقدمین کی آراء کو ذکر کر کے بھی جرح کرتے ہیں

جیسے: [۱۰ . ابراهیم بن مسلم الهجری : عن ابن (ابی) اوفی ، وابی الاحوص ، قال عبدالله بن محمد : کان ابن عیینة یضعفه .](۳)

ترجمہ: ابراہیم بن مسلم الہجری یہ ابن ابی اوفی اور ابو الاحوص سے روایت کرتے ہیں۔عبداللہ بن محمد کا قول ہے: ابن عیینہؒ اس کو ضعیف کہتے تھے۔

جیسے : [۱۴ . اسماعیل بن ابراهیم ، ابو یحییٰ التیمی ، کوفی ، عن مخارق ، ومطرف ، قال ابن نمیر : ضعیف جدا .](۴)

ترجمہ: اسماعیل بن ابراہیم، ابو یحییٰ التیمی، کوفی، یہ مخارق اور مطرف سے روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن نمیر کہتے ہیں: یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

جیسے : [۷ . ابراهیم بن محمد ....ترکه ابن المبارک](۵)

ترجمہ: ابراہیم بن محمد ------اس کو ابن مبارک نے "ترک" کیا۔

---

(۱) الضعفاء الصغیر ، ص: ۱۸

(۲) ایضا، ص: ۱۹

(۳) ایضا، ص: ۱۸

(۴) ایضا، ص: ۱۹

(۵) ایضا، ص: ۱۷

☆ بعض اوقات وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں:

جیسے : [۲. ابراهيم بن محمد بن الحارث التيمي : عن ابيه ، لم يثبت حديثه ، روى عنه موسى بن عبيدة ، ضعف لذلك .](۱)

ترجمہ: ابراہیم بن الحارث التیمی ، یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ، اس کی حدیث ثابت نہیں ہے ، اس سے موسیٰ بن عبیدہ نے روایت لی ، اس وجہ سے ان کو ضعیف قرار دیا گیا۔

راوی کا ضعف ظاہر کرنے میں جن عبارات کا استعمال کیا

امام بخاری نے جرح ذکر کرنے کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں جن میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں:

☆ منكر الحديث (۲)

☆ وهو كثير الوهم (۳)

☆ في حديثه بعض المناكير (۴)

☆ سكتوا عنه (۵)

☆ لم يثبت حديثه (۶)

☆ في حديثه نظر (۷)

☆ متروک الحديث (۸)

☆ تركوه (۹)

---

(۱) الضعفاء الصغير ، ص: ۱۷

(۲) ايضاء ص: ۱۲

(۳) ايضاء ص: ۱۲

(۴) ايضاء ص: ۱۲

(۵) ايضاء ص: ۱۷

(۶) ايضاء ص: ۱۷

(۷) ايضاء ص: ۱۸

(۸) ايضاء ص: ۱۹

(۹) ايضاء ص: ۲۱

☆یتکلمون فی حفظه ، یکتب حدیثه (۱)

☆ یتکلمون فیه ، وفیه نظر (۲)

☆ولم یصح حدیثه (۳)

☆ لیس بمعروف الحدیث (۴)

سب سے زیادہ جس عبارت کا استعمال کیا

امام بخاری نے اس کتاب میں رواۃ پر جرح کرتے ہوئے جس عبارتِ جرح کا سب سے زیادہ استعمال کیا وہ [**منکر الحدیث**] ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) الضعفاء الصغیر ، ص: ۲۱

(۲)ایضاء ص: ۲۱

(۳)ایضاء ص: ۲۳

(۴)ایضاء ص: ۳۲

ماحاصل فصل اول

۱۔التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، الکنی، الضعفاء الصغیرفن اسماء الرجال میں امام بخاریؒ کی مطبوعہ تالیفات سے ہیں۔

۲۔امام بخاریؒ نے اپنی کتب کے ساتھ [الکبیر]، [الاوسط]، [الصغیر] وغیرہ کا اضافہ خودنہیں کیا بلکہ یہ بعد میں آپ کے تلامذہ یا دیگرمحدثین کی طرف سے کیا گیا ہے۔

۳۔امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر چاندنی راتوں میں نبی مکرمﷺ کی قبرمبارک کےقریب بیٹھ کرلکھی۔

۴۔امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر کوالفبائی ترتیب سے مرتب کیا۔

۵۔التاریخ الکبیر کےمشہور راوی: **محمد بن سهل بن كردى البصرى**ؒ ہیں۔

۶۔التاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ نے انتہائی اختصار کا دقیق منہج اپنایا جس کو اہل علم ہی ٹھیک طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔

۷۔التاریخ الکبیر میں ۱۲۰۰۰ سے زائد رجال کے حالات زندگی کوقلم بند کیا گیا ہے۔

۸۔التاریخ الکبیر میں جرح وتعدیل اتنی زیادہ نہیں ہے اورتعدیل کی نسبت جرح زیادہ ہے۔

۹۔راوی پر جرح کرتے وقت امام بخاریؒبعض اوقات براہ راست اپنی طرف سے اوربعض اوقات متقدمین کی احوال ذکرکرتے ہیں۔

۱۰۔التاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ راوی کے ترجمہ میں بعض دفعہ اس کی روایت کردہ احادیث کا بھی ذکرکرتے ہیں جس سے ان کی مختلف جگہوں پرمختلف مرادمقصود ہوتی ہے۔

۱۱۔امام بخاریؒ کی کتاب الکنی کے بارے کچھ محدثین کا خیال ہے کہ یہ التاریخ الکبیر کا جزء ہے تاہم راجح موقف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ سے ایک کتاب ہے کیونکہ ان دونوں کتب کے روای الگ الگ ہیں۔

۱۲۔الکنی میں مذکورہ تراجم کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

۱۳۔الکنیٰ کے راوی محمد بن ابراہیم بن شعیب المعروف بالغازی ہیں۔

۱۴۔التاریخ الاوسط بھی امام بخاری کی رجال پر اہم کتب سے ہے، جوکہ رجال کی تواریخ وفات کی ترتیب سے

مرتب کی گئی ہے۔

۱۵۔التاریخ الاوسط کے راوی: ابو محمد زنجویہ بن محمد النیشاپوری ہیں اور عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الخفاف بھی اس کے معروف راوی ہیں۔

۱۶۔التاریخ الاوسط میں بھی امام بخاریؒ نے اختصار کا منہج اپنایا ہے۔

۱۷۔امام بخاریؒ نے اپنی کتب میں الفاظ ادائیگی میں سب سے زیادہ: [حدثنا]، [حدثني]، [قال لي] اور [قال لنا] کا استعمال کیا ہے۔

۱۸۔امام بخاری کے نزدیک [حدثنا]، [اخبرنا] اور [انبانا] ایک ہی معنی میں ہیں۔

۱۹۔امام بخاریؒ نے اپنی رجال کی کتب میں رواۃ کے لقاء وسماع کے معاملے پر توجہ دی ہے اور اس کو اہتمام سے ذکر کیا ہے۔

۲۰۔امام بخاریؒ نے ضعفاء پر بھی کتاب لکھی جو کہ [الضعفاء الصغير] کے نام سے مشہور ہے۔

۲۱۔الضعفاء الصغیر کو امام بخاریؒ سے ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابوجعفر مسبح بن سعید اور آدم بن موسیٰ الخواری نے روایت کیا ہے۔

۲۲۔الضعفاء الصغیر بھی حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب ہے اور اس میں بھی آپ کا منہج انتہائی اختصار کا منہج ہے۔

۲۳۔رواۃ پر جرح کرنے میں امام بخاریؒ نے سب سے زیادہ [منكر الحديث] کا استعمال کیا ہے۔

باب ثالث

فصل ثانی

جرح وتعدیل میں امام بخاریؒ کا اسلوب

اس فصل میں اس بات پر بحث کی جائے گی کہ امام بخاری کا شمار کس قسم کے نقادِ رجال میں کیا جاتا ہے، آیا وہ معتدل ناقد وجارح تھے یا متشدد یا متساہل؟ اور اس کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل میں امام بخاری نے جن الفاظ وعبارات کا استعمال کیا ان کا تذکرہ کیا جائے گا، اور چند مخصوص عبارات جن سے امام بخاری کی ایک خاص مراد ہوتی ہے اس کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ فصل سات مباحث پر مشتمل ہے، جن کی تقسیم کچھ یوں ہے:

مبحث اول: امام بخاری کیسے ناقد تھے؟

مبحث ثانی: الفاظ الجرح والتعدیل

مبحث ثالث: مخصوص عبارات جرح اور امام بخاریؒ کی مراد

مبحث رابع: ''معنعن'' والی سند اور امام بخاریؒ کا منہج

مبحث خامس: امام بخاری کی ''الاحتمال'' کی اصطلاح کی وضاحت

مبحث سادس: ''متکلم فیہ'' رواۃ کی احادیث لینے میں منہج

مبحث سابع: امام بخاریؒ کی ''حسن'' کی اصطلاح

فصل ثانی

مبحث اول

امام بخاریؒ کیسے ناقد تھے؟

☆الف: معتدل منہج کے حامل ناقد

☆ب: جرح میں احتیاط اور اس کی وجہ

مبحث اول

الف: امام بخاریؒ معتدل منہج کے حامل ناقد

جس طرح محدثین نے جرح و تعدیل کو مراتب میں تقسیم کیا اسی طرح بڑی دقیق نظری کے ساتھ شخصیات کا مطالعہ کر کے ہر محدث اور ناقد و جارح کے بارے بھی یہ طے کیا کہ یہ کیسی طبیعت کا حامل ہے ؛ آیا یہ تند مزاج ہے یا ست رو ، نقد و جرح کرنے میں مبالغہ یا ست روی سے کام تو نہیں لیتا ، تو اسی بات کو مدنظر رکھ کر محدثین نے ناقدین ومعدلین کے کو مختلف مراتب میں تقسیم کیا ہے ، اور امام بخاری کا شمار ان مراتب میں سے معتدل نقاد میں کیا گیا ہے ۔

الموقظہ میں مرقوم ہے:

[حكاية الجرح والتعديل ، فمنهم من نفسه حاد في الجرح ، ومنهم من هو معتدل ومنهم من هو متساهل.

فالحاد فيهم: يحيىٰ بن سعيد ، وابن معين ، و ابو حاتم ، وابن خراش ، وغيرهم

والمعتدل فيهم: احمد بن حنبل ، والبخارى ، وابو زرعة .

والمتساهل : كالترمذى ، والحاكم ، والدارقطني في بعض الاوقات .](۱)

ترجمہ: جرح وتعدیل کا تذکرہ ، پس ان میں سے کچھ جرح کرنے میں متشدد ہیں ، اور کچھ ان میں سے معتدل مزاج ہیں اور کچھ متساہل ہیں:

۱ ان میں سے متشدد: یحیٰی بن سعید ، اور ابن معین ، ابو حاتم ، ابن خراش وغیرہ ہیں ۔

معتدل: احمد بن حنبل ، امام بخاری ، ابو زرعہ رازی ہیں۔

متساہل: ترمذی ، حاکم ، دارقطنی بھی بعض اوقات۔

---

(۱) ذهبی، محمدبن احمد ، شمس الدين، الموقظة فی علم مصطلح الحديث ، ص: ۸۳، دارالبشائر الاسلاميه للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت لبنان ، ۱۴۱۲ھ

ب: جرح میں احتیاط اور اس کی وجہ

امام بخاری نہایت درجہ کے زاہد اور متقی شخص تھے ہر معاملے میں دینی اقدار کو بہت اہمیت دیتے اور سوچ بچار سے مناسب راہ اختیار کرتے ، جرح تعدیل میں جہاں آپ کو یہ احساس تھا کہ یہ کام نہایت اہم اور دین اسلام کی بقا اور حفاظت کے لئے بہت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ جرح کرنے میں بہت احتیاط کا راستہ اختیار کرنا چاہتے تھے ، انہوں نے زندگی میں کبھی کسی کی غیبت نہیں کی تھی اور ان کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ مجھے بہت امید ہے کہ قیامت کے دن میرے ذمے غیبت کا گناہ نہیں نکلے گا۔

بکر بن منیرؒ نے فرمایا

کہ میں نے امام بخاریؒ کو فرماتے سنا کہ: مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح ملوں گا کہ وہ مجھے کسی کی غیبت کرنے پر میرا مواخذہ نہیں فرمائے گا (۱)

امام بخاری نے اگر کسی پر تنقید کی بھی ہے تو اس انداز میں کی کہ مجروح راوی کی توہین نہ ہو اور اصل مقصود بھی حاصل ہو جائے ،امام بخاری کی اس عظیم عادت اور نیکی کی دیگر محدثین نے بھی تصدیق کی ہے ۔

جرح وتعدیل میں امام بخاری کی احتیاط بارے امام ذہبیؒ کی وضاحت

امام ذہبی امام بخاری کی اس بات کی تصدیق یوں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے انہوں نے سچ فرمایا ، جو کوئی جرح وتعدیل میں ان کا کلام دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ لوگوں کے متعلق بات کرنے میں کس قدر محتاط تھے اور کسی کو ضعیف قرار دینے میں کس قدر انصاف سے کام لیتے تھے ،عموماً ان کا کہنا ہوتا تھا: " منكر الحديث " ، " سكتوا عنه " ، " فيه نظر " وغیرہ اور وہ کم ہی کسی کے بارے" كذاب " اور" كان يضع الحديث " جیسے الفاظ کا استعمال کرتے تھے ، حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر میں کہوں" في حديثه نظر "تو وہ راوی متہم اور واہی ہے (۲)

علامہ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں

کہ امام بخاری لوگوں پر کلام کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے، اگر ان کے جرح وتعدیل کے الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی، وہ اکثر کہتے تھے :" سكتوا عنه" ،" فيه نظر " ،" تركوه" وغیرہ اور کم ہی ایسے الفاظ کا استعمال کرتے : " كذاب " ،" وضاع" البتہ یوں کہتے :"كذبه فلان" ، " رماه فلان يعني بالكذب "(۳)

(۱) تاریخ بغداد ، ۲: ۱۳

(۲) سیر اعلام النبلاء ، ۱۲: ۴۳۹ ، ۴۴۱

(۳)ھدی الساری، ص: ۰

فصل ثانی

مبحث ثانی

جن الفاظ کا امام بخاریؒ نے جرح وتعدیل میں استعمال کیا

☆الف: تعدیل کے الفاظ

☆ب: جرح کے الفاظ

مبحث ثانی

جرح و تعدیل میں امام بخاریؒ کے الفاظ

الف: تعدیل کے الفاظ

☆صدوق (۱)

☆ثقه (۲)

☆ صدوق حافظ (۳)

☆ معروف الحديث (۴)

☆مشهور الحديث(۵)

☆ يروى عنه (۶)

☆يكتب حديثه (۷) وغيره

---

(۱) التاریخ الکبیر ،۱: ۳۴۷

(۲)ایضاء ۱ : ۳۷۲

(۳)ایضاء ۳: ۴۷۲

(۴)ایضاء ۱ : ۸۸۱

(۵)ایضاء ۱ : ۳۹۹

(۶)ایضاء ۱ : ۸۷۲

(۷) الضعفاء الصغیر ، ۱

ب: جرح کے الفاظ

☆منكر الحديث لايكتب حديثه (۱)

☆عنده مناكير (۲)

☆في حديثه مناكير (۳)

☆ فيه نظر (۴)

☆ لايتابع في احاديثه (۵)

☆صاحب عجائب (۶)

☆عنده عجائب (۷)

☆لايكتب حديثه (۸)

☆صدوق الا انه يغلط (۹)

☆ يهم في الشيء بعد الشيء (۱۰)

☆ ضعيف الحديث (۱۱)

☆ ذاهب الحديث (۱۲)

---

(۱) التاريخ الكبير، ۱:۸۸
(۲) ايضاً، ۱:۶۷
(۳)ايضاً، ۳: ۳۴۳
(۴)ايضاً، ۳: ۲۵
(۵)ايضاً، ۱: ۲۷۷
(۶)ايضاً، ۳: ۴۷۳
(۷)ايضاً، ۳: ۱۷۲
(۸)ايضاً، ۲: ۲۱۱
(۹)ترمذی، العلل الترمذی الکبیر : ۶۷، ترتیب ابی طالب القاضی، مکتبة الاقصی، عمان اردن، ۱۴۰۶ھ
(۱۰) التاريخ الكبير، ۳: ۲۴
(۱۱) العلل : ۳۸
(۱۲) التاريخ الكبير، ۱: ۲۱۸

☆ يذكر عنه سوء مذهب (۱)

☆ لاتقوم الحجة به (۲)

☆منكر الحديث (۳)

☆ ليس بقوى (۴)

☆ ليس بذلک القوى (۵)

☆ ضعيف (۶)

☆عنده مناكير (۷)

☆ في حديثه بعض المناكير (۸)

☆ لم يثبت حديثه(۹)

☆ متروک(۱۰)

☆منكر الحديث جدا(۱۱)

---

(۱) التاريخ الكبير ، ۳: ۹۳
(۲)ایضاء ۴: ۱۳
(۳)ایضاء ۱: ۱۶۷
(۴)ایضاء ۳: ۳۷۰
(۵)ایضاء ۴: ۳۲۲
(۶)ایضاء ۸: ۳۸۷
(۷)ایضاء ۱: ۹۸۸
(۸)ایضاء ۱: ۹۷۷
(۹)ایضاء ۱: ۱۰۰۳
(۱۰)ایضاء ۳: ۶۷
(۱۱) ایضاء ۱: ۸۸

جرح میں متقدمین کی آراء کا ذکر کرنا

☆لایحیجون بحدیثه (۱)

☆یتکلمون فیه (۲)

☆فی حدیثه (۳)

☆یتکلمون فی حفظه (۴)

☆سکتوا عنه (۵)

☆لیس بالقوی عندهم (۶)

☆هو لین عندهم (۷)

☆ترکوه (۸)

متقدمین کا نام لے کر ان کی رواۃ پر جرح ذکر کرنا

☆وهنه علی (علی بن المدینی) (۹)

☆اتهمه ابن معین (۱۰)

☆ترکه وکیع (۱۱)

---

(۱) التاریخ الصغیر ، ۲: ۱۱۰
(۲) التاریخ الکبیر ، ۳: ۲۴۸
(۳)ایضاء ۳: ۹۹
(۴)ایضاء ۱: ۳۴
(۵)ایضاء ۱: ۲۳۲
(۶)ایضاء ۴: ۴۲
(۷)ایضاء ۴: ۳۵۱
(۸)ایضاء ۳: ۳۷۱
(۹)ایضاء ۴: ۸۴
(۱۰)ایضا ، ۴: ۱۰۴
(۱۱) ایضاء ۳: ۲۰۵

☆ضعفه احمد (۱)

☆قال لي عمرو بن علي (۲)

☆ كان يزيد بن هارون يرميه بالكذب (۳)

سخت تنقید کرنے میں منہج

امام بخاری نے [ابو ایوب سلیمان بن داود الشاذکونی] کے بارے کہا:

[هو اضعف عندی من کل ضعف] (۴)

ایک راوی کوخود [کذاب] کہنا

یوں تو امام بخاری کے کا منہج یہی ہے کہ وہ سخت الفاظ میں کسی پر جرح نہیں کرتے لیکن ایک راوی ایسا بھی ہے جس کے بارے امام بخاری نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں [کذاب] کا لفظ استعمال کیا ہے ۔

[۲۵۳۶۔الحسن بن عمرو العبدی ، بصری ،یروی عن علي بن سویدوابي نعامة ، کذاب] (۵)

ترجمہ:حسن بن عمرو العبدی ،بصری ، یہ راوی علی بن سوید اور ابو نعامہ سے روایت کرتا ہے، اور یہ ''کذاب'' ہے ۔

---

(۱) التاریخ الکبیر ، ۱: ۲۱۸

(۲)ایضاً ۱: ۲۱۸

(۳)ایضاً ۳؛ ۱۷۲

(۴) میزان الاعتدال ، ۲: ۲۰۵ ، تذکرۃ الحفاظ ، ۲: ۴۸۸

(۵) التاریخ الکبیر ، ۲: ۲۹۹

فصل ثانی

مبحث ثالث

امام بخاریؒ کے جرح میں مخصوص الفاظ اور ان سے امام کی مراد

الف: فیہ نظر

ب: سکتوا عنہ

ج: منکر الحدیث

د: مقارب الحدیث

ھ: لیس بالقوی

مبحث ثالث

امام بخاریؒ کے جرح میں مخصوص الفاظ اور ان سے امام کی مراد

الف: [النظر] فیہ نظر، فی حدیثہ نظر، فی اسنادہ نظر وغیرہ

لغوی معانی

فیہ نظر سے مراد کہ اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے، جیسا کہ تاج العروس میں مرقوم ہے [النظر : التامل] (۱)

اسی طرح النظر کا معنی [الانتظار] (۲) بھی کیا گیا ہے

اصطلاحی معانی

یوں بیان کئے ہیں، ''النظر : التوقف والتردد ومجال التفکیر لعدم وضوح الشیء او التامل''

(۳)

ترجمہ: کہ النظر سے مراد کسی چیز میں شک یا عدم وضاحت کی وجہ سے غور وفکر اور تردد کرنا۔

اگر لغوی اور اصطلاحی معانی کو مدنظر رکھا جائے تو امام بخاری کے قول [فیہ نظر] سے مراد معلوم ہوتی ہے کہ امام موصوف کے نزدیک اس راوی کے بارے کوئی رائے دینے میں ابھی مزید غور وخوض کی ضرورت ہے

لیکن امام بخاری کی اس استعمال شدہ ترکیب کے بارے محدثین کرام مختلف آراء رکھتے ہیں، امام ذہبی اور ان کے ہم نوا محدثین اس سے مراد شدید جرح لیتے ہیں، جبکہ اکثر متاخرین اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں۔

امام ذہبیؒ کی رائے

امام ذہبیؒ نے امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے:

[اذا قلت فلان فی حدیثہ نظر فھو متھم واہ] (۴)

---

(۱) تاج العروس، ۱: ۱۲۲۲

(۲) مختار الصحاح، ۱: ۲۷۸

(۳) ایمن بن عبدالفتاح، ابو عبدالرحمٰن، تدقیق النظر فی قول البخاری فیہ نظر، ص: ۱۸، دار المودۃ للنشر والانتاج الاعلامی، ۱۴۲۹ھ

(۴) سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۴۳۹

ترجمہ: جب میں کسی راوی کے بارے کہوں کہ [في حديثه نظر] تو وہ متہم ہوتا ہے۔

امام ذہبی نے ایک روای: عبداللہ بن داود الواسطی کے ترجمہ میں لکھا:

[قد قال فيه البخاري (فيه نظر)، ولا يقول هذا الا فيمن يتهمه غالبا] (۱)

ترجمہ: تحقیق جس کے بارے بخاری [فيه نظر] کہیں، تو یہ اکثر اسی کے بارے کہتے ہیں جس کو وہ متہم قرار دیں۔

اسی طرح انہوں نے عثمان بن فائد کے ترجمہ میں کہا:

[قال البخاري في حديثه نظر، وقل ان يكون عند البخاري رجل فيه نظر الا وهو متهم] (۲)

ترجمہ: امام بخاری نے اس کے بارے کہا، فیہ نظر، سوائے چند کے جس کو بھی امام بخاری، فيه نظر، کہیں وہ ''متهم'' ہوتا ہے۔

امام ذہبیؒ کی مذکورہ عبارات سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک امام بخاریؒ جس راوی کے بارے [فيه نظر] وغیرہ کہ دیں تو وہ راوی متہم، اور نا قابل اعتبار ہوتا ہے۔

عبدالرحیم بن الحسین العراقیؒ کی رائے

علامہ عراقی نے اپنی کتاب ''التقييد والايضاح'' میں مراتب الجرح کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

[ومن الرتبة الرابعة فلان متهم بالكذب، وهالك وليس بثقة، ولا يعتبر به، و فيه نظر، وسكتوا عنه، وهاتان العباراتان يقولهما البخاري في من تركو حديثه] (۳)

ترجمہ: اور چوتھا درجہ: ''فلان متهم بالكذب''، ''هالك''، ''ليس بثقة''، ''لايعتبر به'' اور ''فيه نظر'' اور ''سكتوا عنه''؛ اور یہ (آخر الذکر) دو عبارتیں امام بخاری ان کے بارے کہتے ہیں، جس کی وہ احادیث کو ترک کر دیں۔

اس عبارت سے علامہ عراقی کی رائے اور موقف کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک بھی امام بخاریؒ کے [فيه نظر] سے مراد اس راوی کا متروک ہونا ہے۔

(۱) ميزان الاعتدال، ۴: ۹۲
(۲) ميزان الاعتدال، ۵: ۲۲
(۳) التقييد والايضاح، ۱: ۱۶۳

علامہ عبدالرحمنؒ بن ابی بکر سیوطی کی رائے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

[**البخاری یطلق [فیه نظر] و [سکتوا عنه] فی من ترکوا حدیثه**] (۱)

ترجمہ:امام بخاری''فیه نظر'' اور''سکتوا عنه'' کا اطلاق اس پر کرتے ہیں ،جس کو حدیث کو وہ ترک کر دیں۔

امام اسماعیلؒ بن عمر بن کثیر کی رائے

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

[**فیه نظر و سکتوا عنه : انهما ادنی المنازل عنده واردأها**] (۲)

ترجمہ:''فیه نظر'' اور''سکتوا عنه'' یہ ان کے (امام بخاری کے) نزدیک نچلا ترین درجہ ہے۔

ابو الخیر محمد بن عبدالرحمن السخاویؒ کی رائے

[**وکثیر ا ما یعبر البخاری بهاتین الاخیرتین**

(فیه نظر) و (سکتواعنه) فی من ترکوا حدیثه] (۳)

ترجمہ:اور اکثر طور پر امام بخاری کی ان دو عبارتوں:''فیه نظر'' اور''سکتوا عنه'' سے تعبیر یہی ہے کہ انہوں نے اس کو حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال و آراء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام ذہبی اور پھر ان کی اقتدا میں علامہ سیوطی ،ابن کثیر ،امام سخاوی وغیرہ کے نزدیک امام بخاری [النظر] والے قول سے مراد سخت قسم کی جرح ہے ،اور جس راوی کے بارے امام موصوف یہ فرما دیں وہ **متهم بالکذب** اور متروک راوی ہے اور اس سے قطعا روایت نہیں لی جائے گی۔

---

(۱)سیوطی، تدریب الراوی، ۱: ۳۴۹، مکتبة الریاض الحدیثة.

(۲) اختصار علوم الحدیث، ۱۰۲

(۳) فتح المغیث، ۲: ۲۹۰

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حقیقت حال اس سے کچھ مختلف ہے تو غلط نہ ہوگا۔

اور اس کی کچھ قابل قبول وجوہ بھی ہیں

☆ایسے رواۃ جن کے بارے امام بخاری نے [فیہ نظر] یا اس جیسے الفاظ کہے ان سے خود اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔

☆ایسے رواۃ سے ان محدثین نے بھی روایات لیں اور ان کو ثقہ کہا جو امام بخاری کی علمی قدر ومنزلت سے بخوبی واقف اور معترف بھی ہیں۔

☆ امام بخاری نے یہ [فیہ نظر] یا اس سے ملتے جلتے الفاظ معزز صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ کے بارے بھی ارشاد فرمائے ہیں ۔تو یہ ناممکن ہے کہ امام موصوف کسی صحابی یا تابعی کے بارے [متھم واہ] جیسے الفاظ یا ان کا متبادل استعمال کریں ۔

☆متعدد ائمہ نے اس قول سے مراد [متھم] ہونا امام ذہبی کی اقتداء میں کہا ہے جبکہ امام ذہبی خود اس کو [ما قل] اور [غالبا] جسے الفاظ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں ۔

[فیہ نظر] سے مراد ہر راوی کا متہم ہونا نہیں ہے

دیگر محدثین کی یہ رائے ہے کہ اس ترکیب سے مراد ہر وہ راوی جس کے بارے امام بخاری نے [فیہ نظر] کہ دیا ہے وہ متہم نہیں ہے، بلکہ اس میں مختلف جگہ پر مختلف مراد لی جائے گی ۔

امام بخاری کے ان الفاظ [فیہ نظر] کے بارے ابوعبدالرحمن ایمن بن عبدالفتاح نے تدقیق النظر فی قول البخاری ((فیہ نظر)) کے نام سے مستقل ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس میں انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ دلائل ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ [فیہ نظر] یا اس جیسے دوسرے کلمات سے کوئی مستقل ایک حکم مراد نہیں بلکہ اس کو دیگر قرائن اور شواہد سے طے کیا جائے گا کہ یہاں امام بخاری کی مراد کیا تھی ؟

ابوعبدالرحمن ایمن یوں رقمطراز ہیں

[اقول وباللہ التوفیق : لقد جمعت کثیرا ممن قال فیھم البخاری : ((فیہ نظر ، فی اسنادہ نظر ، فی صحبتہ نظر،)) الی غیر ذلک من العبارات ، وذلک من اھم کتبہ ک[التاریخ الکبیر] ، و [التاریخ الاوسط] ، و [الضعفاء الصغیر] ، و [الادب المفرد] وکذلک لغیرہ عنہ ک [العلل الکبیر] للترمذی ، وغیرہ ، حتی وصل عدد من قال فیہ البخاری [فیہ نظر] الی سبعین و مائۃ او یزیدون، وبعد

قراءة كل الالفاظ وجدت انه يستحيل جمع كل هذه العبارات تحت معنى وحكم واحد] (۱)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں: میں نے ان رواۃ کو جمع کیا جن کے بارے امام بخاری نے اپنی کتب: التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، الضعفاء الصغیر، الادب المفرد اور اسی طرح امام ترمذی کی العلل الکبیر میں [فيه نظر]، [في اسناده نظر]، [في صحبته نظر] جیسے الفاظ استعمال کئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) تک پہنچ گئی، تمام الفاظ اور عبارات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان تمام عبارات کو ایک معنی اور ایک حکم کے تحت اکٹھا کرنا ممکن نہیں ہے۔

مندرجہ بالا متن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاری نے تقریباً ۱۷۰ سے زائد رواۃ کے بارے اس [فيه نظر] جیسی تراکیب کا استعمال کیا۔ جس میں امام بخاری کے مختلف جگہ پر مقاصد مختلف تھے۔

جیسا کہ ابوعبدالرحمن ایمن مزید لکھتے ہیں:

"[فاحيانا يقصد البخاريؒ رواية بعينها،"

ترجمہ: بعض اوقات امام بخاریؒ کی مراد وہ خاص روایت ہوئی ہے۔

"واحيانا يقصد راويها،"

ترجمہ: بعض اوقات اس سے مقصود راوی میں طعن ہوتا ہے۔

"احيانا يجد حكم من سبقه في الراوي غير ما يرى فيتوقف،"

ترجمہ: بعض اوقات وہ متقدمین کی رائے سے ہٹ کر کوئی چیز کسی راوی میں دیکھتے ہیں تو اس پر توقف اختیار کرنے کے لئے یہ بات کہہ دیتے ہیں

"واحيانا تاتي قرائن تدل على شدة الضعف،"

ترجمہ: اور بعض دفعہ قرائن اس راوی کے شدید ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔

"واحيانا تاتي قرائن تدل على القبول،"

ترجمہ: اور بعض اوقات قرائن اس کے قبول پر دلالت کر رہے ہوتے ہیں

"واحيانا يقصد الطعن في حفظ الراوي،"

ترجمہ: اور بعض اوقات امام بخاری کا مقصود راوی کے حفظ میں طعن کرنا ہوتا ہے۔

(۱) تدقيق النظر، ص: ۲۹

"واحیانا یقصد الطعن فی الصحة،"

ترجمہ: اور بعض اوقات وہ اس کی صحت میں طعن کرنا چاہتے ہیں۔

"واحیانا یقصد وجود خطاء فی سنة وفاة الراوی،"

ترجمہ: اور بعض اوقات وہ کسی راوی کی سن وفات میں غلطی کی نشان دہی کر رہے ہوتے ہیں۔

"واحیانا یقصد عدم ثبوت اللقاء،"

ترجمہ: اور بعض اوقات وہ کسی راوی کی اپنے شیخ سے عدم ملاقات کو ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔

"واحیانایقصد عدم ثبوت الصحة من حیث الاسناد او سماع الصحابی من النبی ﷺ الی غیر ذلک من الاحتمالات" (۱)

ترجمہ: اور بعض اوقات سند کے اعتبار سے عدم صحت، یا کسی صحابی کا نبی مکرم ﷺ سے عدم سماع کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے احتمالات۔

چند صحابہ کرام جن کے بارے امام بخاری نے [ـــــ نظر] کہا:

سفینہ ابو عبدالرحمٰن مولیٰ ام سلمة:

امام بخاری فرماتے ہیں:

" له صحبة، فی اسناده نظر" (۲)

عبدالله بن جراد:

امام بخاری فرماتے ہیں:

"له صحبة فی اسناده نظر"(۳)

صعصعة بن ناجیة المجاشعي:

امام بخاری فرماتے ہیں:

---

(۱) تدقیق النظر فی قول البخاری فیه نظر، ص: ۲۹
(۲) التاریخ الکبیر، ۴:۲۰۹، دار الفکر
(۳) التاریخ الکبیر، ۵: ۳۵، دارالفکر

" فيه نظر "(١)

الاسود بن اصرم المحاربي:

امام بخاری فرماتے ہیں:

"في اسناده نظر "(٢)

طارق بن سويد:

امام بخاری فرماتے ہیں:

"في اسمه نظر "(٣)

تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام بخاری جیسا سلیم الفطرت اور صحیح المنہج محدث کبھی بھی کسی صحابی کو متہم نہیں کہہ سکتا، اور مذکورہ بالا صحابہ کرام کے بارے میں یہ ترکیب استعمال کرنے سے مراد قطعا [متهم] نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت اویس القرنیؒ کے بارے امام بخاری لکھتے ہیں:

"في اسناده نظر "(٤)

تو یہاں امام بخاری کا مقصود سند پر کلام کرنا ہے نہ کہ حضرت اویس قرنی پر (٥)

[فيه نظر] والے رواۃ سے امام بخاری کا خود حدیث لینا:

کچھ ایسے رواہ بھی ہیں جن کے بارے امام بخاری نے التاریخ الکبیر اور دیگر کتب میں [فيه نظر] وغیرہ کہا اور خود ہی ان سے اپنی کتب اور بالخصوص الجامع الصحیح میں روایات ذکر کیں؛

☆حریث بن ابی مطر الکوفی:

[فيه نظر ، يقال حريث بن عمرو] (٦)

---

(١) التاريخ الكبير ، ٤: ٣١٩

(٢) ايضا ، ١: ٤٤٣

(٣) ايضا، ٤: ٣٥٢

(٤) ايضا، ٢: ٥٥

(٥) تدقيق النظر ، ص: ٣٢

(٦) التاريخ الكبير ، ٣: ٧١

اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں اس سے روایت بھی ذکر کی ہے(۱)

☆جنادۃ بن ابی امیہ الدوسی:

[فی قصة وفاته نظر] (۲)

،جبکہ اس سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت بھی ذکر کی ہے(۳)وغیرہ

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر وہ راوی جس کے بارے امام بخاری[فیه نظر] وغیرہ کہیں تو وہ متروک اور متہم نہیں ہے، بلکہ اس کے معاملے کو مزید چھان بین کر کے واضح کیا جائے گا اور قرائن سے اس بات کا پتہ لگایا جائے گا کہ یہاں امام بخاری کی مراد کیا تھی۔

بعض اوقات امام بخاری خود ہی راوی کے مقبول یا رد کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں

☆عبدالرحمن بن ھانی ء بن سعید الکوفی:

[فیه نظر ، وهو فی الاصل صدوق] (۴)

☆منہال بن خلیفہ العجلی ابو قدامۃ:

[صالح فیه نظر] (۵)

☆عبدالحکیم بن منصور ابو سفیان:

[کذبه بعضهم فیه نظر] (۶)

☆عمر بن موسیٰ:

[فیه نظر ، روی عنه ابن اسحاق فی الدعاء ، منکر الحدیث] (۷)

---

(۱) تهذیب التهذیب، ۲: ۲۰۵
(۲) التاریخ الکبیر ، ۲: ۲۳۲
(۳) تهذیب التهذیب ، ۲: ۹۹
(۴)ایضاء ۲: ۲۵۹
(۵)ایضاء ۲: ۳۶۹
(۶) التاریخ الکبیر ، ۲: ۱۲۵
(۷)ایضاء ۲: ۱۹۷

☆سوید بن عبدالعزیز الدمشقی:

[في حديثه نظر لايحتمل] (۱)

''فیہ نظر'' کے بارے امام ترمذیؒ کی رائے

امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد ہیں اورانہوں نے اپنی کتاب العلل کوایک لحاظ سے امام بخاری سے منسوب کیا ہے یعنی اس میں انہوں نے جرح وتعدیل کے متعلق جو کچھ لکھا، اس کے بارے میں انہوں نے وضاحت کی کہ یہ سب میں نے امام بخاری سے سوالات کر کے حاصل کیا اور امام بخاری کے جوابات کو اپنی کتاب العلل میں قلم بند کیا، تو امام ترمذی کے سوالات کے کچھ جوابات میں بھی امام بخاری نے فیہ نظر وغیرہ کا استعمال کیا۔

امام ترمذیؒ نے امام بخاری سے حکیم بن جبیر کے متعلق سوال کیا تو امام بخاری نے جواب دیا:

[لنا فيه نظر]

آگے امام ترمذیؒ وضاحت کرتے ہیں:

[ولم يعزم فيه على شيء] (۲)

اس سے [فيه نظر] کے بارے امام ترمذی کا موقف واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے یہاں حكيم بن جبير کو متہم نہیں کہا بلکہ امام بخاری کے بارے فرمایا [ولم يعزم فيه على شيء]۔

اسی طرح ایک اور راوی کے بارے امام بخاری نے فرمایا:

[دعني انظر فيه]

تو امام ترمذی فرماتے ہیں:

[ولم يقض فيه بشيء] (۳)

یعنی امام ترمذی نے یہ نہیں کہا کہ امام بخاری نے اس کو متہم قرار دے دیا بلکہ یہ کہا کہ اس میں انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

---

(۱) الضعفاء الصغير ، ۱: ۵۵

(۲) العلل الكبير ، ۱: ۳۹۰

(۳) العلل الكبير ، ۱: ۳۵۸

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

☆عبارت [فیہ نظر] کے امام بخاری کے نزدیک مختلف معانی اور مفاہیم ہیں جن کا تعین موقع محل کی مناسبت اور قرائن سے کیا جائے گا۔

☆امام بخاری اس ایک ہی عبارت سے کبھی قبول راوی، کبھی راوی کے ضعیف ہونے اور کبھی راوی کے متہم ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

☆ یہ رائے درست اور صائب نہیں کہ ہر وہ راوی جس کے بارے امام بخاری نے [فیہ نظر] کہہ دیا وہ متہم ہے۔

ب: "سکتوا عنه" اور اس سے امام بخاریؒ کی مراد

یہ ترکیب بھی امام بخاری کے مخصوص الفاظ الجرح سے ہے، اور ان تراجم کی تعداد تقریبا ۳۵ تک پہنچ جاتی ہے جن کے بارے امام بخاری نے [سکتوا عنه] کی عبارت استعمال کی(۱)

امام بخاری کے اس قول سے متعلقہ راوی کے متروک ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، امام سخاوی نے اپنی کتاب فتح المغیث میں مراتب الجرح کا ذکر کرتے ہوئے امام بخاری کی اس عبارت کو [المرتبة الثالثه] میں ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

[.... او فيه نظر وسكتوا عنه، وكثيرا ما يعبر البخاری بهاتين الاخرتين في من تركوا حديثه، بل قال ابن كثير انها ادنى المنازل عنده وارديها ...... والحكم في المراتب الاربع الاول : انه لا يحتج بواحد من اهلها ولا يستشهد به ولا يعتبر به ....] (۲)

ترجمہ: [فيه نظر]، [سكتوا عنه]، اور اکثر طور پر امام بخاری یہ عبارت ان کے لئے لاتے ہیں جن کی احادیث کو ترک کر دیا گیا ہے، بلکہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ امام بخاری کے نزدیک ادنیٰ ترین درجہ ہے ----اور ان پہلے چار مراتب کا حکم یہ ہے: ان میں سے کسی بھی راوی سے نہ بطور حجت حدیث لی جائے گی، نہ بطور استشہاد اور نہ ہی ان کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

[اما قول البخاری [سكتوا عنه] فظاهرها انهم ما تعرضوا له بجرح ولاتعديل وعلمنا مقصده بها بالاستقراء : انها بمعنى تركوه ...] (۳)

ترجمہ: جہاں تک تعلق ہے امام بخاری کے قول: [سكتوا عنه] کا، تو اس کا ظاہری معنی تو یہ لگتا ہے کہ محدثین نے اس راوی پر جرح وتعدیل نہیں کی، تاہم امام بخاری کا جو مقصود ہمیں معلوم ہوسکا وہ یہ ہے کہ: وہ اس کو [تركوه] کے معنی میں لیتے ہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس عبارت سے مراد یہی ہے کہ وہ راوی متروک ہے اور اس سے حدیث نہیں لی جائے گی۔

(۱) مسفر بن غرم الله الدمینی، الدكتور، قول البخاری سكتوا عنه، ص: ۸، الرياض، ۱۴۱۱
(۲) فتح المغيث، ۱: ۳۳۵
(۳) الموقظه، ص: ۸۳

دکتور مسفر بن غرم اللہ الدمینی نے [قول البخاری سکتوا عنه] کے نام سے ایک ضخیم رسالہ تالیف کیا ہے جس میں انہوں نے ۳۵ ایسے رواۃ کا تذکرہ کیا ہے، جن کے بارے امام بخاری نے [سکتوا عنه] کہا اور انہوں نے ان ۳۵ رواۃ پر امام بخاری کی اس راوی پر جرح اور دیگر متقدمین، متعاصرین اور متاخرین ماہرین جرح وتعدیل کے اقوال کا مقارنہ کر کے اس بات کو ثابت کیا کہ امام بخاری کے الفاظ [سکتوا عنه] سے مراد بالاتفاق [ترکوا حدیثه] ہی ہے۔

وہ اپنی بحث کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

[ومن کل ما تقدم نعلم ان قول الائمة السابقین: [ان قول البخاری فی الراوی: ((سکتوا عنه)) یعنی: ترکوا حدیثه))، صحیح] (۱)

ترجمہ: مذکورہ بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ متقدمین ائمہ کا وہ قول بالکل صحیح ہے کہ امام بخاری کے قول: [سکتوا عنه]، سے ان کی مراد، [ترکوا حدیثه] ہی ہے۔

---

(۱) قول البخاری سکتوا عنه، ص: ۲۱۱

ج: "منکر الحدیث" سے امام بخاریؒ کیا مراد لیتے ہیں؟

یہ ایسی عبارت ہے جس کا امام بخاری نے رواۃ پر جرح کے لئے اپنی کتب میں بہت زیادہ استعمال کیا ہے،

دکتور مسفر بن غرم اللہ لکھتے ہیں:

[والمطالع لتواريخ البخاری يری کثرة استعماله لهذه العبارة وما قاربها نحو: منكر ، وعنده مناكير ، وفي حديثه المناكير ، وفيه بعض المناكير ، فهي اكثر العبارات ورودا على الاطلاق فقد اطلقها في تاريخه الكبير على اكثر من مائة و ثمانين راويا ، وقريب من ذلک في التاريخ الصغير ... (١)]

ترجمہ: امام بخاری کی تواریخ کا مطالعہ کرنے والا اس بات کا مشاہدہ کرے گا کہ امام بخاری نے اس عبارت [منکر الحدیث] ، اور اس جیسی دوسری عبارات ، جیسے: [منکر] ، [عندہ مناکیر] ، [فی حدیثہ المناکیر] ، [فیہ بعض المناکیر] کا استعمال بہت زیادہ کیا ہے۔اور مطلق طور پر باقی تمام عبارات سے یہ عبارت زیادہ استعمال کی گئی ہے، امام بخاری نے اپنی التاریخ الکبیر میں ایک سو اسی (۱۸۰) سے زائد رواۃ کے بارے یہ الفاظ کہے ، اور اتنی ہی تعداد میں التاریخ الصغیر میں۔

امام بخاری کا اس عبارت کے متعلق اپنا قول ہے کہ:

[كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه] (٢)

ترجمہ: جس کے بارے میں کہ دوں کہ یہ :"منکر الحدیث" ہے ،تو اس سے روایت لینا حلال نہیں ہے۔

---

(١) قول البخاری سكتوا عنه: ص: ١٧

(٢) ميزان الاعتدال ، ١: ٦ ، لسان الميزان ، ١: ٢٠

د: ”لیس بالقوی“ سے امام بخاریؒ کی مراد

”لیس بالقوی“ بھی ان عبارات سے ہے جن کا امام بخاری نے رواۃ پر جرح کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، اور اس سے مراد کافی حد تک واضح ہے کہ امام بخاریؒ اس راوی کے متعلق یہ ترکیب استعمال کرتے ہیں جو ثقہ نہ ہو بلکہ ضعیف ہو۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں

[والبخاری قد یطلق علی الشیخ ((لیس بالقوی)) ویرید انه ضعیف] (۱)

ترجمہ: اور امام بخاری جس راوی کے بارے یہ کہ دیں کہ ”لیس بالقوی“، تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ: یہ راوی ضعیف ہے۔

ہ: ”مقارب الحدیث“ سے امام بخاریؒ کی مراد

امام بخاریؒ نے اپنی کتب رجال میں اس ترکیب کا بھی استعمال کیا ہے، یہ امام بخاری اس راوی کے بارے استعمال کرتے ہیں جو قطعی طور ثقہ نہ ہو تاہم اس کی حدیث آخر کار قابل قبول کے درجے تک پہنچ جائے۔ امام بخاری کی اس عبارت کے بارے محدثین نے اپنی اپنی آراء بھی دی ہیں جو ذیل میں بیان کی جارہی ہیں۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں

[اسماعیل بن رافع قد ضعفه بعض اصحاب الحدیث ، وسمعت محمدا –یعنی البخاری – یقول : ((هو ثقة مقارب الحدیث))] (۲)

ترجمہ: اسماعیل بن رافع، ان کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اور میں نے محمد (بن اسماعیل البخاری) سے سنا وہ کہ رہے تھے: یہ ثقہ ہے ”مقارب الحدیث“ ہے۔

مقارب کو اگر ”ر“ کے کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ اسم فاعل ہوگا اور اس سے مراد ہوگا:

[حدیثه مقارب لحدیث غیره من الثقات] (۳)

ترجمہ: اس کی حدیث دیگر ثقہ رواۃ کی احادیث کے قریب ہے۔

---

(۱) الموقظة، ص: ۸۳

(۲) سنن الترمذی/کتاب فضائل الجهاد / باب ما جاء فی فضل المرابط

(۳) التقیید والایضاح، ص: ۱۲۲

اوراگر ''ر'' کے فتح کے ساتھ پڑھیں گےتو یہ اسم مفعول بنے گا اوراس سے مراد:

[حديثه يقاربه حديث غيره] (١)

ترجمہ: اس کی حدیث کے دیگر رواۃ کی احادیث قریب ہیں۔

علامہ سخاویؒ یوں رقمطراز ہیں

[يقارب الناس في حديثه و يقاربونه اى : ليس حديثه بشاذ ولا منكر] (٢)

ترجمہ: وہ لوگوں سے اور لوگ اس کی حدیث کے قریب ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اس راوی کی احادیث ''شاذ '' اور ''منکر'' نہیں ہیں۔

دکتور خالد بن منصور یوں رقم طراز ہیں

[مقارب الحديث وهي عبارة يطلقها البخارى على الراوى الذى لم يشتد ضعفه] (٣)

ترجمہ: ''مقارب الحدیث'' یہ ایسی عبارت ہے جس کا اطلاق امام بخاری ایسے راوی پر کرتے ہیں، جس کا ضعف شدید نہ ہو۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ یہ ترکیب اس راوی کے بارے استعمال کرتے ہیں جس کی ثقاہت تام درجے کی نہ ہو اوراس کا ضعف بھی اس درجہ میں نہ ہو کہ اس کی احادیث کو مسترد کر دیا جائے۔

(١) التقييد والايضاح ، ص: ١٦٢

(٢) فتح المغيث ، ١: ٣٦٧

(٣) الحديث الحسن لذاته ولغيره ، ٢: ٦۴۴

فصل ثانی

مبحث رابع

''عن'' والی سند اور امام بخاریؒ کا منہج

مبحث رابع

"معنعن" سند اور امام بخاریؒ کا منہج

راوی کا سند میں حدثنا یا اخبرنا کی جگہ لفظ "عن" کا استعمال کرنے پر اس کی اپنے شیخ سے ملاقات اور براہ راست سماع کے بارے جو شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، ان کے متعلق محدثین کی مختلف آراء ہیں کچھ محدثین کا خیال ہے کہ اگر اس راوی کی تاریخ وفات اور رحلات علمیہ کے مطالعہ سے اس راوی کی، اس شیخ سے ملاقات کا امکان موجود ہو جس سے وہ حدیث بیان کر رہا ہے، تو امکان کی بناء پر ہی اس راوی کی سند کو ٹھیک مان لیا جائے گا اور "عن" سے بیان کردہ روایت کو باقی شروط پوری ہونے پر قبولیت کا درجہ دیا جائے گا، جبکہ محدثین کی یہ رائے بھی ہے کہ "عن" سے بیان کردہ روایت اسی وقت قابل قبول ہوگی جب راوی کی اپنے شیخ سے ملاقات اور سماع صراحتا ثابت ہو جائے گی۔ان محدثین میں ایک نام امام بخاری کے استاد علی بن مدینیؒ کا بھی ہے۔ گویا موخر الذکر موقف، اول الذکر سے زیادہ محتاط اور سخت ہے۔

"عن" کے بارے امام بخاریؒ نے اپنے شیخ علی بن مدینیؒ کا موقف اختیار کیا ہے کہ لفظ "عن" سے بیان کردہ سند اس وقت متصل شمار ہوگی جب راوی کا اپنے استاد سے کسی ایک حدیث میں سماع یا ملاقات ثابت ہو جائے (۱)

امام ذہبیؒ نے اس معنعن والی سند کے متعلق محدثین کی آراء کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور آخر میں امام بخاری اور امام مسلم کا آراء کا ذکر کر کے علامہ امیر الصنعانی کے قول کو نقل کر کے امام بخاری کی رائے کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

قال العلامة الامير الصنعاني في توضيح الافكار ۱: ۴۴: " الخلاف بين الشيخين – يعني البخاري ومسلما – في رواية العنعنة لاغير، فشرط البخاري فيها اللقاء، ومسلم المعاصرة – اى امكان اللقاء – وحينئذ فلا يرجح البخاری برمية بهذا الشرط، بل يقال عنعنة البخاری اصح وارجع من عنعنة مسلم" (۲)

ترجمہ: علامہ امیر الصنعانی نے توضیح الافکار میں فرمایا ہے: دو شیوخ – امام بخاری اور امام مسلم – کے مابین اختلاف صرف عنعنہ والی روایت میں ہے اس کے علاوہ اور کسی مسئلہ میں نہیں ہے۔ پس امام بخاری کی شرط یہ کہ لقاء ثابت ہونا چاہیے جبکہ امام مسلم صرف معاصرت یعنی امکان اللقاء ہی کو کافی سمجھتے ہیں، تو اس شرط کی وجہ سے امام

---

(۱) طاهر، محمد طاهر الجوابي، الجرح والتعديل بين المتشددين والمتساهلين، ص: ۳۱۶، الدار العربية للكتاب، ۱۹۹۴ء
(۲) الموقظة، ص: ۱۳۳

بخاری پر کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ عنعنہ میں امام بخاری (کا موقف) زیادہ صحیح ہے امام مسلم سے۔

مذکوہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عنعنہ والی سند کے بارے امام بخاری کا منہج اور موقف یہ ہے کہ کسی ایسے راوی کی سند کو اسی وقت متصل تسلیم کیا جائے گا جب اس راوی کی اپنے شیخ سے ملاقات ثابت ہو صرف امکان لقاء کافی نہیں ہے۔

فصل ثانی

مبحث خامس

امام بخاریؒ کی "الاحتمال" کی اصطلاح

مبحث خامس

امام بخاریؒ کی ''الاحتمال'' کی اصطلاح

امام بخاری نے کچھ رواۃ کے بارے''احتمال ''یا ''محتمل'' کی اصطلاح استعمال کی ہے

جیسا کہ امام بخاری نے ایک راوی عبداللہ بن ابی لبید المدنی کے بارے فرمایا:

"وھو محتمل " (۱)

یعنی اس راوی کے ثقہ ہونے کا بھی احتمال ہے اور ضعیف ہونے کا بھی ۔

امام بخاری کا قول ہے:

"کل من لم ابین فیه جرحة فھو علی الاحتمال " (۲)

ترجمہ: ہر وہ راوی جس کے بارے میں جرح بیان نہ کروں وہ احتمال پر ہے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر وہ شخص جس کے بارے امام بخاری نے جرح ذکر نہیں کی وہ مطلقا ثقہ ہے بلکہ ''علی الاحتمال'' کے زمرے میں جرح کے علاوہ باقی تمام مراتب کے رواۃ آجائیں گے جن میں مطلقا ثقہ بھی شامل ہیں تو حفظ کے اعتبار سے درمیانے درجے کے راوی بھی شامل ہیں اسی اس کے زمرے میں وہ رواۃ بھی آجائیں گے جو ضعیف تو ہیں لیکن ان کا ضعف شدید نہیں ہے(۳)

کیونکہ کچھ رواۃ ایسے بھی ہیں جن کے بارے امام بخاری نے احتمال کا حکم لگایا اور کسی دوسری جگہ پر اس کو ثقہ بھی قرار دیا ہے اور کسی جگہ اس کے اوھام کا تذکرہ کر کے اس کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے:

مثال

امام بخاریؒ نے راوی ''عبدالرحمٰن بن اسحاق بن عبداللہ مدنی '' کے بارے ''القراءۃ خلف الامام'' میں فرمایا:

ولیس ھو ممن یعتمد علی حفظه اذا خالف من لیس بدونه وکان عبدالرحمٰن ممن یحتمل فی بعض (۴)

---

(۱)الضعفاء الصغیر، ص: ۶۹

(۲) تھذیب الکمال، ۱۸: ۲۶۵

(۳) الحدیث الحسن لذاته ولغیره، ۱: ۴۱۴

(۴) جزء القراءۃ، ص: ۳۸، ۳۹

ترجمہ:اور (عبدالرحمن بن اسحاق) جب اپنے سے برتر کی مخالفت کرے تو اس کے حفظ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اورعبدالرحمن ان رواۃ سے ہے جو بعض جگہ قابل احتمال ہیں

جبکہ اس راوی کوامام بخاری نے ثقہ بھی کہا ہے (۱)

اور التاریخ الکبیر میں اس کے ترجمہ میں فرمایا ہے کہ:

"ربما وهم" (۲)

تو امام بخاری کی یہ اصطلاح ایسی ہے جس سے مطلقا توثیق مرادنہیں لی جاسکتی بلکہ آپ یہ اصطلاح اس راوی کے بارے استعمال کرتے ہیں جس کے اوہام تو موجود ہوں لیکن اس کی حدیث کومطلقا ضعیف اور ناقابل اعتبار بھی نہ کہا جاسکتا ہو، گویا یہ محدثین کے بیان کردہ مراتب الجرح والتعدیل میں سے "صدوق يخطىء" کے قریب قریب ہے۔(۳)

یعنی راوی کے عادل ہونے میں شک نہیں ہے لیکن حفظ وضبط میں کمی موجود ہو،تو وہ امام بخاری کے نزدیک علی الاحتمال ہے۔کہ ظاہر ہے اس میں مزید تحقیق وتفتیش کی جائے گی اور اس کو روایت کو مطلقا قبول یا رد نہیں کیا جائے گا۔

واللہ اعلم

---

(۱) العلل الكبير ، ص: ۱۷۹

(۲) التاريخ الكبير ، ۵: ۲۵۸

(۳) الحديث الحسن لذاته ولغيره ، ۱: ۴۱۳

فصل ثانی

مبحث سادس

''متکلم فیہ'' رواۃ کی احادیث لینے میں منہج

مبحث سادس

"متکلم فیہ" رواۃ کی احادیث لینے میں منہج

امام بخاریؒ کے منہج واسلوب کا مطالعہ کرنے والے کے لئے اس بات سے آگاہی ضروری ہے کہ امام بخاریؒ کسی متکلم فیہ راوی کی روایات کو یکسر مسترد نہیں کرتے بلکہ اگر ممکن ہو اور وہ روای وضاع اور کذاب وغیرہ بھی نہ ہو تو آپ اس کی صحیح احادیث کو ضعیف سے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح کئی رواۃ جن پر متقدمین یا آپ کے ہم عصر جید محدثین نے کلام کیا ہوتا ہے لیکن امام بخاریؒ ان کی سند کو قابل اعتبار قرار دے رہے ہوتے ہیں ، اور کچھ متہم بالدعۃ اور خارجی سوچ کے حامل مگر ثقہ رواۃ سے بھی احادیث لیتے ہیں، امام بخاری کے حدیث لینے میں منہج واسلوب پر ایک مکمل تحقیقی مقالہ اور عمیق تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ یہ مقالہ امام بخاری کی فن اسماء الرجال میں مجموعی خدمات پر مشتمل ہے اور امام بخاری کا منہج واسلوب اس کی محض ایک فصل ہے تو یہاں امام بخاری کے اس منہج کو مختصر انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔

امام بخاریؒ کا "منهج الانتقاء"

الانتقاء سے مراد کسی متکلم فیہ راوی کی ان روایات کا انتخاب کرنا یا چننا جن کے بارے میں امام بخاریؒ کو علم ہوتا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں ۔

امام بخاریؒ کے اس منہج کو ابن حجر العسقلانیؒ نے بھی ذکر کیا ہے، راوی "عبداللہ بن صالح کاتب اللیث" کے متعلق امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں :

"ان الذی یوردہ -یعنی البخاری – من احادیثہ صحیح عندہ قد انتقاہ من حدیثہ" (۱)

کہ آپ اس کی احادیث میں سے جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور راوی "اسماعیل بن ابی اویس" کے بارے امام ابن حجرؒ نے یوں لکھا:

"ان البخاری لم یخرج عنہ الا ما کان من صحیح حدیثہ ....." (۲)

کہ امام بخاری اس سے صرف صحیح احادیث ہی ذکر لیتے ہیں۔

---

(۱)ھدی الساری، ۴۳۵

(۲)ھدی الساری، ص: ۴۱۵

لیکن کسی متکلم فیہ راوی کے منتخب شدہ احادیث کو اسی وقت قبول کرتے ہیں جب اس کی صحیح احادیث کو سقیم وضعیف احادیث سے الگ کرنا ممکن ہو، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو امام بخاری اس سے بالکل روایت نہیں کرتے۔

جیسا کہ کئی رواۃ سے احادیث روایت نہ کرنے کا سبب امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس کی صحیح احادیث کو سقیم سے الگ نہیں کیا جاسکتا لہذا میں اس سے روایت نہیں کرتا۔

راوی ''زمعۃ بن صالح'' کے بارے امام موصوف کا قول ہے:

"ذاهب الحديث لايدرى صحيح حديثه من سقيمه أنا ولا أروى عنه وكل من كان مثل هذا فانا لا أروى عنه" (١)

ترجمہ: یہ ''ذاهب الحديث'' ہے، اس کی صحیح احادیث کو سقیم سے الگ نہیں کیا جاسکتا، لہذا میں اس سے روایت نہیں کرتا اور ہر وہ راوی جو اس طرح کا ہے میں اس سے روایت نہیں کرتا۔

اسی طرح راوی ''ایوب بن عتبه'' کے بارے آپ کا قول ہے:

"كان ايوب لا يعرف صحيح حديثه من سقيمه فلا احدث عنه وضعف ايوب بن عتبة جدا" (٢)

ترجمہ: ایوب کی صحیح احادیث کی سقیم سے پہچان نہیں ہوتی پس میں اس سے حدیث نہیں لیتا، ایوب بن عتبہ شدید ضعیف ہے۔

امام بخاری کے اس لطیف اور مشکل منہج کے بارے محقق دکتور خالد بن منصور یوں رقم طراز ہیں:

"الانتقاء من حديث الراوى المتكلم فيه ركيزة من اهم ركائز منهج البخارى في علم الحديث" (٣)

ترجمہ: کسی متکلم فیہ راوی کی احادیث سے (صحیح احادیث کا) انتقاء کرنا امام بخاری کے علوم حدیث میں رکائز سے ہے۔

احادیث کے قبول کرنے میں سخت ترین شرائط کا اہتمام کرنے والے محدث امام بخاری کا کسی متکلم فیہ راوی کی روایات کو چھان بین کرنا اور ان میں سے صحیح کو قبول کرنا، آپ کے علوم حدیث میں شغف، حضور نبی مکرم ﷺ کی احادیث سے محبت اور اس فن میں کمال مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

---

(١) العلل الكبير، ٣٨٩
(٢) العلل الكبير، ص: ٣٥
(٣) الحديث الحسن لذاته ولغيره، ١: ٤١٥

ماحاصل

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام بخاری کا یہ منہج اور طریقہ کار ہے کہ وہ کسی متکلم فیہ راوی کو یکسر مسترد نہیں کردیتے بلکہ ممکن حد تک کسی ضعیف ،کمزور یا متکلم فیہ راوی کی وہ روایات جن کے صحیح ہونے کا امام موصوف کو یقین ہوتا ان کو ضعیف سے الگ کر کے قبول کر لیتے تھے۔

خارجی رواۃ سے احادیث لینا

حافظ ابن کثیرؒ نے امام بخاریؒ کا ایک خارجی راوی ''عمران بن حطان'' سے حدیث لینے کا ذکر کیا ہے۔
عمران بن حطان کے بارے ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت علی المرتضٰی کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کا بہت مدح کرنے والا تھا (۱)

ابن کثیر لکھتے ہیں:

''وھذا البخاری قد خرج لعمران بن حطان الخارجی ....'' (۲)

ترجمہ: اور یہ امام بخاریؒ نے عمران بن حطان الخارجی سے روایت لی ہے۔
لیکن امام بخاری نے اس راوی کے واسطے سے صرف ایک حدیث لی ہے اور وہ بھی متابعات میں ۔
مقدمۃ الفتح میں ابن حجر العسقلانی یوں رقم طراز ہیں:

''اخرج البخاری لعمران بن حطان حدیثا واحدا فی المتابعات'' (۳)

ترجمہ:امام بخاری نے عمران بن حطان سے ایک حدیث لی ہے جس کو متابعات میں ذکر کیا ہے۔

متہم بالبدعۃ رواۃ سے احادیث لینا

عبدالوارث بن سعید التنوری ''قدری'' کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں:

''اتھم عبدالوارث بن سعید التنوری البصری بالقدر لاجل ثنائہ علی عمرو بن عبید ...'' (۴)

ترجمہ:عبدالوارث بن سعید التنوری پر قدری ہونے کا الزام ہے کیونکہ اس نے عمرو بن عبید کی تعریف وتوصیف

---

(۱) اختصار علوم الحدیث ، ص: ۸۳
(۲)ایضاء ص: ۸۳
(۳)ھدی الساری، ۴۳۳
(۴)ایضاء ۴۲۲

کی ہے۔

امام بخاری نے اس متہم بالقدر راوی کے بیٹے کا قول ''التاریخ الکبیر'' میں یوں رقم کیا ہے:

''قال عبد الصمد بن عبدالوارث ((مکذوب علی ابی وماسمعت منه یقول فی القدرقط شیئا))'' (۱)

ترجمہ:عبدالصمد بن عبدالوارث نے کہا: یہ میرے والد پر جھوٹ باندھا گیا اور میں نے ان کو'' قدر'' کے کبھی کچھ بات کرنے نہیں سنا۔

لیکن اس تہمت کے باوجود امام بخاریؒ نے اس راوی کے صدوق ہونے کی وجہ سے اس سے حدیث لی ہے،

امام ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کا قول یوں نقل کیا ہے:

" لو لا اننی اعلم انه صدوق ما حدثت عنه " (۲)

اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ وہ صدوق ہے تو میں اس سے حدیث نہ لیتا۔

کچھ رواۃ کو، ان پر محدثین کی جرح کے باوجود قبول کرنا

ایک راوی کثیر بن عبداللہ جو کہ اپنے والد اور وہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

ان کو امام بخاری کے استاد علی بن المدینی، یحیٰی بن معین اور امام احمد وغیرہ ضعیف کہتے ہیں (۳)

لیکن امام ترمذیؒ کہتے ہیں:

''قلت لمحمد فی حدیث کثیر بن عبدالله عن ابیه عن جده فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة کیف هو؟ قال حدیث حسن الا ان احمد بن حنبلؒ کان یحمل علی ''کثیر " یضعفه ......''

ترجمہ:میں نے محمد (بن اسماعیل البخاری) سے کثیر بن عبداللہ جو کہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے جمعہ والے دن قبولیت کی گھڑی کے متعلق والی حدیث کے بارے پوچھا تو امام بخاری نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے مگر امام احمد بن حنبلؒ وہ ''کثیر'' کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(۱) التاریخ الکبیر ، ۲: ۱۱۸
(۲)هدی الساری، ۴۲۲
(۳)تهذیب الکمال ، ۲۴: ۱۳۷ ، تهذیب التهذیب ، ۸: ۴۲۱

امام ترمذی مزید لکھتے ہیں:

وهذا السند صحح البخاری مثله فی موضع آخر فقد قال عن حدیث کثیر عن ابیه عن جده ((ان النبی ﷺ کبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعا قبل القراء ة وفی الآخرة خمسا قبل القراء ة)) قال: لیس فی الباب شیء اصح من هذا وبه اقول۔ (۱)

ترجمہ: اسی (مندرجہ بالا) سند کو امام بخاریؒ نے ایک اور مقام پر صحیح قرار دیا ہے۔انہوں نے کثیر کی اپنے والد اور ان کے والد کے واسطے سے بیان کردہ حدیث: ''بلاشبہ نبی اکرمﷺ عیدین کی پہلی تکبیر میں قراءت سے قبل سات اور دوسری (رکعت) میں قراءت سے قبل پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے'' کے بارے کہا کہ اس مسئلہ میں اس حدیث سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث نہیں ہے اور میرا موقف بھی یہی ہے۔

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ کو اس بات کا علم بھی تھا کہ اس راوی کو امام احمد بن حنبلؒ نے ضعیف قرار دیا ہے جس کو انہوں نے خود بیان کیا لیکن اس کے باوجود ایک جگہ اس کی حدیث کو حسن کہا اور دوسری جگہ اس راوی کی سند کو اصح کہا ہے۔

امام بخاریؒ نے اس روای کی مرویات کو بطور حجت ''القراءة خلف الامام'' میں بھی ذکر کیا ہے (۲)

اور خلق افعال العباد میں بھی اس کی حدیث سے حجت پکڑی ہے (۳)

اسی طرح امام بخاریؒ نے اس راوی کا التاریخ الکبیر میں تذکرہ کیا لیکن اس پر نہ تو اپنی طرف سے کوئی جرح ذکر کی اور نہ ہی اپنے سے متقدمین یا معاصرین یعنی امام احمد بن حنبلؒ،علی بن المدینی اور یحیٰی بن معین وغیرہ کی اس راوی پر جرح کو نقل کیا۔

امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

"سمع اباه ، روی عنه مروان بن معاویة واسماعیل بن ابی اویس ویحییٰ الانصاری" (۴)

ترجمہ: انہوں نے اپنے والد سے سماع کیا، ان سے مروان بن معاویۃ، اسماعیل بن ابی اویس اور یحیٰی الانصاری نے روایات بیان کی ہیں۔

---

(۱) العلل الکبیر، ص: ۹۳، ۹۴

(۲) القراءة خلف الامام، ص: ۸۵

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،خلق افعال العباد، ص: ۲۹، الدار السلفیة، کویت، ۱۴۰۵ھ

(۴) التاریخ الکبیر، ۷: ۲۱۷

دیگر محدثین کی جرح کے باوجود کسی راوی کو قبول کرنے کی وجہ

ویسے تو یہ ایک الگ سے تفصیلی بحث کا متقاضی عنوان ہے کہ امام بخاریؒ نے کن خاص وجوہات کہ بناء پر دیگر محدثین کی تنقید اور جرح کے باوجود بعض رواۃ کی احادیث کو کیوں قبول کیا؟ تاہم مختصرا اس میں محقق دکتور خالد بن منصور کی رائے کو ذکر کیا جا رہا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

ان البخاری حسن الظن ببعض رواۃ اهل المدینة وقد خالف مشایخه وعلماء عصره فی بعض الرواۃ المدنیین، فمثلا: کثیر بن عبدالله وفلیح بن سلیمان واسماعیل بن ابی اویس وغیرهم. احتج بحدیثهم وصحح لهم ویظهر لی انه تبین له من امرهم مالم یتبین لغیره. والله اعلم.(۱)

بے شک امام بخاریؒ بعض اہل مدینہ رواۃ کے ساتھ حسن ظن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے شیوخ اور معاصرین کی کچھ مدنی رواۃ کے معاملے میں مخالفت کی ہے، جیسے: کثیر بن عبداللہ، فلیح بن سلیمان اور اسماعیل بن ابو اویس وغیرہ۔ آپؒ نے ان کی احادیث سے حجت پکڑی اور ان کو صحیح قرار دیا ہے، اور جو بات مجھے سمجھ میں آئی وہ یہ کہ امام بخاریؒ کو ان کے معاملات کا جتنا علم تھا اتنا شائد کسی اور کو نہ ہوسکا۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) الحدیث الحسن لذاته ولغیره، ۱: ۴۹۶

فصل ثانی

مبحث سابع

امام بخاریؒ کی ''حسن'' کی اصطلاح

مبحث سابع

امام بخاریؒ کی ''حسن'' کی اصطلاح

امام ترمذیؒ نے با قاعدہ طور پر اپنی کتاب ''الجامع الترمذی'' میں ''حسن'' کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے، لیکن ان سے قبل بھی محدثین نے رجال اور احادیث کی اسناد پر کلام کرتے ہوئے اس اصطلاح کا بعض اوقات استعمال کیا ہے ان میں ایک نام امام بخاریؒ کا بھی ہے، علامہ ابوعمرو ابن الصلاح نے ااس بات کا یوں تذکرہ کیا ہے:

"ویوجد فی متفرقات من کلام بعض مشایخه والطبقة التی قبله کاحمد بن حنبلؒ والبخاریؒ وغیرهما۔"(۱)

ترجمہ: اور (امام ترمذیؒ) کے بعض مشائخ اوران سے پہلے طبقہ کے لوگ جیسے: احمد بن حنبلؒ اور بخاری وغیرہ کے مختلف جگہوں پر کئے گئے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

جیسا کہ امام بخاریؒ نے راوی امام ترمذیؒ کے ایک سوال کے جواب میں کہا

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں:

"قلت لمحمد فی حدیث کثیر بن عبدالله عن ابیه عن جده فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة کیف هو؟ قال حدیث حسن ......"

ترجمہ: میں (امام ترمذی) نے محمد (بن اسماعیل البخاری) سے کثیر بن عبداللہ جوکہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے جمعہ والے دن قبولیت کی گھڑی کے متعلق والی حدیث کے بارے پوچھا تو امام بخاری نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے یہ اصطلاح امام بخاریؒ ہی سے لی ہے

امام ابن حجر العسقلانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے یہ اصطلاح اپنے استاد علی بن المدینیؒ سے لی اور امام ترمذیؒ نے یہ اصطلاح امام بخاریؒ سے لی ہے (۲)

---

(۱) ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن، ابوعمرو، علوم الحدیث ، ص: ۳۲، دارالفکر ،دمشق ،شام ۱۴۰۶ھ

(۲) ابن حجر العسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح ، ۱: ۴۲۶، المجلس العلمی احیاء التراث الاسلامی ، المدینة المنورة، ۱۴۰۴ھ

کیا امام بخاریؒ نے ''حسن'' کو اصطلاحی معانی میں لیا یا لغوی؟

امام بخاریؒ نے اپنی رجال اور احادیث پر گفتگو میں ''حسن'' کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے ،اس مسئلہ میں کہ امام بخاریؒ نے اس کو اصطلاحی معانی میں لیا جو بعد میں دیگر محدثین میں بھی عام ہوئے یا صرف لغوی معانی میں استعمال کیا؟ تو دونوں طرف محدثین کی آراء موجود ہیں۔

امام ابن حجرؒ کا موقف یہ ہے کہ امام بخاری نے ''حسن'' کو اس اصطلاحی معنی میں استعمال کیا ہے جو متاخرین کے ہاں معروف ہیں جس میں انہوں نے اس کو''حسن لذاته'' اور''حسن لغيره'' کی دو اقسام میں تقسیم بھی کیا ہے۔امام ابن حجر العسقلانیؒ نے دو ایسی حدیثوں کو ذکر کیا جن کو امام بخاری نے حسن کہا ہے اور پھر ابن حجرؒ نے اس بات کی وضاحت بھی کی کہ ان میں سے ایک''حسن لذاته'' کی شرط پر پوری اترتی ہے جبکہ دوسری''حسن لغيره'' کی شرط پر پوری اترتی ہے۔

جبکہ متاخرین محققین میں سے کچھ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ لفظ لغوی معنی میں استعمال کیا ہے

دکتور خالد بن منصور نے اس بات کو یوں ذکر کیا ہے:

یری فضیلة الشیخ الدکتور : ربیع بن هادی المدخلی ان البخاری لم یرد فیما حسنه من احادیث الحسن الاصطلاحی وانما الطلق الحسن ویرید الحسن اللغوی فهو اما یستحسن الحدیث لغرابته او لنکارته او لصحته ، وانه اطلق الحسن علی احادیث ضعیفة واخریٰ صحیحة ولم یستعمل الحسن بمعناه الاصطلاحی (کتاب تقسیم الحدیث ، ص: ۳۸-۶۶) (۱)

ترجمہ:فضیلۃ الشیخ الدکتور ربیع بن ہادی المدخلی کی یہ رائے ہے کہ امام بخاری نے جن احادیث کو حسن کہا وہاں حسن اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کو مطلقا لغوی معنی میں استعمال کیا ہے، انہوں نے حسن کا اطلاق بعض ضعیف اور بعض صحیح احادیث پر بھی کیا ہے۔

دکتور خالد بن منصور نے بیان کیا کہ اس مسئلے میں محدثین کے اختلاف کی دو وجہیں ہیں:

ا۔ کہ ان ائمہ اور محدثین نے ان تمام احادیث کا احاطہ کر کے تحقیق نہیں کی جن کو امام موصوف نے حسن کہا ہے مثال کے طور پر حافظ ابن حجر نے دو نصوص کو بیان کیا اور انہی سے یہ استنباط کر لیا کہ یہ اصطلاحی معنی میں استعمال ہو رہا ہے، یہی معاملہ ربیع بن ھادی کا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ کہ انہوں نے سند کے رجال کو پرکھا اگر کوئی راوی صدوق لیکن اوہام والا ملا تو کہہ دیا کہ حدیث اس وجہ سے''حسن لذاتہ'' ہے۔اگر ضعیف راوی سند میں ملا تو کہہ دیا کہ یہ حدیث''حسن لغیرہ'' ہے۔اور اگر ضعیف

---

(۱) الحدیث الحسن لذاته ولغیره ، ۱ : ۴۰۲

حدیث ملی اور اس کے شواہد نہ ملے تو کہہ دیا کہ یہاں امام بخاری نے ''حسن'' کو لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے۔

دکتور خالد بن منصور نے اپنی کتاب ''الحدیث الحسن لذاتہ ولغیرہ'' میں (۴۸) ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جن کے بارے امام بخاریؒ نے ''حسن'' کا حکم لگایا ہے، اور انہوں نے ہر روایت کے متن اور سند پر تفصیلی کلام کر کے اپنی **پوری بحث کا ماحاصل یوں بیان کیا ہے:**

ان العلماء فسروا تحسين البخاری بثلاثة تفسيرات:

ترجمہ: بلاشبہ علماء نے امام بخاریؒ کے حسن کہنے کی کی تین وضاحتیں کی ہیں

۱۔ انه يعني به الصحة، فالحديث الحسن عنده داخل في الصحيح.

۲۔ انه يعني به الحسن الاصطلاحي عند المتاخرين.

۳۔ انه يعني به الحسن اللغوی، ففي الاحاديث التي حسنها احاديث ضعيفة واخری صحيحة.

ترجمہ: ۱۔ وہ اس سے مراد صحیح لیتے ہیں، پس حسن حدیث ان کے نزدیک صحیح کے درجہ میں داخل ہے۔

۲۔ وہ اس سے مراد حسن اصطلاحی لیتے ہیں۔

۳۔ وہ اس سے مراد حسن لغوی لیتے ہیں، کیونکہ جن احادیث کو انہوں نے حسن کہا ان میں ضعیف بھی ہیں اور صحیح بھی ہیں۔

والذی ظهر لي من دراسة تحسينات البخاری هو رجحان القول الاول .... فقد قال البقاعي: ((ونبه شيخنا علي ان مراد الشافعي والبخاری بالحسن الصحيح، لا ان الحسن عندهما نوع براسه، بل للصحيح عندهما اسمان)) (النكت الوفية، ق ۷:ب)

ترجمہ: اور امام بخاری کی تحسینات کے مطالعہ سے جو بات میرے لئے ظاہر ہوئی وہ پہلے قول کا راجح ہونا ہے ------ امام بقاعی نے کہا: کہ ہمیں ہمارے شیخ نے متنبہ کیا کہ امام شافعی اور بخاری کی حسن سے مراد صحیح ہی ہے، نہ کہ حسن ان کے نزدیک کوئی الگ سے قسم ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک صحیح کے دو نام ہیں۔

والقول الذی اختاره وارجحه ان الحديث الحسن عند البخاری الحديث المحفوظ الثابت الذی هو في حكم الصحيح، هذا من حيث العموم. واما علی سبيل التفصيل فقد وجدت البخاری اطلق الحسن علی نوعين من الاحاديث:

ا ۔حديث صحيح لايشك في ثبوته وصحته ومن هذا النوع عدة احاديث حسنها وقد اخرجها في صحيحه ....“

٢۔ حديث فيه بعض النظر اما من جهة راويه المتكلم فيه او من جهة اتصال سنده لعدم ثبوت اللقاء بين بعض رواته ، ولكنه لم يحسن احاديث هذا النوع الا اذا تاكد انه من صحيح حديث اولئک الرواة بان لايكون المتن منكرا ولا توجد مخالفه في السند ...(١)

ترجمہ: میرے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ امام بخاری کی حسن سے مراد محفوظ اور صحیح حدیث ہی ہوتی ہے یہ اجمالی بات ہے۔ اور اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو امام بخاری دو طرح کی احادیث کے لئے حسن بولتے ہیں:

ا۔ وہ احادیث جن کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور ایسی کئی احادیث کو امام موصوف نے اپنی صحیح میں بھی ذکر کیا ہے۔

٢۔ وہ احادیث جن میں راوی کے متکلم فیہ ہونے کے حوالے سے یا روای کا شیخ سے لقاء کے ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اتصال سند کے حوالے سے کچھ شک ہو۔ لیکن اس نوع میں سے وہ انہی احادیث کو حسن کہتے ہیں جن کے بارے ان کو صحیح ہونے کی یقین ہو اور وہ متن منکر اور سند میں مخالفت بھی موجود نہ ہو۔

مذکورہ بالا بحث اور محدثین ومحققین کے دلائل کے جائزہ کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاریؒ کی تحسینات سے مراد وہ مخصوص تقسیم والی حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کی احادیث نہیں ہیں (کیونکہ یہ تقسیم بھی متاخرین نے کی ہے امام بخاری کے وقت موجود نہ تھی) بلکہ اس سے مراد وہ صحیح احادیث ہی ہیں جن کے صحیح ہونے کا امام بخاری کو یقین ہوتا تھا اور جن کو وہ صحیح مانتے تھے۔ واللہ اعلم۔

(١) الحديث الحسن لذاته ولغيره ، ٢: ٦٨٨

ماحاصل فصل دوم

۱۔امام بخاریؒ کا شمار معتدل منہج کے حامل ناقدین میں ہوتا ہے ۔

۲۔ امام بخاریؒ جرح وتعدیل میں انتہائی احتراز واحتیاط کے منہج کے حامل تھے جہاں آپ نے جرح کی بھی تو انتہائی محتاط الفاظ [فیه نظر] ، [سکتوا عنه] وغیرہ کہہ کر کیا۔

۳۔بہت کم رواۃ ایسے ہیں جن کے بارے آپ نے [کذاب] وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ۔

۴۔اس فصل میں آپ کے تعدیل وجرح کے الفاظ کو ذکر کیا گیا ہے اور مخصوص الفاظ وعبارات [فیه نظر] ، [سکتوا عنه] ، [منکر الحدیث] ، [مقارب الحدیث] وغیرہ کے معنی ومفہوم اور امام بخاریؒ کی مراد کو واضح کیا گیا ہے۔

۵۔معنعن والی سند کو آپ اسی وقت متصل مانتے ہیں جب راوی کا اپنے شیخ سے لقاء وسماع ثابت ہو ، آپ صرف امکان لقاء کو کافی نہیں جانتے ۔

۶۔امام بخاریؒ نے رجال کے تذکرہ میں [الاحتمال] کی اصطلاح کا بھی استعمال کیا ہے جو محدثین کے بیان کردہ مراتب الجرح والتعدیل میں سے [صدوق یخطیء] کے قریب قریب ہے۔

۷۔امام بخاریؒ متکلم فیہ راوۃ کی تمام احادیث کو یکسر مسترد نہیں کر دیتے بلکہ ضعیف ومتکلم فیہ راوی کی وہ روایات جن کے صحیح ہونے کا امام موصوف کو یقین ہو اس کو قبول کر لیتے ہیں ۔

۸۔کچھ رواۃ ایسے بھی ہیں جن پر متقدمین اور اپنے اساتذہ کی جرح کے باوجود امام بخاریؒ نے ان کی روایت کو قبول کیا ہے ، جیسے :کثیر بن عبداللہ ہیں ۔

۹۔امام بخاریؒ نے احادیث پر کلام کرتے ہوئے [حسن] کی اصطلاح کا استعمال بھی کیا ہے اور یہ اصطلاح انہوں نے اپنے شیخ علی بن مدینیؒ سے لی ہے ۔

۱۰۔امام بخاریؒ کی حسن کی اصطلاح بارے محدثین کی مختلف آراء ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے ؟ لیکن راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد صحیح حدیث ہی ہے اور متاخرین کی وضع کردہ اصطلاحات : حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ امام بخاری کی مراد نہ تھیں۔

فصل ثالث

ماہرفن پر ماہرین فنِ اسماء الرجال کی تنقید اور علمی گرفت

اس فصل میں امام بخاریؒ کی کتب اور علمی کاوشوں پر ہونے والی جرح وتنقید اور اس سے متعلق معاصرین و دیگر کی آراء اور اقوال کو ذکر کیا جائے گا، یہ فصل چار مباحث پر مشتمل ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

مبحث اول: امام ابو زرعہؒ اور امام ابو حاتم رازیؒ کی تنقید

(ابن ابی حاتمؒ کی کتاب [بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه] کا جائزہ)

مبحث ثانی: امام خطیب بغدادیؒ کی کتاب [موضح اوهام الجمع والتفریق] میں موجود اوہام بخاری

مبحث ثالث: امام دارقطنیؒ کی علمی گرفت [المؤتلف والمختلف، للدارقطنی]

مبحث رابع: امام بخاریؒ پر تنقید کا حکم و اثر

فصل ثالث

مبحث اول

امام ابن ابی حاتمؒ کی کتاب

[بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ] کا جائزہ

اس مبحث میں امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' پر لکھی گئی عبدالرحمن بن ابی حاتم کی مذکورہ بالا کتاب کے متعلق بحث کی جائے گی، اور امام بخاری کی غلطیوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

مبحث اول

بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاریؒ فی تاریخه

کتاب کا تعارف

نام کتاب:

بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاریؒ فی تاریخه

نام مولف:

امام ابومحمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازیؒ (ت: ۳۲۷ھ)

موضوع:

امام بخاریؒ کی التاریخ الکبیر میں واقع اغلاط کو بیان کرنا۔جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مرقوم ہے:

[موضوع الکتاب علی التحدید بیان ما وقع من خطاء او شبهة فی النسخة التی وقف علیها الرازیان من تاریخ البخاری] (۱)

ترجمہ: اس کتاب کا موضوع : التاریخ الکبیر کا جو نسخہ رازیان کو ملا ، اس میں موجود اغلاط اور شبہات کو بیان کرنا۔

ناشر:

مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ بحیدر آباد، الدکن، الھند ، ۱۳۸۰ھ

اس کتاب کو امام عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمی نے اپنی تحقیق اور علمی مقدمہ کے ساتھ اپنے ادارہ کی کاوشوں سے شائع کیا ہے ۔جہاں پر وہ اپنے اس مقدمہ میں ابن ابی حاتم کی اس کتاب میں امام رازیین کی تنقید پر گرفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ،اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کتاب کا عجیب فائدہ بھی بیان کرتے ہیں

کتاب کا فائدہ:

امام عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمی اپنے مقدمہ میں یوں رقمطراز ہیں :

[واذ کان البخاری والرازیان من اکابر ائمة الحدیث والروایة ، اوسعهم حفظا واوثقهم فهما

---

(۱) مقدمه ، بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه ، ص: ب

واسلمهم نظرا فمن فائدة هذالكتاب ان كل ما في التاريخ ممالم يعترضه الرازيان فهو على ظاهره من الصحة باجماعهم ، ومثله بل اولى ما ذكرا انه الصواب وحكيا عن التاريخ خلافه والموجود في نسخ التاريخ ما صوباه] (١)

ترجمہ: جب امام بخاریؒ اور امام ابوحاتم رازیؒ ، ابو زرعہ رازیؒ اکابرین ائمہ حدیث سے ہیں ، اوران سے اعلی درجہ کے حافظ ، ثقہ اور فہیم ہیں ، تو اس کتاب کا فائدہ یہ کہ وہ تمام عبارات اورتراجم جن پر رازیان نے اعتراض نہیں کیا ، تو ان کی صحت کو گویا اجماع کی حیثیت حاصل ہوگئی اوراسی کی مثل ہیں وہ بھی ، بلکہ اس سے اعلیٰ درجہ میں ، وہ عبارات ہیں جن کی انہوں نے خود صحیح ہونے کی تصدیق کر دی۔

کتاب کا آغاز

کتاب کا آغاز درج ذیل کلمات سے ہوتا ہے ،

[قال ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم سمعت ابی يقول : قال ابو زرعة رضي الله عنهم حمل الى الفضل بن العباس المعروف بالصائغ كتاب التاريخ ذكر انه كتبه من كتاب محمد بن اسماعيل البخارى فوجدت فيه :

١. [١/١/٢٩] محمدبن ابراهيم بن سليمان بن سمرة وانما هو محمد بن ابراهيم بن خبيب بن سليمان بن سمره بن جندب . سمعت ابى يقول كما قال.] (٢)

ترجمہ:ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں اپنے والد سے سنا، وہ کہ رہے تھے کہ ابوزرعہ نے فرمایا: فضل بن عباس الصائغ میرے پاس کتاب التاریخ لے کر آیا ، اور ذکر کیا کہ اس نے اس کو محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے لکھا ہے ، پس میں اس میں یہ چیزیں پائیں:

[۱/۱/۲۹] محمد بن ابراھیم بن سلیمان بن سمرہ ، یہ محمد بن ابراھیم بن خبیب بن سلیمان بن سمرۃ بن جندب ہیں۔ (ابن ابی حاتم کہتے ہیں) میں نے اپنے والد سے سنا وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح (ابوزرعہ) نے کہا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امام ابو زرعہ نے جس نسخے کا مطالعہ کیا وہ فضل بن عباس والا تھا۔

٢. [١/١/٩٩] محمد بن ابى بكر عن ايوب عن ابراهيم بن ميسرة عن عائشة . وانما هو

---

(١) مقدمه ، بيان خطا محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص: ج

(٢) بيان خطاء محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص: ٢

ابن ابی بکیرۃ سمعت ابی [یقول] کما قال. (۱)

ترجمہ: [۱/۱/۹۹] محمد بن ابی بکر، یہ ایوب سے، وہ ابراھیم بن میسرہ سے اور ابراھیم حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (ابوزرعہ کہتے) بلاشبہ یہ ابن ابی بکیرہ ہیں، (ابن ابی حاتم کہتے) میں نے اپنے والد سے سنا، وہ اسی طرح کہہ رہے تھے جس طرح (ابوزرعہ) نے کہا۔

امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی نے اس کے حاشیہ میں لکھا:

[فی التاریخ (بکیرۃ) فلا خطا] (۲)

ترجمہ: التاریخ میں [بکیرہ] ہی ہے، لھذا یہ غلطی نہیں ہے۔

امام بخاریؒ پر گرفت اور نکالی گئی اغلاط کی حقیقت

امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمیؒ کے مقدمۃ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ علامہ معلمی اس بات کا تاثر دینا چاہتے ہیں کہ "التاریخ الکبیر" کے جس نسخہ کا امام ابو زرعہ رازیؒ نے مطالعہ کیا اور امام بخاری کی غلطیاں نکالیں وہ نسخہ معتبر نہ تھا۔

معلمیؒ نے [النظر فی تعقبات الرزیین] کے نام سے ایک عنوان قائم کر کے اس قضیہ پر تفصیلی بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

[ان البخاری اخرج التاریخ ثلاث مرات وفی کل مرۃ یزید و ینقص ویصلح واستظھرت ان النسخۃ التی وقعت للرازیین کانت مما اخرجہ البخاری الاول مرۃ] (۳)

ترجمہ: بلاشبہ امام بخاریؒ نے "تاریخ" کو تین بار تصنیف کیا، اور ہر بار اس میں اضافہ جات اور تہذیب کرتے رہے، اور یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو نسخہ رازیان کو ملا وہ، وہ نسخہ تھا جو آپ نے پہلی بار لکھا۔

ابن یحییٰ المعلمیؒ مزید لکھتے ہیں:

[والشواھد تقضی ان ابا زرعۃ استقراء تلک النسخۃ من اولھا الی آخرھا و نبہ علی ما رآہ خطا او شبھہ مع بیان الصواب عندہ وترک بیاضا فی مواضع. ثم تلاہ ابو حاتم فوافقہ تارۃ و خالفہ

(۱) بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ، ص: ۳
(۲) ایضا، ص: ۳
(۳) مقدمۃ بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ، ص: ج

اخری واستدرک مواضع](۱)

ترجمہ :اور شواہد اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ابو زرعہ نے یہ نسخہ شروع سے آخر تک پڑھا ہوا تھا اور انہوں نے اس میں جو اغلاط اور شبہ جات دیکھے ان کی درستگی بھی کی ۔پھر ان کے بعد وہ نسخہ ابو حاتم نے دیکھا اور انہوں نے کئی جگہوں پر ان کی (ابو زرعہ) کی موافقت کی ،کئی جگہوں پر مخالفت اور بعض مقامات پر استدارک ۔

علامہ معلمیؒ مزید وضاحت کرتے ہیں

جب میں نے یہ کتاب (بیان خطا محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ) دیکھی ،تو مجھے اس بات کا علم ہوا کہ اس کتاب میں جتنی کثرت سے غلطیاں بیان کی گئی ہیں تو ان میں سے چند ایک بھی امام بخاری سے توقع نہیں رکھی جا سکتی چہ جائیکہ یہ ساری ان کی طرف منسوب کی جائیں ،تو اس کتاب کے (مطالعہ اور مقارنہ) کے بعد میرے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس سارے معاملے میں بنیادی وجہ وہ نسخہ ہے جو رازیان کو ملا ۔

اس بات کے دو شواہد بھی ہیں:

۱.[ان الخطیب ذکر فی الموضح (۲) ھذا الکتاب ثم قال: وقد حکی عنه فی ذلک الکتاب اشیاء ھی مدونة فی تاریخه علی الصواب بخلاف الحکایة عنه]

ترجمہ: بے شک خطیب (بغدادی) نے اپنی کتاب الموضح میں اس کتاب (بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاریؒ) کا تذکرہ کیا ، اور کہا: کہ اس کتاب میں انہوں نے امام بخاری کے بارے ایسی باتیں ذکر کیں ہیں جو کہ تاریخ میں (پہلے ہی سے) درست موجود ہیں ۔(یعنی انہوں نے جو غلطیاں بیان کیں ، اور جو درستگی کی وہ غلطیاں التاریخ الکبیر میں موجود ہی نہیں ہیں، اور جو انہوں نے درستگی کی وہ پہلے سے ہی التاریخ الکبیر میں اسی طرح مذکور ہیں ۔)

۲.[ان ابا حاتم وھو زمیل ابی زرعة ولابد ان یکون قد اطلع علی تلک النسخة وعرف حالها یقول فی مواضع کثیرة من ھذا الکتاب ((وانما ھو غلط من الکاتب)) او نحو ھذا راجع رقم : ۱۰،۳۱،۴۲،۶۶،۸۹،۲۱۰،۲۲۹،۲۳۰،۲۳۹،۴۰۴،۴۶۰،۴۷۲،۴۷۲،۵۰۹ یعنی ان الخطا فیها لیس من البخاری ولا ممن فوقه وانما ھو من کاتب تلک النسخة التی حکی عنها ابو زرعة](۳)

ترجمہ: بے شک ابو حاتمؒ وہ ابو زرعہؒ کے ساتھی تھے ، اور ضروری طور پر وہ اس نسخہ پر وارد ہوئے ہوں

---

(۱) مقدمة ، بیان خطا محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه ، ص: ب ، ج

(۲)موضح اوھام الجمع والتفریق ، ۱:۷

(۳) مقدمه ، بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه ، ص: ج،د

گے اور اس کی حقیقت سے بھی آگاہ ہوں گے، اسی وجہ سے وہ اس کتاب کے اکثر مقامات پر یوں کہتے ہیں: ''یہ کاتب کی غلطی ہے'' یا اس طرح کی کوئی اور عبارت استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے: ۱۰، ۳۱، ۴۲، ۶۶، ۸۹، ۲۱۰، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۰، ۴۰۴، ۴۶۰، ۴۷۲، ۶۰۹۔ یعنی کہ یہ غلطی امام بخاری یا ان سے اوپر (جن کے واسطے سے امام بخاری نے ذکر کیا) کسی کی ہے بلکہ یہ وہ اس نسخہ کے کاتب کی غلطی ہے جس کے متعلق ابو زرعہ نے ذکر کیا۔

امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمیؒ کے مذکورہ اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابو زرعہ رازی کے پاس التاریخ الکبیر کا جو نسخہ لایا گیا وہ بالکل ابتدائی نسخہ تھا، جیسا کہ امام بخاری نے خود وضاحت کی کہ میں نے التاریخ کو تین بار تصنیف کیا ہے، تو اس ابتدائی نسخہ کے بعد امام بخاری اس میں تہذیب وتنقیح اور ضروری اضافہ جات کرتے رہے، جس کی واضح دلیل امام خطیب بغدادی کا تبصرہ ہے کہ: ابو زرعہ رازی نے جو امام بخاری کی غلطیاں نکالی ہیں وہ تو پہلے سے ہی التاریخ الکبیر میں درست حالت میں موجود ہیں، اور امام ابو حاتم کا یہ کہنا کہ ''یہ کاتب کی غلطی ہے'' بھی اس چیز کی دلیل ہے کہ انہوں نے امام بخاری کا پہلے سے بعد والا نسخہ بھی دیکھ رکھا تھا اور ان کو یہ علم تھا کہ یہ باتیں التاریخ الکبیر میں درست ہیں تو انہوں نے اس کو کاتب کی غلطی قرار دیا۔

راوی کی اس کے ''جد'' کی طرف نسبت کرنے پر امام ابو زرعہ کا غلطی شمار کرنا

اسی طرح امام معلمی اس بات کی

بھی وضاحت کرتے ہیں کہ کئی جگہ پر معمولی بات کو بھی ابو زرعہ رازی نے خطاء شمار کیا ہے

[كالنسبة الى الجد فان ابا زرعة يعدها في جملة الخطا ء وقد دفع ذلک ابو حاتم في بعض المواضع ،راجع رقم : ٣٦، ٩٢] (۱)

ترجمہ: راوی کی اس کے دادا کی طرف نسبت کر دینے کو ابو زرعہ غلطی شمار کرتے ہیں، اور اس کا ابو حاتم نے بعض جگہوں پر دفاع بھی کیا ہے، دیکھئے: ۳۶، ۹۲۔

بعض اوقات ابو زرعہ خود غلطی پر ہوتے ہیں

امام معلمی نے اس بات کو بھی ذکر کیا کہ بعض اوقات ابو زرعہ رازی غلطی

نکالنے میں خود غلطی پر ہوتے ہیں:

[وقد يكون الصواب مع البخاري ، واخطاء ابو زرعة في تخطئته] (۲)

(۱) مقدمة بيان خطاء محمدبن اسماعيل البخاري في تاريخه،ص:ہ

(۲)ایضاء ص:ہ

ترجمہ:بعض اوقات امام بخاری صائب اورابو زرعہ غلطی نکالنے میں غلطی پر ہوتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

[وبالجملة فقد استقرأت خمسين موضعا من اول الكتاب فوجملته يتجه نسبةالخطاء الى ابى زرعة في هذه المواضع الخمسة، رقم: ١١، ٣٢،٣٣،٤٤،٤٩] (١)

ترجمہ: قصہ مختصر! میں نے کتاب کے آغاز سے پچاس مقامات کو پڑھا، پس اس میں سے پانچ مقامات پر غلطی کی درست نسبت ابو زرعہ کی طرف ہے اور وہ پانچ مقامات یہ ہیں:١١، ٣٢،٣٣،٤٤،٤٩۔

ذیل میں امام معلمی نے جن تراجم کا حوالہ دیا ان میں سے بطور دلیل چند بیان کئے جارہے ہیں:

امام ابو زرعہ کا غلطی نکالنے میں خود غلطی پر ہونا (١)

[[٣٢.[١/١/٨٢٨] ابراهيم بن اسحاق الطالقاني . وانما هو ابراهيم بن عيسىٰ . سمعت ابى يقول: هو ابراهيم بن اسحاق بن عيسى ، اصاب البخارى.]] (٢)

ترجمہ:ابراہیم بن اسحاق الطالقانی ، (ابوزرعہ کہتے ہیں) اور بلاشبہ یہ ابراہیم بن عیسیٰ ہیں۔(ابن ابی حاتم کہتے ہیں) میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہہ رہے تھے: یہ ابراہیم بن اسحاق بن عیسیٰ ہی ہیں ، امام بخاری کی صائب ہیں۔

امام ابو زرعہ کا غلطی نکالنے میں خود غلطی پر ہونا (٢)

[[٣٣ [١/١/٩٢٥] ابراهيم ابو زرعة و كان من مسلمة اهل الكتاب . وانما هو زرعة ابو ابراهيم . سمعت ابى يقول :هو صحيح ، اصاب البخارى ...]] (٣)

ترجمہ:ابراہیم ابو زرعہ وکان من مسلمۃ اھل الکتاب ، (ابو زرعہ کہتے ہیں) اور بلاشبہ یہ زرعہ ابو ابراہیم ہیں ۔ (ابن ابی حاتم کہتے ہیں) میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہہ رہے تھے: وہ (پہلی بات) درست ہے، امام بخاری صائب ہیں۔

---

(١) مقدمة بيان خطاء محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص: و

(٢) بيان خطا ء محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص: ٩

(٣)ايضاء ص: ٩

التاریخ الکبیر میں امام بخاری کا واقعتاً غلطی پر ہونا

امام ابن یحیٰی المعلمی کہتے ہیں کہ میں "بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ" کے پہلے ۵۰ تراجم کو پڑھا تو ان میں سے ۵ جگہ پر ابو زرعہ رازی کی غلطی تھی، تاہم ایک جگہ پر امام بخاری کی غلطی بھی موجود ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

[وبالجملة فقد استقراء ت خمسين موضعا من اول الكتاب .... ولا يتجه نسبة الخطاء الى البخارى نفسه الا فى موضع واحد هو رقم: ۲۵ ، ذكر رجلا ممن ادركه سماه محمدا وقال الرازيان وغيرهما اسمه احمد](۱)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ! پر میں نے کتاب کے آغاز سے پچاس جگہوں کا مطالعہ کیا ۔۔۔۔۔۔تو ان میں امام بخاری کی طرف غلطی کی نسبت کرنا صرف ایک جگہ، رقم: ۲۵ میں ٹھیک ہے، یہاں ایک راوی کا نام آپ نے "محمد" ذکر کیا ہے جبکہ دونوں امام رازی اور دیگر محدثین نے یہ کہا کہ اس راوی کا نام: "احمد" ہے۔

التاریخ الکبیر میں موجود ترجمہ

[۶۲۵ . محمدبن عمران الاخنسى كان ببغداد، يتكلمون فيه منكر الحديث عن ابى بكر بن عياش .] (۲)

ترجمہ: ۶۲۵۔محمد بن عمران الاخنسی ، یہ بغداد میں تھے ، محدثین نے اس میں کلام کی ہے ، یہ "منکر الحدیث" ہے ، اور ابو بکر عیاش سے روایت کرتے ہیں۔

بیان خطاء۔۔۔ میں موجود "درست" تصحیح

[[۲۵۔[۶۲۵/۱/۱] محمدبن عمران الاخنسى كان ببغداد، يتكلمون فيه منكر الحديث عن ابى بكر بن عياش .وانما هو احمد بن عمران ، قد كتبت عنه .سمعت ابى يقول كما قال.]] (۳)

ترجمہ:۲۵۔[۶۲۵/۱/۱] محمد بن عمران الاخنسی ، بغداد میں تھے ،محدثین نے اس میں کلام کی ہے ، یہ "منکر

---

(۱) مقدمه بيان خطاء محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص: و

(۲) التاريخ الكبير ، ۱: ۲۰۲

(۳) بيان خطاء محمد بن اسماعيل البخارى فى تاريخه ، ص:۷

الحدیث'' ہے ، اور ابو بکر عیاش سے روایت کرتے ہیں۔(ابو زرعہ کہتے ہیں) بلاشبہ یہ احمد بن عمران ہیں ، میں ان سے احادیث لکھی ہیں، (ابن ابی حاتم کہتے) میں نے اپنے والد سے سنا وہ ویسے ہی کہہ رہے تھے جیسے (ابو زرعہ) نے کہا۔

مبحث ثانی

امام خطیب بغدادیؒ کی کتاب

[موضح اوھام الجمع والتفریق]

میں موجود اوہام بخاریؒ

مبحث ثانی

موضح اوھام الجمع والتفریق

نام کتاب:

الموضح لاوھام الجمع والتفریق

نام مولف:

ابو بکر احمد بن ثابت الخطیب البغدادی

ناشر:

دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد، الدکن، الھند، ۱۳۷۸ھ

الموضح لاوھام الجمع والتفریق اور امام بخاری

امام خطیب بغدادی نے اپنی اس کتاب میں امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر میں موجود اغلاط کو [اوھام] کا نام دیا ہے، اور اور غلطی کو بیان کر کے اس کو امام بخاری کا [وھم] قرار دے کر اس کی تصحیح کی ہے۔

امام الجرح والتعدیل الشیخ عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمی نے اس کتاب کو اپنی تحقیق اور مقدمہ کے ساتھ اپنے ادارہ کی طرف سے شائع کیا ہے۔ وہ اس کتاب کے اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

[فقد ذکر له نحو ثمانین قضیة سماها اوهاما] (۱)

ترجمہ: پس (خطیب بغدادی) نے ۱۸۰ ایسے قضیہ جات کا تذکرہ کیا جن کو انہوں نے (امام بخاری) کے اوھام کا نام دیا ہے۔

یعنی معلمی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے التاریخ الکبیر کے ۸۰ ایسے مقامات کا تذکرہ کیا جہاں امام بخاری کو غلطی اور وھم ہوا۔

اس کے ساتھ ساتھ امام معلمی نے اس مقدمہ میں التاریخ الکبیر میں امام بخاری کے منہج کو واضح کرتے ہوئے اس بات کو ظاہر کیا کہ امام خطیب نے کئی ایسی باتوں کو امام بخاری کا وھم قرار دیا جو درحقیقت ان کے کتاب میں منہج کا باقاعدہ حصہ

(۱) مقدمة الموضح لاوهام الجمع والتفريق، ۱: ۹

ہیں، اور کئی وھم امام خطیب کو درحقیقت امام بخاری کے منہج سے عدم واقفیت سے ہوئے۔

امام معلمی لکھتے ہیں:

[انه لم ينصف البخاری فقد ذکر له نحو ثمانين قضية سماها اوهاما ، هذا العدد وان لم يكن شيئا بالنسبة الى بضعة عشر الف ترجمة جمعها البخاری من الاسانيد ، فالواقع انه لا يلزم البخاری من ذلک الا اليسير كما ساوضحه ان شاء الله] (۱)

ترجمہ: بلاشبہ (خطیب بغدادی) نے امام بخاری کے ساتھ انصاف نہیں کیا، پس انہوں نے "۸۰" کے قریب اوھام کو ذکر کیا ہے، اگر چہ التاریخ الکبیر میں مذکور دو ہزار سے زائد تراجم کے مقابلے میں یہ معمولی تعداد ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے چند ایک کی نسبت امام بخاری کی طرف درست ہے، جیسا کہ میں ابھی اس بات کو واضح کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام معلمی نے خطیب بغدادی کے ذکر کردہ اوھام کی دو بنیادی وجوہ بیان کی ہیں:

وہ یوں رقمطراز ہیں:

[على ان كثيرا من القضايا التي ذكر الخطيب ان البخاری وهم فيها انما جاء الوهم من نسخة الخطيب او من غفلة عن اصطلاح البخاری او اشارته] (۲)

ترجمہ: بلاشبہ اکثر قضایا جن کو خطیب بغدادی نے امام بخاری کے وھم قرار دیا، وہ یا تو اس نسخہ کی وجہ سے ہیں، جو خطیب بغدادی کے پاس تھا یا وہ امام بخاری کی اصطلاحات اور اشارات (منہج واسلوب) سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہیں

یعنی یہاں پر امام معلمی نے دو وجوہ کی طرف توجہ دلائی جس کی وجہ سے اکثر جگہ پر خطیب بغدادی کو امام بخاری کے اوھام کا ذکر کرنا پڑا۔

پہلی وجہ

ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس الدلال النیشاپوری کی روایت کا نسخہ

پہلے اس بات کی وضاحت کی

(۱) مقدمة الموضح ، ۱: ۹

(۲) ایضاء ۱: ۸

جاچکی کہ امام بخاری نے التاریخ الکبیر کے بارے کہا کہ میں نے اس کو تین بار تصنیف کیا، اور تین بار تصنیف کرنے سے مقصد بالکل واضح ہے کہ وہ ہر بار اس میں کمی واضافہ جات کرتے رہے، امام بخاری کے اوھام ذکر کرنے میں خطیب بغدادی نے جس نسخہ کو بنیاد بنایا وہ دوسرا نسخہ ہے، یعنی پہلا وہ نسخہ جس کو مدنظر رکھ کر امام ابو زرعہ رازی نے امام بخاری کی اخطاء بیان کیں، اور دوسرا نسخہ یہ جس کے راوی ابو احمد بن سلیمان بن فارس الدلال ہیں اور تیسرا اور فائنل نسخہ وہ ہے جس کے راوی ابن سہل ہیں۔

ابن یحیٰی المعلمی اپنے مقدمہ یوں لکھتے ہیں:

[فكلام ابن ابی حاتم كان بحسب النسخه التي اخرجها البخاری اولا ، وكلام الخطيب بالنظر الى النسخة التي اخرجها البخاری ثانيا وهي رواية ابی احمد محمد بن سليمان بن فارس الدلال النسابوری المتوفى سنة ۳۱۲. ذكر الخطيب في الموضح اول اعتراضاته على البخاری اسناده اليه .وفي رواية ابن فارس هذه مواضع على الخطاء وهي في رواية محمد بن سهل بن كردی عن البخاری على الصواب ، انظر الموضح ، اوهام : ۷ ، ۹ ، ۱۳ من اوهام البخاری مع تعليقی فظهر ان رواية ابن فارس مما اخرجه البخاری ثانيا ؛ ورواية ابن سهل مما اخرجه ثالثا .] (۱)

ترجمہ:پس ابن ابی حاتم کا کلام اس نسخہ کے لحاظ سے تھا جس کو امام بخاری نے اولا لکھا، اورخطیب بغدادی کا کلام کی بنیاد دوسرے نسخہ پر ہے ، اور یہ دوسرا نسخہ ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس الدلال النیشاپوری ہیں ، (متوفی: ۳۱۲ھ) ۔خطیب بغدادی نے پہلے ''موضح'' میں امام بخاری پر اعتراض کرتے ہوئے اس (روایت) کی طرف اپنی سند کا تذکرہ کیا ہے۔اور ابن فارس کی روایت میں یہ اغلاط موجود ہیں لیکن محمد بن سھل کی روایت میں یہ صحیح ہیں ، دیکھئے:اوھام نمبر: ۷ ، ۹ ، ۱۳ ۔پس یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن فارس کی روایت وہ ہے جو کتاب امام بخاری نے دوسری بار لکھی، اور ابن سھل کی روایت وہ ہے امام بخاری نے تیسری بار لکھی۔

اورخطیب بغدادی کتاب کا آغاز یوں کرتے ہیں:

[فمن اوهام البخاری في الجمع والتفريق انه قال في تاريخه الكبير الذی يرويه عنه ابو احمد محمد بن سليمان بن فارس الدلال النيسابوری في باب المحمدين ......] (۲)

ترجمہ: جمع وتفریق میں امام بخاری کے اوھام سے : امام بخاری نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں کہا ہے جس کو ان سے ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس الدلال نیشاپوری روایت کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔

(۱) مقدمة الموضح ، ۱: ۱۱ ، ۱۲

(۲) موضح اوهام الجمع والتفريق ، ۱: ۹

مثال

الوھم الثالث میں [محمد بن سعید] کے ترجمہ پر کلام کرتے ہوئے ،خطیب بغدادی ذکر کرتے ہیں:

[وفصله بين الترجمتين مع هذا القول سهو كبير واغفال شديد] (۱)

محقق کی تعلیق

[السهو والاغفال من الخطيب اذ لم يتنبه لخطاء نسخة او على الاقل يراجع النسخة التي من رواية ابن سهل و سينقل عنها في ما ياتي] (۲)

ترجمہ:سھو اورغفلت کا ارتکاب تو خطیب بغدادی سے ہوا کہ وہ نسخہ کی غلطی سے آگاہ نہ ہوسکے، یا کم از کم ان کو ابن سھل کی روایت والا نسخہ میں بھی اس کو چیک کر لینا چاہئے تھا، اور جبکہ وہ اس سے عنقریب نقل بھی کریں گے ۔ (یعنی خطیب بغدادی کے پاس ابن سھل کی روایت والا نسخہ موجود بھی تھا لیکن انہوں نے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے تقابل نہ کیا۔)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خطیب بغدادی نے جس نسخہ کو سامنے رکھ کر اوھام کا تذکرہ وہ دوسرا نسخہ تھا اور تیسرے نسخے میں جو کہ بن سھل کا روایت کردہ ہے اس میں امام بخاری نے ان اغلاط کو پہلے سے ہی درست کر دیا تھا، یا ممکن ہو کہ راوی محمد بن سلیمان بن فارس نے نقل کرتے غلط لکھ لیا ہو، ہر چند اعتبار اس نسخہ کا ہی کیا جائے گا جو سب سے آخری ہے اور وہ ابن سھل کا نسخہ ہے۔

دوسری وجہ

امام ابن یحٰیی کی مرقوم عبارت سے اوھام ذکر کرنے میں بعض جگہ خطیب بغدادی کا خود وھم کا شکار ہونے کی دوسری اہم وجہ ان کا امام بخاری کی التاریخ الکبیر میں اصطلاحات اور منہج سے عدم واقفیت یا اس کی رعایت نہ کرنا ہے ۔

التاریخ الکبیر میں امام بخاری کے لطیف منہج کو ابن یحٰیی معلمی یوں واضح کرتے ہیں:

۱۔۔

[واما الجهة الاولىٰ فيتعلق بها اصطلاحات للبخاری:

الاول: انه حيث يرتب الاسماء الكثيرة بحسب اوائل اسماء الآباء يتوسع فيعد كل لفظ يقع بعد

---

(۱) موضح اوھام الجمع والتفریق، ۱: ۱۵

(۲) حاشیہ موضح اوھام الجمع والتفریق، ۱: ۱۵

"فلان بن" بمنزلة اسم الاب ويزيد على ذلک في من لم يذكر ابوه فيعد اللفظ الواقع بعد الاسم كاسم الاب في من ذلک "عيسىٰ الزرقي" ذكره في من اسمه عيسىٰ واول اسم ابيه زاى وهكذا "مسلم الخياط" في من اسمه مسلم واول اسم ابيه خاء] (١)

ترجمہ: امام بخاری کے منہج کی پہلی جہت ان کی اصطلاحات سے متعلق ہیں:

پہلی: جہاں پرانہوں نے رواۃ کے اسماء کوترتیب دینے کے لئے ان کے آباء کے ناموں کے پہلے حروف کو بنیاد بنایا، اسی طرح انہوں نے وہ رواۃ جن کے آباء کے نام مذکورنہیں ہیں تو ان کے نام کےفوراً بعد والے لفظ کو راوی کے والد کے نام کی حیثیت دے کراس لفظ کے پہلے حرف کو مدنظر رکھ کرترتیب لگائی ہے۔ جیسے "عیسٰی الزرقی" ہے تو اس کوانہوں نے [في من اسمه عيسىٰ واول اسم ابيه زاء] کے باب میں ذکر کیا ہے۔اسی طرح "مسلم الخیاط" کو [في من اسمه مسلم واول اسم ابيه خاء] میں ذکر کیا۔

٢۔۔

[الثاني انه اذا عرف اسم الرجل على وجهين يقتضي الترتيب وضعه بحسب احدهما في موضع و بحسب الآخر في آخر ترجمة في الموضعين . فمن ذلک شيخه محمد بن اسحاق الكرماني يعرف ايضا بمحمد بن ابي يعقوب ذكره في موضعين من المحمدين فقال في الجلد الاول رقم :٦٦ " محمد بن اسحاق هو ابن ابي يعقوب الكرماني مات سنة ٢٤٤" وقال فيه رقم[٨٥٨. محمد بن ابي يعقوب ابو عبدالله الكرماني ...]

دوسری: جب کوئی راوی دو ناموں سے جانا جاتا ہو، اور وہ دوجگہوں پر ترتیب کی وجہ ذکر کئے جانے کا متقاضی ہو(تو امام بخاری ایسا کرتے ہیں) ۔ایسے ہی رواۃ میں سے ان کے شیخ محمد بن اسحاق الکرمانی ہیں جو محمد بن ابو یعقوب کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں ،تو امام بخاری نے ان کو[محمد] باب میں دو جگہوں پر ذکر کیا، پس آپ نے پہلی جلد ،ترجمہ نمبر: ٦٦ میں کہا: محمد بن اسحاق ، یہ ابن ابی یعقوب الکرمانی ہیں جو سن ٢٤٤ ھ میں فوت ہوئے ، اور ترجمہ نمبر: ٨٥٨ میں کہا: محمد بن ابی یعقوب ابوعبداللہ الکرمانی ۔۔۔

ومن ذلک عبدالله بن ابي صالح ذكوان يقال لعبدالله "عباد" فذكره البخاري في باب عبدالله وفي باب عباد وكلامه في الموضعين وفي ترجمة ابن ابي صالح ذكوان ، صريح في انه لم يلتبس عليه.

(١) مقدمة الموضح ، ص: ١٢

یہی معاملہ عبداللہ بن ابی صالح ذکوان کا ہے ، عبداللہ کو "عباد" بھی کہا جاتا ہے ، پس امام بخاری نے ان کو عبداللہ کے باب میں اور عباد کے باب میں ہر دو جگہ ذکر کی اور دونوں جگہوں پر کلام کی۔تو یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ امام بخاری یہاں کوئی التباس (وھم) نہیں ہوا۔

من ذلک مسلم بن ابی مسلم یقال له "الخیاط" فذکره فی مسلم بن ابی مسلم وفی مسلم الخیاط ۔ وسیاقه صریح فی انه لم یلتبس علیه.فهذا هو اصطلاحه وصاحب التهذیب یذکرالرجل فی موضع مفصلا ثم یذکره فی الموضع الآخر مختصرا جدا و یحیل علی ذاک ۔ وصنیع البخاری ان لم یکن احسن من هذا فعلی کل حال لیس بوهم ولکن الخطیب یعد هذه اوهاما انظر الموضح الوهم: ۲،۴۲،۵۵ من اوهام البخاری ۔ ولم یکتف بذلک بل فضل هذه المواضع بمزید من التشنیع و تشنیعه عائد علیه کما لا یخفی] (۱)

ترجمہ:اور اسی طرح مسلم بن ابی مسلم ہیں ، ان کو "الخیاط" بھی کہا جاتا ہے تو امام بخاری نے ان کو "مسلم بن ابی مسلم" میں ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ "مسلم الخیاط" میں بھی ذکر کیا تو یہ بات واضح ہے کہ امام بخاری کو یہاں کوئی غلطی یا وھم نہیں ہوا بلکہ یہ ان کا باقاعدہ طریقہ ہے۔صاحب "التھذیب" اگر ایک جگہ کسی راوی کا مفصل تذکرہ کرتے ہیں تو دوسرے جگہ اس کو بہت مختصر انداز میں ذکر کرتے ہیں، امام بخاری کا طریقہ اگرچہ ان سے زیادہ اچھا نہیں ہے بہر حال یہ امام بخاری کا وھم بھی نہیں ہے۔لیکن خطیب بغدادی ان چیزوں کو وھم شمار کرتے ہیں ۔ دیکھئے : وھم نمبر: ۲،۴۲ ، ۵۵ ۔اور وہ صرف اس کو وھم قرار دینے پر اکتفی نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ تنقید و تشنیع سے بھی کام لیتے ہیں، تو یہ بات مخفی نہیں کہ ان کی تنقید و تشنیع ان ہی کی طرف لوٹتی ہے۔

۳۔ [الاصطلاح الثالث: وهو ان البخاری اذا وجد من وصف بوصفین ، وکان محتملا ان یکون واحدا و ان یکون اثنین ، فانه یعقد ترجمتین ، فان لم یمنعه مقتضی الترتیب الذی التزمه من قرنهما ، کی یسهل فیما بعد جعلهما ترجمة واحدة اذا تبین له ،او الاشارة القریبة البینة اذا قوی ذلک ولم یتحقق کانه یزید فی الثانیة (اراه الاول) ۔ ولما جرت عادته بهذااصار القرن فی مواضع الاحتمال کالاشارة الیه و التنبیه علیه. اما اذا لم یسمح مقتضی الترتیب بالقرن ، فانه یضع کلا من الترجمتین فی موضعها ویشیر اشارة اخریٰ وقد یکتفی بظهور الحال، انظر الموضح : ۲، ۱۲ ، ۱۴، ۱۵ ،۳۸ ، ۵۵ من اوهام البخاری ۔] (۲)

---

(۱) مقدمة الموضح، ۱: ۱۲،۱۳

(۲) مقدمة الموضح ، ۱:۱۳

ترجمہ:تیسری اصطلاح: امام بخاری جب دیکھتے ہیں کہ ایک راوی دو اوصاف سے جانا گیا ہے، اوراس بات کا امکان بھی موجود ہو کہ یہ دونوں ایک ہی راوی کے وصف ہیں یا دو الگ الگ رواۃ کے ،تو امام بخاری ان دونوں تراجم کو اکٹھا ذکر کردیتے ہیں، اگر ترتیب ان دونوں کا اکٹھا ذکر کرنے میں مانع نہ ہو، تا کہ بعد میں آنے والے محدثین کے لئے جب یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ ایک ہی راوی ہے تو ان کو ایک دوسرے میں ضم کرنا آسان رہے، یا امام بخاری کو جب غالب گمان ہولیکن یقین نہ ہوتو وہ [اراہ الاول--یہ مجھے لگتا ہے ،یہ وہی پہلا راوی ہے] کہ کر اس کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں ۔اور جب امام بخاری کی یہ عادت واضح ہوگئی تو ایسے دو رواۃ کو اکٹھا ذکر دینا ہی ان کی طرف اشارہ یا تنبیہ کے مترادف ہوگیا۔

لیکن جب ترتیب ایسے دو رواۃ کو اکٹھا ذکر کرنے کی اجازت نہ دے تو وہ ان دونوں کو الگ الگ ان کی جگہوں میں ذکر کر دیتے ہیں، دیکھئے: وھم نمبر:۲،۱۲،۱۴، ۱۵، ۳۸، ۵۵ ۔

مثال

[الوهم الثاني . قال البخاري في باب الالف من آباء المحمدين : محمد بن اسحاق هو ابن ابي يعقوب الكرماني مات سنة اربع و اربعين . وقال في آخر باب الياء منهم : محمد بن ابي يعقوب ابو عبدالله الكرماني سمع حسان ابن ابراهيم . والوهم في هذا اظهر](۱)

ترجمہ:وھم نمبر۲: میں امام بخاری نے [باب الالف من آباء المحمدين] میں کہا: محمد بن اسحاق ، یہ ابن ابی یعقوب الکرمانی ہیں جو ۴۴ میں فوت ہوئے (۲)

اور [باب الياء] کے آخر میں کہا کہ ان میں سے : محمد بن ابی یعقوب ابوعبداللہ الکرمانی بھی ہیں ،جنھوں نے حسان بن ابراھیم سے سماع کیا ہے،تو یہاں وھم بالکل واضح ہے۔

محقق کی تعلیق

[ليس هذا بوهم ، فالكرماني مشهور بالاسمين ... وهو مع ذلک من شيوخ البخاري فلم يكن يشتبه عليه لكن لما كان يذكر بالاسمين ولكل منهما مظنة بحسب الترتيب ذكره البخاري في كلتا المظنتين .... وتلک طريقة البخاري] (۳)

---

(۱) موضح اوهام الجمع والتفريق، ۱:۱۱

(۲) يهاں خطيب بغدادی نے تاریخ وفات غلط ذکر کی هے ، جبکه التاریخ الکبیر میں ۲۴۴ مذکورهے.

(۳) حاشیه : موضح اوهام الجمع والتفريق ، ۱:۱۱

ترجمہ: یہ وہم نہیں ہے، پس کرمانی دو ناموں سے مشہور ہیں ۔۔۔اور دوسری بات یہ کہ وہ امام بخاری کے اساتذہ سے ہیں، لہذا ان کے بارے ان کو وہم لاحق بھی نہیں ہوسکتا، لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ دو ناموں سے مشہور ہیں، اور امام بخاری نے ان کو دونوں ناموں کی جگہ پر ذکر کر دیا ۔۔۔تو یہ امام بخاری کا باقاعدہ طور پر منہج ہے (نہ کہ وہم یا غلطی)

امام بخاریؒ کے توقف کو وہم قرار دینا

مقدمۃ الموضح میں مرقوم ہے:

[وكثير من المواضع التي لم يقض فيها البخاري بل ابقاها علي الاحتمال يكون دليل الخطيب علي احد الاحتمالين غير كاف للجزم بحسب تحرى البخاري وتثبته وما كان كافيا للجزم فلا يليق ان يسمي توقف البخاري وهما] (۱)

ترجمہ: اکثر وہ جگہیں جہاں امام بخاری نے کوئی واضح فیصلہ نہیں کیا اور معاملے کو محتمل چھوڑا ہو تو خطیب بغدادی ایک رائے کی ایسی دلیل دیتے کہ امام بخاری کے وہم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دلیل اس رائے کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی، تو ایسی جگہوں پر اس معاملے کو جس کو امام بخاری نے عمداً چھوڑا دیا ہو کو وہم قرار دینا درست نہیں ہے۔

---

(۱) مقدمۃ الموضح، ۱: ۱۳، ۱۴

فصل ثالث

مبحث ثالث

امام بخاریؒ پر امام دارقطنیؒ کی علمی گرفت کا تذکرہ

مبحث ثالث

امام دارقطنیؒ کی التاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ کے اَوھام و اخطاء کی نشان دہی

امام دارقطنی نے اپنی کتاب" الموتلف والمختلف " میں ان رواۃ کا تذکرہ کیا ہے جن کے اسماء، القاب یا کنیت وغیرہ لکھنے میں تو ایک جیسی ہیں لیکن الفاظ کی ادائیگی میں مختلف ہیں ۔

تعارف کتاب

نام کتاب : الموتلف والمختلف

نام مولف : الامام الحافظ ابی الحسن علی بن عمر الدارقطنی البغدادی (ت ۳۸۵ھ)

نام محقق: الدکتور موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر

طابع : دارالغرب الاسلامی ، بیروت ،لبنان

سن : ۱۴۰۶ھ --- ۱۹۸۶ء طبع اول

امام دارقطنی محدث اور علم الرجال کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ناقد بھی تھے انہوں نے اپنی اس کتاب الموتلف والمختلف میں رواۃ حدیث کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اپنے سے متقدمین ائمہ کی کتب میں رجال بارے موجود اغلاط واوھام یا وہ اشیاء جن کو امام دارقطنی نے اغلاط واوھام سمجھا ان کا تذکرہ بھی کیا اور اکثر اوقات وہ اس محدث کے ذکر کردہ عبارت کو بعینہ ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد درست عبارت ذکر کرکے غلطی یا وھم کی وضاحت فرما دیتے ہیں اور درست موقف کو ثابت کرنے کے لئے دیگر علماء ومحدثین کی آراء واقوال کو بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض اوقات متعدد آراء کو ذکر تو کرتے ہیں لیکن کسی بھی موقف کی تائید یا ترجیح کے بغیر ہی آگے گزر جاتے ہیں ۔(۱)

امام دارقطنی نے جن جن محدثین کی کتب میں موجود اوھام کا تذکرہ کیا ان کے بارے اس کتاب کے محقق یوں لکھتے ہیں:

[ومن الائمة الحفاظ الذين انتقدهم ابو الحسن الدارقطني : البخاری فی التاريخ الكبير ، ومسلم فی الكنىٰ ، كما بين اوهام الشعبي ووكيع ، ويحيىٰ بن معين واحمد بن حنبل وغير ذلک من الحفاظ .](۲)

(۱) مقدمة المحقق، الموتلف والمختلف، ۱: ۹۳، ۹۴

(۲) ایضاً، ۱: ۹۴

ترجمہ: اوران ائمہ میں سے جن پر امام دارقطنی نے تنقید کی: امام بخاری ہیں ان پر التاریخ الکبیر کے بارے میں، امام مسلم پر کتاب ''الکنی'' کے بارے تنقید کی اور اسی طرح انہوں نے امام شعبی، وکیع، یحییٰ بن معین اوراحمد بن حنبل اوران کے علاوہ دیگر حفاظ کے اوھام کو واضح کیا۔

امام دارقطنیؒ کی نقد وگرفت کی حقیقت

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا کہ ''بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ'' اور'' موضح اوھام الجمع والتفریق'' میں بھی امام بخاری کے جتنے اوھام اور اغلاط کا بیان کیا گیا ان میں سے اکثر میں امام بخاری علی الصواب ہیں، اوربعض اوقات وھم کا ذکر کرنے والے محدثین کو خود وھم لاحق ہوا ہے، تاہم اس سے قطعا انکار ممکن نہیں کہ بعض اوقات بتقاضائے بشریت امام بخاری کو رواۃ کے احوال ذکر کرتے وقت وھم لاحق ہوا۔

اسی طرح امام دارقطنی نے اپنی کتاب میں جن جن محدثین پر علمی گرفت کی وہ تمام کے تمام ٹھیک نہیں بلکہ بعض جگہوں پر امام دارقطنی کو خود وھم لاحق ہوا جو کہ انسانی تقاضہ بھی ہے۔

کتاب کے محقق یوں رقمطراز ہیں:

[ان انتقادات ابی الحسن الدارقطنی للائمة الحفاظ لم یسلم له فیها کلها . بل تعرضت هذه الانتقادات الی الدراسة والتحلیل من قبل الحفاظ الذین جاء وا من بعده ، کالخطیب البغدادی ، وابن ماکولا ، وابن ناصر الدین ، وغیرهم من الحفاظ کما سیلاحظ القاری وهو یطالع تحقیق الکتاب . .اضف الی ذلک ان الدارقطنی رحمه الله تعالیٰ وهم فی بعض المواضع من الکتاب فتعرض للانتقاد من قبل الحفاظ الذین جا ء وا من بعده .] (۱)

ترجمہ: بلاشبہ ابوالحسن الدرقطنی کی حفاظ ائمہ پر تنقید ساری کی ساری درست نہیں ہے۔ بلکہ ان انتقادات کا دراسہ اور تحلیل ان کے بعد آنے والے حفاظ: خطیب بغدادی، ابن ماکولا، ابن ناصر الدین وغیرہ نے کیا، جیسا کہ کتاب کا قاری تحقیقی حاشیہ میں اس کو ملاحظہ کرلے گا۔۔۔۔بلاشبہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کو اپنی کتاب میں بعض جگہ وھم لاحق ہوا، جس کو ان سے متاخرین حفاظ نے واضح کیا ہے۔

چند اُمثلہ

امام دارقطنی نے کس انداز میں امام بخاری کے اوھام وغیرہ کا تذکرہ کیا اس کی چند امثلہ ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

---

(۱) مقدمة المحقق، المؤتلف والمختلف، ۱: ۹۷

☆ امام دارقطنی نے [باب الجیم] کے ذیلی باب [باب جریر و جریر ....] میں لکھتے ہیں:

[وذکر البخاری فی باب حریز فیما اخبرنا علی بن ابراھیم ، عن ابن فارس عنه قال : حریز بن عبیدة العدوی البصری ، سمع اباه ، وعمر و بن القاسم . ذکر عبدالرحمٰن بن ابی حاتم : انه سال اباه وابازرعة عنه ؟ فقالا : انما ھو جریر بن عبیدة .

وھو عندی کما قالا ، والله اعلم .](۱)

ترجمہ: اور امام بخاری نے [باب حریز] میں میں ذکر کیا: ''اخبرنا علی بن ابراھیم، عن ابن فارس عنه قال: حریز بن عبیدہ العدوی البصری، سمع اباہ وعمرو بن القاسم''۔عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ: انہوں نے اپنے والد اور ابو زرعہ سے اس راوی کے متعلق پوچھا تو دونوں نے یہ کہا: بلاشبہ وہ ''جریر'' بن عبیدہ ہے۔

(امام دارقطنی کہتے ہیں)اور میرے نزدیک بھی یہی بات درست ہے جو ان دونوں نے کہی، واللہ اعلم۔

☆ امام دارقطنی [باب بقیة و ثفنة] میں یوں لکھتے ہیں:

[... حدثنا ابو کعب عن جده بقیة ، ذکر البخاری ھذا فی باب النون فقال : عن جده نبیة ، ووھم رحمه الله ...](۲)

ترجمہ: ۔۔۔ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو کعب نے اپنے دادا ''بقیہ'' کے واسطے سے بیان کیا، امام بخاری نے اس کو [باب نون] میں بیان کیا ہے اور کہا ہے: ''عن جده نبیة''، اور یہاں ان کو وھم لاحق ہوا۔

☆ امام دارقطنی [باب منازل] میں یوں لکھتے ہیں:

[ابو المنازل مثنی بن مازن العبدی ، احد بنی غنم ، عن الاشج ، روی عنه حجاج بن حسان ، ذکره البخاری . والصواب : مثنی بن ماوی](۳)

ترجمہ: ابو المنازل مثنی بن مازن العبدی، یہ بنو غنم سے ہیں، یہ اشج کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ اور ان سے حجاج بن حسان نے روایات لی ہیں، اس طرح امام بخاری نے اس کا تذکرہ کیا۔

جبکہ درست: ''مثنی بن ماوی'' ہے

(۱) الموتلف والمختلف للدارقطنی، ۱: ۳۵۸

(۲)ایضاً ۱: ۲۰۵

(۳)ایضاً ۴: ۲۳۰۱

☆ امام دارقطنی [باب نضير بضم النون والضاد المعجمة] میں یوں بیان کرتے ہیں:

[......ذکرہ البخاری فی تاریخه ، فی باب نصیر ، بالصاد ووهم فیه رحمه الله ، وانما هو : نضير بالضاد المعجمة مشهور .] (۱)

ترجمہ: ان کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں [باب نصیر]-صاد کے ساتھ- میں ذکر کیا ہے تو یہاں ان کو وھم لاحق ہوا، بلاشبہ یہ: [نضیر] مشہور ہیں، ضاد کے ساتھ۔

☆ امام دارقطنی [باب نضر] میں لکھتے ہیں :

[النضر بن شفی ، یعد فی الشامیین . ذکرہ البخاری فی باب نصر . وذلک وهم منه] (۲)

ترجمہ: [النضر بن شفی] ان کا شمار شامیین میں ہوتا ہے، اس کو امام بخاری نے [باب نصر] میں ذکر کیا ہے اور یہ ان کا وھم ہے۔

☆ اسی طرح امام درقطنی نے مندرجہ ذیل مقامات اور ان کے علاوہ کافی جگہوں پر اس طرح کے اوہام کی طرف اشارہ کیا، ۱/۲۳۲، ۴۴۹ اور ۲/۵۵٦ اور ۴/ ۱۷۷۰، ۲۲۴۰، ۲۲۴۴

لیکن یہ بات واضح رہے کہ ان میں سے کافی اوھام واغلاط وہی ہیں جن کا امام عبدالرحمن بن یحیی المعلمی نے ''موضح اوھام الجمع والتفریق'' اور ''بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ'' کے مقدمہ اور تحقیقی حاشیہ میں رد بھی کیا ہے اور اکثر مقامات پر امام بخاری کے دفاع میں دلائل بھی دیئے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) المؤتلف والمختلف ، ۱: ۲۲۷

(۲) ایضا

فصل ثالث

مبحث رابع

امام بخاریؒ پر تنقید کا حکم و اثر

مبحث رابع

امام بخاریؒ پر تنقید کا حکم

مذکورہ مباحث میں فن اسماء الرجال کے ماہر محدثین کی ایک دوسرے کی کتب اور بالخصوص امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' بارے دیگر محدثین کی آراء اور ان کی علمی گرفت کا تذکرہ کی گیا ہے جس میں اگر چہ اکثر اغلاط اور اوہام کا سبب امام بخاری کی ذات نہیں بلکہ ان سے منقول التاریخ الکبیر کی روایات ہیں اور اگر امام ابوزرعہ رازی اور امام خطیب بغدادی امام بخاری کے آخری فائنل نسخہ جس کو محمد بن سہل کردی نے روایت کیا ہے کو دیکھتے تو شائد ان کو یوں تفصیل کلام کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں امام بخاری نے اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور ہزاروں کی تعداد میں رواۃ حدیث کے احوال پہلی بار قلم بند کئے اور علمی روایات کو ایک نئی طرح بخشی اس کے ساتھ ساتھ بتقاضائے بشریت چند اور وہ بھی نہ ہونے کے برابر غلطیوں کا نہ چاہتے ہوئے سرزد ہوجانا کوئی بہت بڑا عیب نہیں ہے۔ اور جس نوعیت کی امام رازی اور بغدادی نے کلام کی اس سے کسی راوی یا محدث کی علمی حیثیت کو قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی اس سے امام موصوف کی علمی قدر ومنزلت اور شان میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ بلکہ ایک لحاظ سے آپ کی کتب اور زیادہ اہمیت اختیار کرگئی ہیں کہ آپ کے ہم عصر اور متاخرین محدثین نے ان کو اہمیت دیتے ہوئے ان کی تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا۔

امام ابن یحیی المعلمی یوں رقمطراز ہیں:

[من الناس من عرف طرفا من علم الرواية ولم يحققه فسمع ان كثرة خطا الراوى تخدش في ثقته فاذا راى هنا نسبة الخطاء الى البخارى او ابى زرعة توهم ان هذا الخطاء من جنس ذاك ، ومن الناس من يعرف الحقيقة ولكنه يتجاهلها لهوى له . والحقيقة هي ان غالب الخطاء الذى تتجه نسبته الى البخارى نفسه او الى ابى زرعة انما هو من الخطاء الاجتهادى الذى يوقع فيه اشتباه الحال وخفاء الدليل وما يكون في ذلك مما يسوغ ان يعد خطا في الرواية فهو امر هين لا يسلم من مثله احد من الائمة على كل حال فليس هو بالخطاء الخادش في الثقة](۱)

ترجمہ: کچھ لوگ جو علم الروایۃ سے معمولی سی واقفیت رکھتے ہیں، اور ان کو اس علم میں رسوخ حاصل نہیں ہے اورانہوں نے یہ سن رکھا ہے کہ راوی کی اغلاط اس کی ثقاہت کو مخدوش بنا دیتی ہیں، تو جب اس طرح کے لوگوں نے امام بخاری اور ابو زرعہ کی اس طرح کی اغلاط کو دیکھا تو ان کو یہ وھم لاحق ہوگیا کہ یہ وہی اغلاط ہیں (جن کی وجہ

(۱) مقدمة ،بیان خطاء محمدبن اسماعیل البخاری فی تاریخه ، ص:و

سے راوی غیر ثقہ قرار دیا جاتا ہے) ۔اور کچھ لوگ ایسے ہی جو اس حقیقت سے آگاہ تو ہیں لیکن جان بوجھ کر تجاہل سے کام لیتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری کی طرف اور ابو زرعہ کی طرف جن اغلاط کی نسبت کی گئی ، یہ اجتھادی خطاء شمار ہوگی جو احوال اور دلیل کے مخفی ہونے کی وجہ سے (مجتھد) سے سرزد ہوتی ہے ۔اور جہاں تک معاملہ ہے اس کو علم الروایۃ میں غلطی شمار کرنے کا ،تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے کوئی بھی امام کسی بھی حالت میں محفوظ نہیں رہ سکتا ۔پس یہ وہ غلطی نہیں ہے جو کسی راوی کی ثقاہت کو مخدوش کر دے۔

اسی طرح امام خطیب بغدادی کے کتاب موضح اوھام الجمع والتفریق کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

[وعلی کل حال فالاوھام ھنا لیست من قبیل اوھام الرواۃ التی تنشاء عن غفلة او نسیان او نحو ذلک مما یخدش فی حفظ الراوی وضبطه] (۱)

ترجمہ:بہر حال یہ اوھام ، رواۃ حدیث کے ان اوھام و اغلاط کی قسم سے نہیں ہیں جو راوی کی غفلت یا نسیان وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جس سے راوی کے حفظ اور ضبط میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسماء الرجال میں خدمات سرانجام دینے والے محدثین سے اگرنا چاہتے ہوئے کسی راوی کے نام یا ولدیت وغیرہ میں کہیں سہو یا وہم واقع ہوا ہو تو اس سے ان کی علمی قدر ومنزلت اور ثقاہت متاثر نہیں ہوتی ۔واللہ اعلم۔

---

(۱) مقدمة الموضح ، ۱:۸

ماحاصل فصل ثالث

۱۔امام بخاریؒ کی علمی خدمات اور تالیفات وتصنیفات پر محدثین نے تعریف وتوصیف کے ساتھ ساتھ تنقید اور علمی گرفت بھی کی ہے اور آپ کے اوہام و اخطاء کو اپنی کتب میں قلم بند کیا ہے۔

۲۔کچھ محدثین نے باقاعدہ طور پر آپ کی اخطاء کو واضح کرنے کے لئے الگ سے کتب تالیف کی ہیں جیسے ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم رازیؒ کی کتاب: بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ ہے۔

۳۔خطیب بغدادی نے اپنی کتاب موضح اوھام الجمع والتفریق میں امام بخاریؒ کے التاریخ الکبیر میں اوھام کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۔امام دارقطنی نے اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں اس فن میں امام بخاری کی اخطاء کو قلم بند کیا ہے۔

۵۔یہ بات واضح رہے کہ وہ اخطاء جن کی نسبت عبدالرحمن ابی حاتم نے ابو زرعہ رازی کے حوالے سے امام بخاری کی طرف کی ہے وہ تمام کی تمام درست نہیں ہیں، جیسا کہ اسی کتاب میں کئی مقامات پر ابو حاتم رازی نے غلطی کی نسبت امام ابو زرعہ رازی کی طرف کی ہے اور امام بخاری کو علی الصواب قرار دیا ہے۔

۶۔اسی طرح عبدالرحمن بن یحیٰی المعلمیؒ جو اس کتاب کے محقق ہیں نے بہت ساری ایسی اغلاط کی نشان دہی کی ہے جہاں امام بخاریؒ علی الصواب اور امام ابو زرعہ خود غلطی پر ہوتے ہیں۔

۷۔خطیب بغدادیؒ کی کتاب میں اکثر جن مقامات کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے وہ پہلے ہی التاریخ الکبیر میں علی الصواب ہیں۔

۸۔امام بخاریؒ نے خود واضح کیا کہ میں نے ''التاریخ'' کو تین بار تصنیف کیا ہے اور ہر بار اس میں تہذیب واضافہ جات کرتے رہے۔

۹۔ابوزرعہؒ نے جس نسخہ کو سامنے رکھ کر امام موصوف کی غلطیاں بیان کیں وہ پہلا نسخہ تھا اور امام خطیب بغدادیؒ نے دوسرے نسخہ کو بنیاد بنا کر اوھام کو ذکر کیا جبکہ تیسرا فائنل نسخہ جس کے راوی محمد بن سہل کردی ہیں وہ آخری درست نسخہ ہے جس میں یہ اغلاط اور اوھام پہلے سے ہی علی الصواب ہیں۔

۱۰۔یہ بات واضح رہے کہ فن اسماء الرجال کے ماہرین: امام بخاریؒ اور امام ابو زرعہ رازیؒ وغیرہ کے یہ اوھام

اس نوعیت کے نہیں کہ جن سے ان محدثین کرام کی ثقاہت مخدوش یا متاثر ہو جائے بلکہ یہ ایسے اخطاء ہیں جو ہر محدث سے سرزد ہوئی ہیں، ویسے بھی جہاں محدثین نے لاکھوں رواۃ کے احوال قلم بند کئے اوران میں سے چند ایک کے متعلق کنیت یا راوی کی ولدیت میں معمولی وہم واقع ہو جانا معمولی بات ہے۔جیسا کہ عبدالرحمن بن یحیٰ المعلمیؒ نے مقدمۃ الموضح میں واضح کیا ہے۔

سفارشات

۱۔فن اسماء الرجال کے تعارف اور اس کی اہمیت وفوائد پر مبنی لٹریچر عربی کے علاوہ دوسری السنہ میں بھی زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے تا کہ مستشرقین اور دیگر اسلام دشمن عناصر جو کہ عربی سے نابلد لوگوں کے سامنے احادیث کے غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونے کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں اس کا موثر انداز میں سدباب ہو سکے۔

۲۔فن اسماء الرجال پر لکھی گئی کتب کو مطبوع اور غیر مطبوع دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے مختصر تعارف کے ساتھ ایک بحث یا مقالہ میں جمع کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والے باحث کو با آسانی اس موضوع پر لکھی گئی کتب اور ان میں سے شائع شدہ مواد تک رسائی حاصل کرنے میں آسانی رہے۔

۳۔اسماء الرجال کی وہ کتب جو ابھی مخطوط شکل میں ہیں ان کو زیور طبع سے آراستہ کیا جانا چاہئے۔

۴۔اس بات کی ترویج واشاعت کی ضرورت ہے کہ محدثین نے احادیث کی حفاظت کے لئے بڑی جستجو، محنت اور عرق ریزی سے کام لیا حتی کہ احادیث کو محفوظ کرنے کی خاطر لاکھوں رواۃ حدیث کے حالات زندگی کو بھی قلم بند کر ڈالا۔

۵۔فن اسماء الرجال کی اہم شاخ جرح وتعدیل میں کسی حدیث کی سند کے صحیح وضعیف ہونے کے بارے محدثین کے اختلاف، اس کی وجہ اور کسی ایک محدث کی رائے کو کن اصولوں اور وجوہ کی بنیاد پر ترجیح دی جاسکتی ہے اس پر بحث کی ضرورت ہے۔

۶۔وہ چند رواۃ جو ان احادیث کے راوی ہیں جن کی وجہ سے امت میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں ہر ایک راوی پر الگ الگ تحقیقی بحث کی ضرورت ہے جس میں اس راوی کے بارے تمام ماہرین جرح وتعدیل کے اقوال وآراء کو جمع کر کے اس بارے حتمی رائے قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۷۔مشہور رواۃ حدیث کی فہرست کی ضرورت ہے کہ ان کا تذکرہ کس کس کتاب میں کہاں کہاں موجود ہے۔

۸۔امام بخاری کی جو کتب ابھی تک مخطوط شکل میں ہیں اور طبع نہ ہوسکیں ان کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

۹۔یورپ میں جرمنی اور برطانیہ وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود مخطوطات تک رسائی حاصل کر کے ان کو طبع کروانے کی ضرورت ہے۔

۱۰۔اگر کوشش اور سعی کرنے سے امام بخاریؒ کی تواریخ ثلاثہ میں سے مفقود ایک ''التاریخ'' کا مخطوطہ بھی تلاش کر لیا جائے تو ''التاریخ الاوسط'' اور ''التاریخ الصغیر'' بارے نزاع کا مکمل حل ہو جائے گا، اکثر علماء ومحققین کی یہی رائے ہے کہ مفقود نسخہ التاریخ الصغیر کا ہے۔

۱۱۔امام بخاریؒ کی کتب سے ان کے ہم عصر اور متاخرین نے کس حد تک کس کس انداز میں استفادہ کیا اس پر ایک علمی مقالہ کی ضرورت موجود ہے۔

۱۲۔امام بخاری اور ان کی علمی خدمات پر ہونے والے تحقیقی کام کو ایک مقالہ میں قلم بند کیا جانا چاہیے۔

۱۳۔صرف التاریخ الکبیر پر الگ سے ایک تحقیقی بحث کی ضرورت ہے جس میں اس کتاب پر ہونے والی تحقیقی، تخریجی، تعریفی اور تنقیدی کام کا احاطہ کیا جائے۔

۱۴۔امام بخاریؒ کی تالیفات پر ہونے والی تنقید وگرفت کا علمی وتحقیقی جائزہ اور دیگر کتب میں مذکورہ تراجم سے موازنہ کرکے یہ طے کیا جائے کہ یہ تنقید وگرفت کس حد تک درست ہے۔

۱۵۔فن اسماء الرجال کی جدید وقدیم تمام کتب کو الگ سے ایک website پر PDF Form میں upload کیا جائے تاکہ اس فن میں تحقیق کرنے والا باحث باآسانی ان کتب تک رسائی حاصل کر سکے، اگرچہ مکتبۃ الوقفیہ میں بہت ساری کتب موجود ہیں لیکن ابھی تک خاص اس موضوع پر کوئی الگ سے ویب سائٹ موجود نہیں ہے۔واللہ اعلم۔

فہرست آیات

فہرست احادیث

حدیث	کتاب	صفحہ نمبر
"یامعشر من آمن بلسانه، ولم یدخل الایمان قلبه، لا تغتابوا المسلمین	مسند احمد	٦١
كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع	صحیح لمسلم	٦٤
اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه واما معاوية	صحیح لمسلم	٦٤
بئس اخوا لعشيرة او ابن العشيرة	بخاری	٦٥
ان عمرو بن العاص من صالحي قريش	ترمذی	٦٥
الايمان هاهنا واشار بيده الى اليمن . . .	بخاری	٦٥
فقال المغيرة بن شعبة : حضرت رسول الله ﷺ اعطاها السدس	موطا	٦٨

فہرست مصادر ومراجع

☆القرآن الکریم، کلام اللہ تعالیٰ ، المنزل علی رسول اللہ ﷺ .

الف

☆امام احمد بن حنبل ، مسند ، موسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع بیروت لبنان ، ۱۴۲۹ ھ

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، تھذیب التھذیب، مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة، فی الھند حیدرآباد الدکن۔ ۱۳۲۵ھ۔

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل،تقریب التھذیب،دارالعاصمة للنشر والتوزیع ، ۱۴۱٦ھ۔

☆ابن حجر،احمدبن علی ابن حجرالعسقلانی، ابوالفضل، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری،دار عمار اردن ،۱۹۸۵ء ۔

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری،المطبعة السلفیة ومکتبتھا، ۲۱شارع الفتح بالروضة۔سن :ند

☆ابن حجر ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، ابوالفضل، لسان المیزان، موسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۳۹۰ھ

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، الاصابة فی تمییز الصحابة،دارالفکر،بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل،نزھة النظرفی توضیح نخبة الفکر،مکتبة الملک فھدالوطنیة الریاض، ۱۴۲۲ھ

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة

الاربعة ،دارالبشائر الاسلامية،بيروت لبنان، ١٤٢٩ھ

☆ابن حجر، احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، النكت على كتاب ابن الصلاح،المجلس العلمی احیاء التراث الاسلامی ، المدينة المنورة،١٤٠٤ھ

☆ابن منظور، لسان العرب ، ماده "سند" ، دارالمعارف القاهرة.

☆ابن ابی حاتم ابو محمدعبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس الرازی، الجرح والتعديل،مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دکن ، هند، ١٣٧١ھ .

☆ ابن منده ، محمدبن اسحاق ، الاصبهانی ، اسامی مشائخ الامام البخاری ، مكتبة الكوثر ، الملكة العربيه السعودية، ١٤١٢ھ

☆ابن رجب الحنبلی ، شرح علل الترمذی، مكتبة المنار ، اردن ، ١٤٠٧ھ

☆ابن نديم ، محمد بن ابی يعقوب اسحاق، ابوالفرج،الفهرست، دارالكتب العلمية بيروت لبنان ، ١٤٢٢ھ

☆ابن اثير،علی بن محمد بن عبدالكريم ،ا بوالحسن اسدالغابةفی معرفة الصحابة،المكتبة الاسلامية بطهران،محرم ١٣٦٢ھ

☆ابن خير، محمد بن خير بن عمر بن خليفة، الاموی، فهرست، دارالكتب العلمية بيروت لبنان،١٤١٩ھ

☆ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمٰن،ابوعمرو، علوم الحديث، دارالفكر ،دمشق ،شام ١٤٠٦ھ

☆ابن ماكولا،علی بن هبة الله بن جعفر الامير، ابو نصر، الاكمال فی رفع الارتياب عن الموتلف والمختلف فی الاسماء والكنیٰ، دارالمعارف العثمانية، حيدرآباد ، هند، ١٩٦٢ء.

☆ابن عبدالبر، يوسف بن عبدالله بن محمد ، ابو عمر، التمهيد لمافی الموطا من المعانی والاسانيد، المكتبة القدوسية ، لاهور ١٤٠٤ھ

☆ابن كثير، اسماعيل بن كثير،ابوالفداء،البداية والنهاية ، دارابن كثير،دمشق ،بيروت لبنان،١٤٢٨ھ

☆ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد ، ابو حاتم، کتاب الثقات، مجلس دائرة المعارف العثمانیة،حیدرآباد،دکن،۱۳۹۳ھ

☆ابن عدی جرجانی،عبداللہ بن عدی ابو احمد، الکامل فی ضعفاء الرجال، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔

☆ابن نقطة، محمد بن عبدالغنی ، ابو بکر، تکملة الاکمال، مرکز احیاء التراث الاسلامی مکه مکرمة، ۱۴۰۸ھ

☆ابن عساکر، علی بن الحسن بن هبة الله بن عبدالله، تاریخ مدینة دمشق، دارالفکر بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ

☆ابن ماجة، محمدبن یزید،ابوعبدالله، السنن ،دارالسلام،للنشر والتوزیع،الریاض۔ ۱۴۲۰ھ

☆ابن ابی حاتم ، عبدالرحمٰن الرزای،ابو محمد، بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه، مجلس دائرة المعارف العثمانیة،حیدرآباد،دکن ،هند۔ ۱۳۸۰ھ

☆اکرم ضیاء العمری ، الدکتور،بحوث فی تاریخ السنة المشرفة، مکتبة العلوم والحکم ، المدینة المنورة ، ۱۳۸۷ھ

☆ اکرم ضیاء العمری ، الدکتور،موار دالخطیب للبغدادی،دار طیبة، الریاض، ۱۴۰۵ھ

☆احمد محمد شاکر ، الباعث الحثیث ، موسسة الامیرة العنود بنت عبدالعزیز ، المملکة العربیة السعودیة۔

☆ابونعیم، احمد بن عبدالله بن احمد بن اسحاق بن مهران، الاصبهانی، معرفة الصحابة لابی نعیم ، دارالوطن للنشر ۔الریاض ۔ ۱۴۱۹ھ

☆ ایمن بن عبدالفتاح ، ابو عبدالرحمٰن، تدقیق النظر فی قول البخاری فیه نظر ، دار المودة للنشر والانتاج الاعلامی ، ۱۴۲۹ھ

☆ اقبال ، علامه محمد ، کلیات اقبال ، الفیصل ناشران ، اردو بازار ،لاهور ، اکتوبر ۱۹۹۹ء۔

☆ام عبدالله بنت محروس العسلی ، محمد بن حمزه بن سعد ،فهرس مصنفات الامام ابی عبدالله محمدبن اسماعیل البخاری ،دارالعاصمة الریاض ،۱۴۰۸

☆ابن نقطة، ابوبکرمحمد بن عبدالغنی ، کتاب التقیید لمعرفة الرواة والسنن والمسانید ، دارالحدیث ، بیروت لبنان ، ۱۴۰۷ھ

ب

☆بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،ابو عبد الله ،کتاب الکنیٰ ،دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد، دکن، سن :ند

☆بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،ابوعبدالله، کتاب الضعفاء الصغیر ، دارالمعرفة ، بیروت ، لبنان ، ۱۴۰۶ھ

☆بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، ابوعبدالله، التاریخ الصغیر، دارالمعرفة بیروت لبنان، ۱۴۰۶ء

☆بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،ابوعبدالله،الادب المفرد ، دارالصدیق،بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ

☆بخاری،محمد بن اسماعیل البخاری ،ابوعبدالله،التاریخ الاوسط، تحقیق :دکتور تیسیر بن سعد ابو حیمد، مکتبة الرشد الراشدون ، ریاض

☆ بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری،ابوعبدالله،خلق افعال العباد، الدارالسلفیة ، کویت، ۱۴۰۵ھ.

☆بخاری،محمدبن اسماعیل، البخاری، ابو عبدالله، صحیح للبخاری، دارالسلام ، الریاض ، ۱۴۱۹ھ.

☆بخاری ، محمد بن اسماعیل البخاری،ابوعبدالله،التاریخ الکبیر،دائرة المعارف حیدر آباد ،هند.

☆بیهقی، احمد بن الحسین بن علی ، ابوبکر،معرفة السنن والآثار، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ، ۱۴۱۲ھ

ت

☆ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ،جامع ترمذی ، دارالسلام ، الریاض ، ۱۴۲۰ھ۔

☆ترمذی، العلل الترمذی الکبیر،ترتیب ابی طالب القاضی، مکتبة الاقصی ، عمان اردن ، ۱۴۰۶ھ

ج

☆جوہری، اسماعیل بن حماد الجوہری،الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیة ، دارالعلم للملایین۔

☆جمال الدین ، محمدالقاسمی الدمشقی ، الشیخ ، حیاۃ البخاری ، دارالنفائس ، بیروت ،لبنان ، ۱۴۱۲ھ

☆ الجزری ، مبارک بن محمد ، ابن الاثیر ، مجد الدین ابی السعادات ، جامع الاصول فی احادیث الرسول ، مکتبة دار البیان ، ۱۳۸۹ھ

ح

☆حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ ،المورخ،کشف الظنون، المکتبة الاسلامیة ، الجعفری بطہران،۱۳۸۷ھ

☆ حاکم ، محمد بن عبداللہ ،ابو عبداللہ ،النیسابوری، کتاب معرفة علوم الحدیث،المکتب التجاری للطباعة والتوزیع والنشر ، بیروت لبنان۔

☆حاکم ، محمد بن عبداللہ ،ابو عبداللہ ،النیسابوری،معرفة علوم الحدیث ، دارابن حزم ،بیروت لبنان ، ۱۴۲۴ھ

خ

☆خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت ، ابوبکر،تاریخ بغداد،دارالکتاب العربی بیروت لبنان۔سن: ند

☆خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت ، ابوبکر،الکفایة فی علم الروایة، دائرة المعارف

العثمانية، دکن هند.

☆خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت ، ابوبکر، موضح اوهام الجمع والتفريق، دائرة المعارف العثمانية ، حيدرآباد، دکن ،هند،۱۳۷۸ھ

☆خالد بن منصور، الدريس ، الدكتور، الحديث الحسن لذاته ولغيره ،دار اضواء السلف للنشر والتوزيع، ۱۴۲۶ھ

د

☆دارقطني، علي بن عمر بن احمد بن مهدی، ابو الحسن، مقدمه ، الضعفاء والمتروکون ، تحقيق موفق ب عبدالله بن عبدالقادر، مكتبة المعارف الرياض ، ۱۴۰۴ھ

☆دارقطني،علي بن عمر بن احمد بن مهدی ، ابوالحسن،الموتلف والمختلف،دارالغرب الاسلامی ، بیروت لبنان،۱۴۰۶ھ

☆دارقطني، علي بن عمر بن احمد بن مهدی، ابو الحسن، العلل الواردة في الاحاديث النبوية ،دارطيبة،الرياض،۱۴۰۵ھ

☆دارقطني، علي بن عمر بن احمد بن مهدی، ابو الحسن، دارالغرب الاسلامی ، بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ

ذ

☆ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،سير اعلام النبلاء،موسسة الرسالة بيروت ، ۱۴۰۳ھ .

☆ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان،ابوعبدالله،ميزان الاعتدال، داراحياء الكتب العربية عيسیٰ الحلبی،۱۳۸۲ھ.

☆ذهبی، محمد بن احمد بن عثمان،ابوعبدالله،تذكرة الحفاظ، دارالكتب العلمية ، بيروت لبنان .

☆ ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،ابو عبدالله،ميزان الاعتدال فی نقد الرجال، دارالمعرفة بيروت لبنان.

☆ذهبی، محمد بن احمدبن عثمان ،ابوعبدالله شمس الدین، تذهیب تهذیب الکمال، الفاروق الحدیثیة ،قاهره،۱۴۲۵ھ

☆ ذهبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،الجرح والتعدیل، الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر ، ۱۴۲۴ھ

☆ ذهبی، محمدبن احمد ، بن عثمان ،،الموقظة فی علم مصطلح الحدیث،دارالبشائر الاسلامیه للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت لبنان ، ۱۴۱۲ھ

☆ذهبی ، محمد بن عثمان الذهبی ، تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام ، دارالکتاب العربی ، بیروت لبنان ، ۱۴۰۹ھ

☆ ذهبی ، محمد بن عثمان الذهبی ، الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة ، دارالکتب الحدیثیة، قاهره، ۱۳۹۲ ھ

ر

☆الرودانی، محمد بن سلیمان الرودانی، صلة الخلف بموصول السلف، دارالغرب الاسلامی بیروت لبنان،۱۴۰۸ھ۔

ز

☆ زبیدی ، محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی، السید،تاج العروس من جواهر القاموس ، التراث العربی ، مطبعة حکومة الکویت۔

س

☆سبکی،تاج الدین ابو النصر عبد الوهاب بن علی بن عبد الکافی السبکی، طبقات الشافعیه الکبریٰ ،دار احیاء الکتب العربیة۔

☆سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر ، جلال الدین ، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی،المکتبة العلمیة ، بالمدینة المنورة،۱۳۷۹ھ

☆سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن ، ابو عبدالله، فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث للعراقی، ادارة البحوث الاسلامیة بالجامعة السلفیة بنارس،۱۴۰۷ھ

☆سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن ، شمس المبین،الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ،دارالکتب العربی،بیروت لبنان،۱۳۹۹ھ

☆سمعانی، عبدالکریم ب محمدبن منصور، ابو سعد، الانساب، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع،۱۴۰۸ھ

☆ سیرت امام بخاری، دارالسلام ریسرچ سنٹر ، ۱۴۳۳ھ

ص

☆صالح اللحیدان، کتب تراجم الرجال بین الجرح والتعدیل، دار الطویق للنشر والتوزیع ، ۱۴۱۵ھ

☆ صبحي الصالح ، الدکتور ، علوم الحدیث ومصطلحه ، دارالعلم للملایین ، بیروت لبنان، ۱۳۸۴ھ

ط

☆طاهر، محمد طاهر الجوابی،الجرح والتعدیل بین المتشددین والمتساهلین،الدارالعربیة للکتاب،۱۹۹۴ء

ع

☆عادل زامل الزریجاوی ، علم الرجال نشأته وتطوره عند الامامیة، مرکز دراسات الکوفة ، www.iasj.net

☆ عادل بن عبد الشکور الزرقی ، تاریخ البخاری ، دار طویق للنشر والتوزیع ، الریاض ۱۴۲۲ھ

☆ عبدالعزیز بن محمد بن ابراهیم العبد اللطیف،ضوابط الجرح والتعدیل، مکتبة العبیکان ، الریاض۔

☆عبدالله بن يوسف الجديع، تحرير علوم الحديث، موسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت لبنان، ۱۴۲۴ھ

☆ عزيز رشيد، الداينی الدكتور، اسس الحكم على الرجال حتى نهاية القرن الثالث الهجری،دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان ۔۱۴۲۷ھ

☆عراقي،عبدالرحيم بن الحسين العراقی، زين الدين،شرح التبصرة والتذكرة للعراقي،دارالكتب العلمية بيروت لبنان،۱۴۲۳ھ.

☆عراقي، عبدالرحيم بن الحسين العراقی، زين الدين، التقييد والايضاح للعراقی،دارالحديث للطباعة والنشر والتوزيع،بيروت لبنان، ۱۴۰۵ھ

☆عيني، محمود بن احمد، ابو محمد، بدرالدين،العلامة، عمدة القارى شرح صحيح البخاری،ادارة الطباعة المنيرية بيروت،سن:ند

ق

☆قرطبي، يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر، ابو عمر، الاستيعاب في معرفة الاصحاب، دارالكتب العلمية،بيروت لبنان، ۱۴۲۲ھ

ک

☆كتاني، محمد بن جعفر، السيد،الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة، دارالبشائر الاسلامية، بيروت لبنان، ۱۴۱۴ھ

م

☆مالک بن انس امام،الموطا ء، مكتبة الفرقان دبی، ۱۴۲۴ھ.

☆مسلم، مسلم بن حجاج القشيری، ابوالحسن،مقدمه صحيح لمسلم، دار السلام،الرياض، ۱۴۲۱ھ.

☆ مسلم، مسلم بن حجاج القشيری، ابو الحسن، الكنٰى والاسماء، المجلس العلمی احياء

التراث الاسلامی ، مدینه منورة ، ۱۳۹۹ھ

☆مسفر بن غرم الله الدمینی ، الدکتور، قول البخاری سکتوا عنه، الریاض ، ۱۴۱۱

☆مبارک پوری ،عبدالسلام ،مولانا،سیرۃ البخاری،نشریات اردو بازار،لاھور ۲۰۰۹ء۔

☆مزی، ابو الحجاج یوسف ، جمال الدین،تھذیب الکمال فی اسماء الرجال،دارالفکر للطباعةوالنشر والتوزیع بیروت لبنان،۱۴۱۴ھ۔

☆ محمد بن مطر الزهرانی ، الدکتور،علم الرجال نشأته وتطوره ، دارالخضیری للنشر والتوزیع ، الریاض ، ۱۴۱۸ھ

☆ محمد عجاج الخطیب ، السنة قبل التدوین ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع ، ۱۳۸۳ھ

ن

☆النسائی، احمدبن شعیب ،ابو عبدالرحمٰن، کتاب الضعفاء والمتروکین، موسسة الکتب الثقافیة،بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ۔

☆ نووی ،ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی، ریاض الصالحین، المنار للنشر والتوزیع دهلی ، الهند ، ۲۰۰۹ء

☆ نووی ، محی الدین بن شرف النووی ، ابو زکریا ، تهذیب الاسماء واللغات،امام نووی،دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ، سن : ند

www.archive.com

www.saaid.net

www.waqfeya.com

WWW.ISLAMWAY.COM

www.iasj.net

فہرست عنوانات مقالہ